پیامِ عشق

دیوانِ نظامی

نتیجۂ فکر

پیر سید ابو الحقائق نظامی

مؤلف و ناشر

سید محمد شوکت بخاری چشتی نظامی

ہدیۂ تبرک

برائے جناب محمد اشرف نظامی

پیر غازی پیر روڈ تکیہ لہری شاہ

اچھرہ - لاہور

فقیر حقیر سید محمد اشرف بخاری چشتی نظامی

پیامِ عشق

دیوانِ نظامیؒ

نتیجۂ فکر

پیر سیّد ابو الحقائق نظامیؒ

مؤلف وناشر

سیّد محمد اشرف بخاری چشتی نظامیؒ

خادمِ آستانہ بیت الامان گنج شریف مغلپورہ - لاہور

نام کتاب ـــــ پیامِ عشق

نتیجۂ فکر ـــــ جناب ابوالحقائق پیر سید امانت علیشاہ صاحب چشتی نظامیؒ

مؤلف و ناشر ـــــ سید محمد اشرف بخاری چشتی نظامی

خطاط ـــــ وسیم کامران

تزئین ـــــ پسوال پرنٹرز ۱۱۴ ملتان روڈ لاہور

مطبع ـــــ انتخاب جدید پریس ۸- ایبٹ روڈ لاہور

سنِ طباعت ـــــ ۱۹۸۹ء

اشاعت ـــــ اوّل

تعداد ـــــ ایک ہزار

ضخامت ـــــ ۲۳×۳۶/۱۶ ۴۰۰ صفحات

قیمت ـــــ ۱۰۰ روپے

ملنے کا پتہ ـــــ سید محمد اشرف بخاری چشتی نظامی مکان نمبر۲ گلی نمبر۲
محلہ بابا غازی پیر عقب ریلوے سٹیل شاپ مغلپورہ لاہور نمبر ۱۵
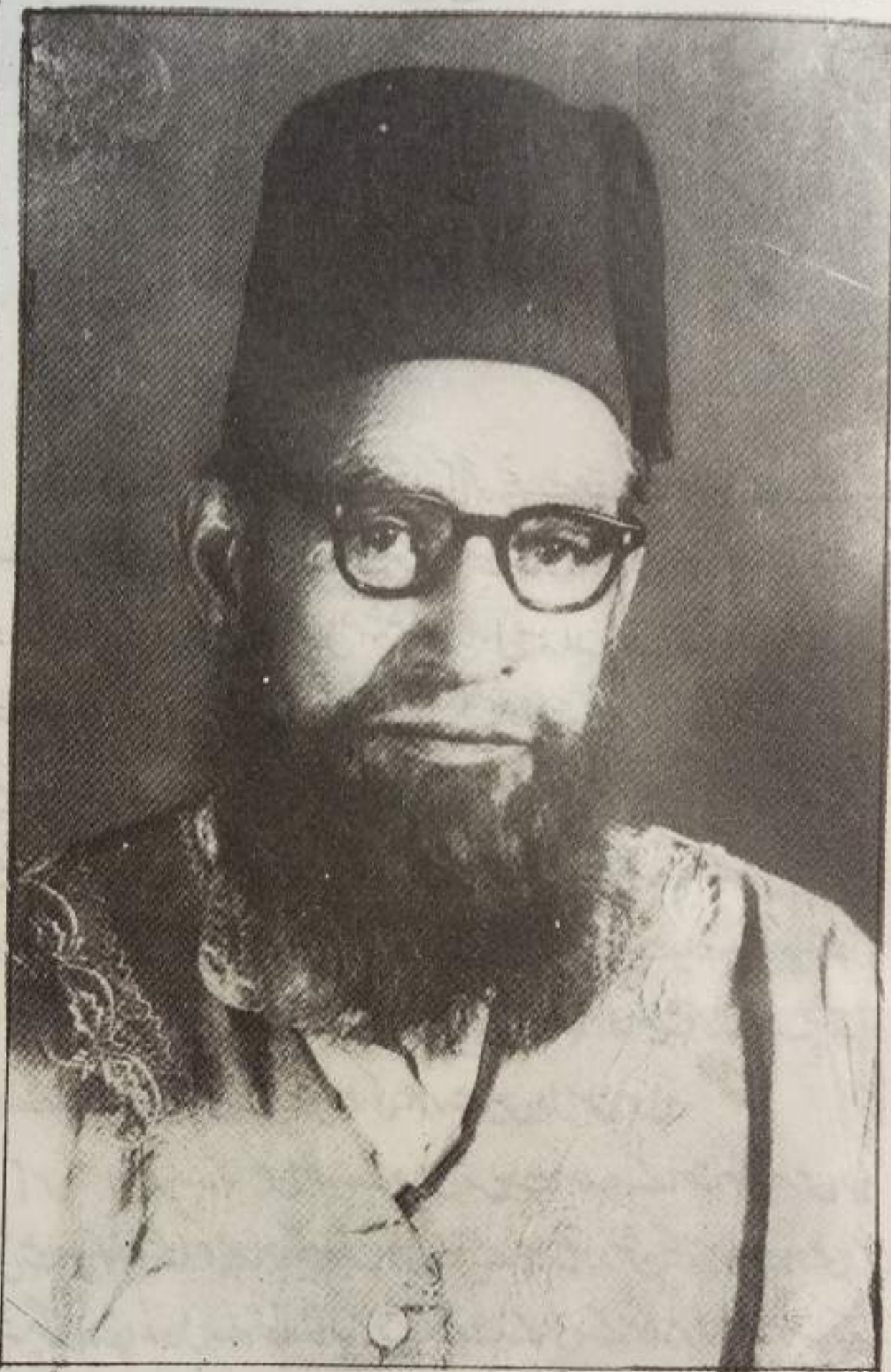
ابوالحقائق پیر سید امانت علی شاہ چشتی نظامی ؒ

عرضِ حال

جب توحید و رسالت کے نعروں کی گونج سے عقیدت و ارادت کے رشتے مضبوط و مستحکم ہو رہے تھے اور جب جامع مسجد شاہ کمالؒ گنج مغلپورہ لاہور کی نورانی اور روحانی فضا توحید باری تعالیٰ اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ضوفشانیوں سے جگمگا رہی تھی اور جو بھی ذرات اُس آفتابِ چشت کی کرنوں کے سامنے آگئے وہ بھی چمک اُٹھے اور اُن میں ایسی چمک پیدا ہو گئی جو اُن بے بساط ذرّوں کے لئے معراجِ کمال تھی۔ ان خوش نصیب ذرّوں میں میری شمولیت میرے لئے بہت بڑی سعادت تھی۔ مجھے یہ سعادت مارچ ۱۹۵۷ء میں حاملِ شریعت، شہبازِ طریقت اور رازدارِ حقیقت حضرت جناب ابوالحقائق پیر سید امانت علیشاہ صاحب چشتی نظامیؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی صورت میں حاصل ہوئی۔

اُس احسنِ تقویم کے حسین مظہر نے جہاں شریعتِ مطہرہ کے احترام کا درس دیا وہاں حق شناسی کو خود شناسی کا نام دیکر معرفتِ الٰہی کے ایسے چراغ روشن کئے جن سے وطنِ عزیز کا ہر گوشہ جگمگا اُٹھا۔ دل نے تقاضا کیا کہ اپنے مُرشدِ کامل کے منظوم ارشاتِ مبارکہ کو کتابی صورت میں اصحابِ ذوق تک پہنچاؤں۔

چنانچہ اِس ناچیز نے قبلہ کا کلام پُرانی ڈائریوں، نوٹ بُکوں اور کاغذ کے پرزہ جات سے اکٹھا کیا۔ جناب محمد علی فریدی قوال اور نذیر نظامی نعت خواں صاحب سے بہت

سا کلام حاصل کیا اور جلد ہی بہت سا ذخیرہ جمع ہو گیا۔ قبلہ دیکھ کر بہت خوش ہوتے اور پھر جو کلام تحریر فرماتے اس حقیر کو عطا فرما دیتے۔ عرصہ تک مالی دُشواریوں کے باعث میرا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔ بالآخر حضور کے فیض و کرم سے اللہ تعالےٰ کی نصرت شاملِ حال ہوئی اور اشاعت کی سعادت نصیب ہوئی۔ پیشِ نظر صفحات "پیامِ عشق" کی صورت میں دِل کے اُسی تقاضا کی تعبیر ہے۔

فقط والسلام

احقر العباد

سید محمد اشرف بخاری چشتی نظامی
مکان نمبر ۲ گلی نمبر ۳ محلہ بابا غازی پیر
عقب ریلوے سٹیل شاپ مغلپورہ۔ لاہور نمبر ۱۵

احسانِ عظیم

اشرف شاہ بخاری نے سلسلے تے بڑا وڈا ایہہ اک عظیم احسان کِیتا اے
"پیامِ عشق" حضور دا شائع کر کے زندہ عشق تے تازہ ایمان کِیتا اے
"ذکر و فکر" خطبات نوں چھاپ کے تے شائع حق دا علم عرفان کِیتا اے
سچ دساں دیوانیہ رب دی سونھ کامل پیر دے فیض دا دان کِیتا اے

دیوانہ نظامی
باغبانپوری

دیباچہ

قبل ازیں کہ میں قبلہ ابوالحقائق پیر سید امانت علیشاہ صاحب چشتی نظامی رحؒ کے کلام پر کوئی تبصرہ کروں یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ دُنیا میں جتنی بھی نامور ہستیاں ہو گذری ہیں اُن کی وجۂ شہرت مختلف ہے۔ کسی نے سیاست میں نام پایا تو کسی نے خدمتِ خلق میں۔ کسی نے علم و ادب میں شہرہ پایا تو کسی نے شعروسخن میں، علیٰ ہذا القیاس تاریخ دان، محقق، قانون دان، فلسفی، سائنسدان، موجد اور ڈاکٹر اوراقِ تاریخ کی زینت بنے دینی خدمات سرانجام دینے والوں میں مفسرین، محدثین، مجتہدین اور مفتی حضرات ہو گذرے ہیں جن کی کاوشوں سے عوام الناس مستفیض ہوتے رہتے ہیں۔ اولیاءاللہ دینی اور دُنیاوی ہر طرح کی خدمات میں پیش پیش رہے اور پھر ان کے فیضِ رُوحانی سے رہتی دنیا تک عوام استفادہ کرتے رہیں گے۔ چنانچہ اِسی طرح میرے پیرِ و مُرشد جناب ابوالحقائق نظامیؒ بھی خلقِ خدا کو برکات سے نوازتے رہے۔ اس صدی کے شروع میں ملت اسلامیہ میں عجب طرح کے حالات پیدا ہو گئے۔ اکثر علماء دین اسلام کے بنیادی اصولوں توحید رسالت اور قیامت کی اصل رُوح سے بے اعتنائی برتنے لگے۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہِ کے اصل مفہوم کو سمجھانے کی بجائے نماز۔ روزہ۔ عبادات اور اعمالِ صالح پر بہت زور دینے لگے۔ حالانکہ یہ اعمال تبھی فائدہ پہنچا سکتے ہیں جب توحید، رسالت اور قیامت پر ایمان درست ہو۔ توحید ایک ایسا اہم مسئلہ ہے کہ اس کو سمجھانے کے لئے ایک لاکھ کئی ہزار نبی، پیغمبر اور رسول تشریف لائے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

کا مفہوم سمجھنے اور سمجھانے کی بہت اہمیت ہے ۔ کیونکہ اس کے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی ۔ مولا تعالےٰ نے کلامِ پاک میں واضح طور پر ارشاد فرمایا ہے کہ میں توبہ کرنے والوں کے ہر طرح کے گناہ صغیرہ اور کبیرہ معاف کر دوں گا مگر شرک نہیں بخشوں گا ۔ جب شرک بخشا نہیں جائے گا تو اس سے بچنا نہایت ضروری ہے ۔ یہ تبھی ہو سکتا ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا صحیح مفہوم سمجھ کر ایمان لایا جائے ۔ صرف صورتِ الفاظ کو ذہن نشین کر لینے اور رٹ لینے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو گا ۔ چنانچہ آپ نے دین کی جڑیں کاٹ کھانے والے اِس چوہے کی بربادی کو بھانپتے ہوئے تمام عمر دوسری دینی اور دنیاوی خدمات سرانجام دینے کے علاوہ توحیدِ باری تعالےٰ سمجھانے پر حد درجہ توجہ فرمائی ۔ توحید، رسالت، قرب و معیت، حلول و اتحاد اور تجددِ امثال کے موضوعات پر بہت تقاریر فرمائیں ۔ جمعہ کے خطبات میں خاص طور پر توحید اور رسالت کے موضوع کو توجہ کا مرکز بنایا ۔ چنانچہ اس عاجز حقیر نے ان خطبات کو مختلف عنوانات کے تحت شائع کر وایا ہے ۔

تیس خطبات پر مشتمل " ذکر و فکر " کی اشاعت خاص اہمیت کی حامل ہے ان خطبات میں آپ نے صفت ایمان مجمل " اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ کَمَا ھُوَ بِاَسْمَآئِہٖ وَصِفَاتِہٖ " کے موضوع پر ایمان افروز تبصرہ فرمایا ہے اور مراتبِ نزول کو نہایت سادہ اور سلیس زبان میں سمجھایا ہے ۔ اس اشاعت سے عوام کو بے حد فائدہ پہنچا اُن کے ایمان مکمل اور مستحکم ہوئے ۔ چنانچہ اسی مسئلہ توحید کو سمجھانے کی خاطر " کلمہ طیبہ "، " آئینہ معرفت اور حقیقت جامع " کے عنوان پر خطبات شائع کرائے گئے جن سے خاطر خواہ فائدہ پہنچا ۔ صُوفی حضرات یعنی سالکوں کی رہبری کی خاطر " تصورِ شیخ " کی اشاعت ایک گراں قدر خدمت ہے ۔ علاوہ ازیں " دعوتِ حق "، " شب قدر "، " شبِ معراج "، " رویت ہلال "، سائنس اور مذہب "، " مقامِ ولایت "

"مولوی کی رجعت پسندی" کے عنوانات کے تحت کتابچے شائع ہو چکے ہیں۔ آپ کی ایک دعائیہ نظم "نالۂ شبگیر" برائے وقتِ تہجد ہے جو بارگاہِ خداوندی میں بہت مقبول ہے اسلام کا سب سے بڑا اور مضبوط ہتھیار قوّتِ ایمانی ہے جو آپ نے عوام کو فراہم کیا ہے۔ شعر و شاعری کو بھی ایمان کی مضبوطی کا ذریعہ بنایا۔ آپ کا کلام عرفان کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے۔ اہلِ تصوّف کے لئے ایک بیش بہا سرمایہ ہے۔ آپ نے اُن حقائق کو اشعار کا جامہ پہنایا جن کا ذکر بڑے بڑے علمائے نہایت محتاط انداز سے کیا ہے۔ آپ نے قرب و معیت اور تجددِ امثال جیسے دقیق مسائل کو نہایت آسان پیرائے میں سمجھایا ہے اور اس سلسلہ میں آیاتِ قرآنی کو اشعار کی صورت میں بیان فرمایا ہے۔ ظہورِ باری تعالیٰ کو یوں سمجھایا ہے ؎

وہی اوّل وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن
وہی مَظہر وہی مُظہر وہی بُت خانہ ہو جائے

ذاتِ باری تعالیٰ کے اوّل آخر ظاہر باطن ہونے کو کیسے انداز میں سمجھایا ہے مندرجہ ذیل شعر تو عجیب رنگ پیش کرتا ہے ؎

گُل کھلے آج نیستاں میں بہار آئی ہے
بُوئے گُل رنگِ چمن انجمن آرائی ہے

اس غزل کا یہ شعر تو عجیب کیفیت پیدا کرتا ہے ؎

کوئی کافر نہیں کوئی بھی دیندار نہیں
کُفر و ایماں تو اُس شوخ کی رعنائی ہے

کُفر و ایمان کو ظہورِ باری تعالیٰ کی رعنائی قرار دیا۔ چونکہ ذاتِ خداوندی جامع اضداد ہے۔ لہٰذا یہ توجیہہ اس پر دلالت کرتی ہے۔ اسی غزل کا ایک اور شعر

کیف و سرور میں اضافہ کرتا ہے ؎

کفر کیسے ہو الگ جبکہ کہیں غیر نہیں

خال چہرے پہ ترے حسن کی زیبائی ہے

ملاحظہ ہو کہ " لَاتُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ"

کو کیسے انداز میں سمجھایا ہے اور تمام غلط فہمیوں کو دُور کیا ہے ؎

بے نشانی تری جب قابلِ نظارہ نہیں

بے نشانی کو تیری کیوں نہ نشاں تک دیکھوں

اِسی غزل کے دوسرے شعر میں مزید وضاحت فرمائی ؎

سرِ انساں ہے جب تیرا ہی سرِ پنہاں

خود کو دیکھوں تو ترے سرِ نہاں تک دیکھوں

اس شعر میں اپنی معرفت کو ہی ذاتِ باری تعالیٰ کی معرفت کا ذریعہ قرار دیا۔ معرفتِ الٰہی اور توحیدِ باری تعالیٰ کو ایک اور انداز میں یوں سمجھایا ہے ؎

جو ہے ظہورِ کائنات اُس کا وجود ہے تمام

محض عدم ہو جس کا غیر پردے میں وہ سمائے کیوں

تیرا بُرا ہو واعظا، ہم سے نہ کر جدا اُسے

اُس کو تو غیر کیوں کہے غیر ہمیں بنائے کیوں

اگر اِن گوناگوں صورتوں کو یعنی کائنات کو غیرِ باری تعالیٰ مانا جائے تو شرک سے پاک نہیں ہو سکتے اور مولا تعالیٰ نے واضح طور پر ارشاد فرمایا ہے کہ میں شرک نہیں بخشوں گا۔ توبہ و استغفار کرنے سے گناہ کبیرہ اور صغیرہ بخشے جائیں گے مگر شرک نہیں بخشا جائے گا۔ تو پھر کائنات کی صورت کو کیا جانیں۔ قبلہ ارشاد فرماتے ہیں ؎

نہ آتا گر وہ صورت میں تو ہم اُس کو کہاں پاتے

نہاں رہتا حقیقت میں تو ہم اس کو کہاں پاتے

نظامی حُبِّ ذاتی کا تقاضا ہے ظہور اُس کا

نہ آتے گر محبّت میں تو ہم اُس کو کہاں پاتے

حدیثِ قدسی "کُنتُ کَنزاً مَخفِیاً فَاَحبَبتُ عَن اُعرَفَ فَخَلَقتُ الخَلق" کا مفہوم کیسے پیارے انداز میں بیان فرمایا ہے۔ ذیل کے شعر میں "مَن عَرَفَ نَفسَہٗ فَقَد عَرَفَ رَبَّہٗ" کو سمجھانے کے لئے عجیب اور مؤثر انداز اپنایا ہے ؎

کیا جا رہے ہو دیکھنے کعبے کو زاہدو

خود کو جو دیکھ پاتے تو کچھ اور بات ہوتی

اے نظامی جب سے اپنی معرفت حاصل ہوئی

خود جرس خود کارواں اور خود ہی منزل ہو گیا

ایک مقام پر یُوں فرمایا ہے ؎

کیا ہے قطرہ جو گوہر بن کے ہوا غیرِ محیط

میں وہ قطرہ ہوں کہ جو ذوقِ گُہر سے گذرے

آپ نے غیریت کی نفی کا کیسا سبق دیا ہے۔ گوہر بن کر غیرِ محیط ہونے کی بجائے عینِ محیط رہنے کو ترجیح دی ہے۔ دیگر ذیل کے شعر میں اپنی نفی اور حق کا اثبات کتنے خوبصورت انداز میں بیان فرمایا ہے ؎

میری زباں پہ نظامی وہ خود ہے بول رہا

بیانِ حسن ہو میری کہاں مجال ہے یہ

تجدّدِ امثال کے مسئلہ کو بھی آپ نے نہایت آسان اور سادہ الفاظ میں سمجھایا ہے، ارشاد ہوتا ہے ؎

مشقِ خرامِ ناز سے موت و حیات ہے میری
آکے بنا گیا کوئی جا کے مٹا گیا کوئی

اسی موضوع کا ایک اور شعر عجیب کیفیت کا حامل ہے ؎

کارواں چلتے رہے نقشِ قدم کے پیچھے
وہ نشاں چھوڑ گئے ہیں کہ جدھر سے گذرے

ایک اور شعر میں تو کمال ہی کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

خرامِ ناز کے ملتے ہیں ہر قدم پہ نشاں
وہ کون ہے جو تری رہگذر میں کھو جائے

انسان کو مولا تعالیٰ نے احسنِ تقویم پر پیدا فرمایا ہے اور جامع جمیع مراتب بنایا ہے۔ دیکھئے آپ نے اس مضمون کو کتنے سادہ اور عام فہم الفاظ میں بیان فرمایا ہے ؎

کیا پوچھتے ہو حضرتِ انساں کا مرتبہ ہے یہ جمالِ یار سراپا لئے ہوئے

تنزیہہ میرا باطن تشبیہہ میرا ظاہر عکسِ رُخِ جاناں ہم صورت میری آئینہ

میری صورت میں آ گیا کوئی یُوں ہی پردے اُٹھا گیا کوئی

میری منزل میں کیا نہیں آیا ہاں مگر ماسوٰی نہیں آیا

الغرض دیگر دینی اور دنیاوی خدمات کے علاوہ آپ نے اصُولِ دین سمجھانے کی جو کوشش کی ہے بلکہ حق ادا کیا ہے اور عوام کے ایمان مستحکم کئے ہیں۔ یہ یقیناً اسلام کی ایک عظیم اور گراں قدر خدمت ہے۔ اس سے بڑھ کر ملتِ اسلامیہ کی اور خدمت ہو بھی کیا ہو سکتی ہے۔

آپکے حالاتِ زندگی " انوارِ نظامی " کے نام سے جنوری ۱۹۸۹ء میں شائع ہو چکے ہیں نیز زیرِ نظر آپ کا شعری مجموعہ موسوم بہ " پیامِ عشق " دینی خدمات کے علاوہ شعر و ادب کا بیش بہا سرمایہ ہے۔ اس کے لئے بلاشبہ آپ خراجِ تحسین کے مستحق ہیں اور اس کی بہترین صورت یہ ہے کہ ہم آپ کے ارشاداتِ گرامی کو سمجھیں اور اپنے ایمان مستحکم کریں جتنے ہمارے ایمان مضبوط ہوں گے اتنی ہی ہماری عملی صلاحیتیں راست اور مضبوط ہوں گی۔

آپ کا یہ شعری مجموعہ (پیامِ عشق) بلاشبہ ایک نادر تحفہ ہے۔ اہلِ تصوّف کے لئے مشعلِ راہ ہے اور صاحبِ ذوق اور صاحبِ علم و ادب حضرات کے لئے علومِ معرفت و حقیقت کا ایک خزانہ ہے۔ اس موضوع پر ذیل میں چند اشعار پیشِ خدمت ہیں ؎

آیا ہوں عدم سے مَیں جانا ہے عدم کو ہی
بس اتنا تو ہے میرا سادہ سا افسانہ
وہی صورتِ بشر میں آکر ہوا ہے ظاہر
جو حسین تجلیوں کا تھا چُھپا ہوا خزانہ

غیرِ خدا کی اس لئے مجھ کو خبر نہیں
جس سے میں دیکھتا ہوں وہ میری نظر نہیں
حُسن و جمالِ یار کہاں جلوہ گر نہیں
ہر ذرّہ ذرّہ وہ ہے ذرّہ مگر نہیں

فقط والسلام

احقر العباد سیّد محمد اشرف بخاری چشتی نظامی
خادمِ آستانہ بیت الامان گنج شریف مغلپورہ۔ لاہور

گذارش

تمام برادرانِ طریقت اور دوستوں سے گذارش ہے کہ اس کے علاوہ اگر کسی کے پاس قبلہ کا کوئی کلام ہو تو اس ناچیز کو مندرجہ ذیل پتہ پر ارسال فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں شاملِ اشاعت ہو سکے۔ مہربانی ہو گی

فقط والسلام

دُعاگو

سیّد محمد اشرف بخاری چشتی نظامی مکان نمبر ۲ گلی نمبر ۳
محلہ باباغازی پیر عقب ریلوے سٹیل شاپ مغلپورہ لاہور نمبر ۱۵

مختصر حالاتِ زندگی

واقفِ اسرارِ معرفت حضرت مولانا الحاج ابوالحقائق پیر سیّد امانت علی شاہ نظامی قدس سرہ

پیرِ طریقت حضرت مولانا ابوالحقائق پیر سیّد امانت علی شاہ نظامی ابن حضرت پیر سیّد برکت علی شاہ چشتی صابری قدس سرہما ۲۰ صفر المظفر، یکم اپریل (۱۳۲۲ھ/۱۹۰۱ء) بروز پیر موضع گلھوٹی سیّداں ڈاک خانہ کوٹ عیسیٰ خاں تحصیل زیرہ ضلع فیروزپور (انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب ۳۵ واسطوں سے حضرت امام موسیٰ کاظم قدس سرہ سے جاملتا ہے۔

چھ سال کی عمر میں والدِ ماجد کے ہمراہ کپور تھلہ چلے گئے اور پندرہ برس کی عمر میں اپنے تایازاد بھائی حضرت پیر سید نادر علی شاہ (خلیفہ مجاز حضرت خواجہ معظم دین مرولوی خلیفہ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدست اسرارہم) کے دستِ مبارک پر سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں بیعت ہوئے۔ بیعت کے بعد ظاہری اور باطنی علوم حاصل کیے اور درجۂ کمال کو پہنچے۔ ایک دفعہ عرس کے موقع پر مقررین بروقت نہ پہنچ سکے تو آپ کے مرشد حضرت پیر سیّد نادر علی شاہ قدس سرہ نے فرمایا "امانت علی! آج آپ ہی وعظ کیجیے" آپ نے معذرت کی کہ میں نے کبھی تقریر نہیں کی، لیکن مرشد کے اصرار پر اُٹھ کھڑے ہوئے، تائیدِ غیبی شامل حال ہوئی اور وعظ کا رنگ ایسا جما کہ سامعین محوِ حیرت رہ گئے، پھر کیا تھا، آپ نے باقاعدہ وعظ و تقریر کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اور آپ کے مواعظ کا شہرہ دور دور تک پہنچا۔ مرشدِ کامل نے آپ کو خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا۔

پیر صاحب کو وعظ و ارشاد میں یدِ طُولیٰ حاصل تھا۔ اکابر بزرگانِ دین کی طرح آپ بھی وحدت الوجود کے قائل تھے، نہ صرف قائل بلکہ بہت بڑے مبلغ بھی تھے۔ آپ اپنے اکثر و بیشتر خطابات میں اس مسئلے کو بڑی تفصیل سے بیان فرماتے، پیرایۂ بیان اس قدر دل نشین ہوتا کہ ایک عام آدمی بھی اس دقیق مسئلے کو سمجھ لیتا۔ مثنوی شریف پر ناقابلِ یقین حد تک عبور تھا۔ جب آپ مثنوی شریف کے اشعار اپنے مخصوص انداز میں پڑھتے تو سامعین کیف و مستی سے سرشار ہو جاتے۔ آپ کی تقریر اسرارِ تصوف کی آئینہ دار ہوتی تھی۔

پیر امانت علی شاہ عابد شب زندہ دار بزرگ تھے، نماز تہجد باقاعدگی سے ادا کرتے اور شریعتِ مطہرہ کی پیروی کو ہر وقت پیش نظر رکھتے۔ سخت سے سخت تکلیف کی حالت میں کبھی نماز قضا نہ ہونے دیتے۔ ہر جمعرات حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ کی بارگاہ میں حاضری دیتے اور ایک عرصہ تک ہر نوچندی جمعرات کو حضرت فریدالدین گنجشکر قدس سرہ کے آستانہ عالیہ پر حاضری دیتے رہے، بزرگانِ سلسلہ اور مشائخ کے عرس بڑے اہتمام سے مناتے۔

۱۹۴۰ء میں جامع مسجد عیدگاہ (جامعہ نعیمیہ) گڑھی شاہو لاہور کی انجمن کی استدعا پر آپ لاہور تشریف لائے۔ ۱۹۴۳ء میں گنج مغلپورہ لاہور کے چند احباب کے پیہم اصرار پر جامع مسجد شاہ کمال کی خطابت قبول فرمائی اور مسجد کے قریب آستانہ بیت الامان میں قیام پذیر ہوئے، یہ مسجد پہلے مختصر تھی، آپ کے تشریف لانے کے بعد خاصی وسیع و عریض اور خوبصورت بن گئی۔ آپ تادمِ واپسیں اسی مسجد میں اپنے ارشادات و مواعظ سے دلوں کی دنیا کو منوّر کرتے رہے۔

حضرت پیر صاحب شعر و سخن کا عمدہ ذوق رکھتے تھے اور نظامی تخلص کرتے تھے۔ ۱۹۵۶ء میں اہل و عیال سمیت حج و زیارت کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ آپ نے دربارِ رسالت میں منظوم ہدیۂ عقیدت پیش کیا جس کے چند اشعار درجِ ذیل ہیں۔

السلام اے مبتدا و منتہیٰ　　السلام اے مقتدا و پیشوا
السلام اے واقفِ علمِ لدُن　　السلام اے رازدارِ امرِ کُن
السلام اے مظہرِ نور و وجود　　السلام اے مظہرِ علم و شہود
السلام اے ناظرِ قلبِ حقیر　　ایں نظامیؔ گنہ گار و فقیر

۱۹۵۸ء میں حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار میں حاضر ہوئے اور سلام پیش کیا، چند اشعار ملاحظہ ہوں :۔

السلام اے مطلعِ انوارِ چشت　　السلام اے رہبرِ اہلِ بہشت
السلام اے ساقیِ جامِ الست　　السلام اے از جمالِ یار مست
السلام اے پیکرِ حسن و جمال　　السلام اے ماحیِ کفر و ضلال
ہو قبول اب تو نظامیؔ کا سلام　　آپ کا ہے یہ غلامانِ غلام

اردو میں بھی آپ نے طبع آزمائی کی ہے لیکن آبروئے قلم کو کسی دنیادار کی مدح و ثنا سے ملوث نہیں ہونے دیا، صرف بزرگانِ دین سے اظہارِ عقیدت کے لیے اشعار کو وسیلہ بنایا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ کی منقبت میں فرماتے ہیں ؎

رہا عمر بھر ہی مجھ کو تیرے نام کا سہارا　　اسی طرح رات گزری اسی طرح دن گزارا
سخی اور بھی ہیں بیشک یہ جہان چھان مارا　　ہو منگتوں کا آخر، تیرے در پہ ہی گزارا
کھڑا دیر سے ہوں در پر، مجھے بھیک دو خدارا　　یہ ہے لاج بھی تمہاری، ہے فقیر بھی تمہارا
تیرے در سے پل رہے ہیں کئی شاہ اور گدا بھی　　چہ شود اگر نوازی ز نگاہ ایں گدا را

ذرا دیکھ اے نظامیؔ کہاں خاک بوس تو ہے
تری ہے بلند قسمت، ہے عروج پہ ستارہ

حضرت بابا فرید الدین گنجشکر قدس سرہ کی شان میں فرماتے ہیں ؎

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی　　کہ تمہارے نام پہ ہے یہ ہماری کج کلاہی

تیرے در پہ سرنگوں ہیں شاہوں کے تاج شاہی
تیرے فقر پہ تصدق ہے ہزار بادشاہی

تیرا نعرۂ فریدی ہے قبول بارگاہ میں
مرے کان میں ہے آتی یہ صدائے صبحگاہی

ذرا دیکھ اے نظامی یہ ہے درگہہ فریدی گہہ
کہیں بٹ رہی ہے جنت کہیں بٹ رہی ہے شاہی

آپ کے مرید اور خلیفہ جناب سید محمد اشرف بخاری آپ کے مواعظ و خطبات کو قلمبند کر لیا کرتے تھے، یہ خطبات مختلف عنوانات کے تحت چھپ چکے ہیں، مثلاً تمیں خطبات پر مشتمل ذکر و فکر، کلمہ طیبہ، آئینۂ معرفت، تصورِ شیخ، حقیقت جامع، دعوتِ حق، شبِ قدر، شبِ معراج، رویت ہلال، سائنس اور مذہب اور مقام ولایت وغیرہ وغیرہ۔

حضرت پیر صاحب کے مریدین اور معتقدین کا حلقہ خاصا وسیع ہے۔ آپ کے چند خلفاء کے نام یہ ہیں :-

۱۔ صوفی عبدالرحیم دیوانہ، مصنّف حق کی پہچان، بھوگیوال، باغبانپورہ لاہور
۲۔ حاجی صوفی محمد عالم، شہداد پور ضلع سانگڑھ، سندھ
۳۔ سید محمد اشرف بخاری، محلہ حسین پورہ، آبادی کمہار پورہ لاہور

۸، محرم الحرام، ۵، مارچ (۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء) بروز جمعہ ۱۰ بجے صبح پیر سید امانت علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبِ حقیقی سے جا ملے۔ نمازِ جنازہ آپ کے چھوٹے بھائی حضرت پیر سید کرامت علی شاہ چشتی نظامی مدظلہٗ نے پڑھائی۔ مزار آستانہ بیت الامان گنج مغلپورہ لاہور میں ہے، مزار شریف پر خوبصورت گنبد تعمیر ہو چکا ہے۔

حضرت مولانا سید شریف الدین احمد شرافت نوشاہی مدظلہ العالی نے قطعہ تاریخ وصال کہا ہے ؎

جناب پیر امانت علی وحیدِ زماں
رفیقِ مجلسِ آں فخرِ انبیاء آمد

چو سالِ رحلت شیخ زماں شرافت جست
شہیدِ عشق امانت علی، ندا آمد[۱]

نوٹ:- یہ حالاتِ زندگی "تذکرہ اکابرِ اہلِ سنت" جلد اوّل صفحہ ۹۰ تا ۹۳ مرتبہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ العالی کے مطابق ہیں

بنامِ آں کہ او نامے ندارد
بہر نامے کہ خوانی سر بر آرد

(فریدالدین عطارؒ)

حمد و نعت

حمد

ابتدا جس کی نہیں ہے کوئی انجام نہیں
ذرّے ذرّے میں ہویدا ہے مگر نام نہیں

خوف ہے حد سے گذر جاتے نہ جوشِ وحشت
ترے دیوانے کو منزل پہ بھی آرام نہیں

ہر تعیّن میں وہی جلوہ نما ہے لیکن
دیکھنے والے اُسے دیکھتے ہیں عام نہیں

پھنس کے معلوم ہوئی معنی و صورت میں تمیز
میں سمجھتا رہا دانہ ہے کوئی دام نہیں

اپنی حیرانی پہ ہے فکر نظامیؔ باطل
منزلیں ہوتی ہیں طے گردشِ ایّام میں

حمد

کمالِ قُربِ رُو پوش ہے نقاب نہیں
وہ بے نقاب تو ہے پر وہ بے حجاب نہیں

سمجھ گیا ہوں میں تفسیرِ لَن تَرانی کو
یہ عینِ وصل کا پیغام ہے جواب نہیں

کسی لباس میں حُسنِ ازل کا آ جانا
یہ انکشافِ حقیقت ہے انقلاب نہیں

میں آئینہ ہوں تیرا اور پردہ دار بھی ہُوں
تو بے نقاب ہے گر میں تو بے حجاب نہیں

سرِ نیاز کی مجبوریاں ہے وجہِ سجود
وہ کامیاب ہے اس میں جو کامیاب نہیں

کرم سے اپنے نظامیؔ پہ ہو نگاہِ کرم
گناہ گار ہے اتنا کہ کچھ حساب نہیں

نعت

چھپا تھا جو پردوں میں عام آگیا ہے
کھلا گنجِ مخفی تمام آگیا ہے

جہانوں کا ربّ حمد جس کیلئے سب
محمدؐ خدا کا بھی نام آگیا ہے

کوئی واسطہ درمیاں میں نہیں ہے
زباں پہ خدا کا کلام آگیا ہے

وہ ہے عاشقی اور یہ محبوبیت ہے
کہ اُن پر خدا کا سلام آگیا ہے

جو ہے فضلِ باری جو ہے رحمتِ حق
وہ سب بن کے رحمت دوام آگیا ہے

وہ سب مرتبوں میں کہاں سے کہاں تک
وہ کرتا ہُوا یُوں خرام آگیا ہے،

خدا کا وظیفہ نظامیؔ یہی ہے
زباں پہ محمد کا نام آگیا ہے

نعت

حسین اور بھی کوئی جہاں میں تجھ سا ہے
کہ جس پہ خالقِ حسن و جمال شیدا ہے

ترے اشارے سے سورج بھی لوٹ آتا ہے
ترا اشارہ، اشارہ مگر خدا کا ہے

دوئی نہیں ہے، سلامت مگر ہے عبدیت
عجب مقام، مقامِ دنیٰ و ادنیٰ ہے

کھڑے ہیں سدرہ پہ جبریلؑ آج حیرت میں
مقامِ عبدیتِ شانِ مصطفےٰؐ کیا ہے

نبی کہوں تو وہ سدرہ پہ رہ گئے سارے
نبی نہیں تو پھر شانِ مصطفےٰؐ کیا ہے

مکاں کہوں تو ہے مخلوق لامکاں مخلوق
پرے ہے سدرہ سے اس سے کہو پرے کیا ہے

نہ عقل جائے نظامیؔ نہ فکر پہنچے ہے
جہاں وہ حق کا حبیب آج جا کے پہنچا ہے

نعت

وصلِ محبوب میں کچھ رشتۂ جبریلؑ نہیں
لِیْ مَعَ اللہ کے لئے حاجتِ تفصیل نہیں

بے گماں آپ ہیں آئینۂ حسنِ ربی
مَنْ رَاٰنِیْ کی یہ تفسیر ہے تمثیل نہیں

لاکھ ظاہر ہو وہ صورت میں محمدؐ بن کر
نور پھر نور ہے ہوتا کبھی تبدیل نہیں

میرے محبوبؐ سے اونچی کبھی آواز نہ کر
ہاں وہ گستاخ ہے جو واقفِ تعمیل نہیں

حسنِ احمدؐ نہ چھپا پردۂ بشریت میں
نور یہ وہ ہے کہ منت کشِ قندیل نہیں

آپ کس طرح نہ ہوں باعثِ تخلیقِ جہاں
نورِ احمدؐ سے کوئی فارغِ تحصیل نہیں

نعتِ احمدؐ ہے وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ بیشک
ہے یہ ارشادِ خدا رفعتِ تخلیل میں

ظلِ رحمان محمدؐ ہیں نظامیؔ جب
نصِ قرآن ہے یہ حاجتِ تاویل نہیں۔

نعت

چمکا جو سرِ اوجِ دنیٰ ماہِ مدینہ
ہے عرشِ بریں آج جلوہ گاہِ مدینہ

اللہ کی ہر چیز کہ ظاہر ہو یا باطن
ہیں مالک و مختار شہنشاہِ مدینہ

ہے زیب دہِ عرشِ بریں بزمِ رسالت
ہے عرش کی چوٹی پہ گزر گاہِ مدینہ

لَا اُقسِمُ نقشِ کفِ پا کی ہے بلندی
سدرہ سے پرے پوچھے کوئی راہِ مدینہ

کرتے ہیں شہنشاہ سگِ در کی غلامی
رہتے ہیں غریبوں میں مگر شاہِ مدینہ

سینا کی درِ پاک سے نسبت ہی بھلا کیا
افلاک سے اونچا ہے بہت کاہِ مدینہ

آغوش سے مادر کے سرِ اوجِ دنیٰ تک
ہر مرتبہ میں جلوہ نما شاہِ مدینہ

حق جلوہ نما شانِ نزدلی میں ہے دیکھو
ہو منزلِ اسریٰ یا جلوہ گاہ مدینہ

کعبے کی زیارت نہ تھی مقصود نظامیؔ
کرتا گیا آیا جو سرِ راہِ مدینہ

نعت

تری وہ شان ہے ذی شان مدینے والے
ہیں ملائک تیرے دربان مدینے والے

آپ ہیں مظہرِ رحمان مدینے والے
جانِ عالم کی بھی ہیں جان مدینے والے

تیری صورت کو خطِ نور سے لکھا حق نے
مصحفِ معنئ قرآن مدینے والے

تجھ کو زیبا ہے مگر جہتِ ربوبیّت سے
کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِی شَان مدینے والے

رحمتیں پھر کے تیرے روضہ سے کہتی ہیں مدام
پھر مدینے کا ہے ارمان مدینے والے

اِسمِ اَللہ کے مظہرِ کامل خود ہو
پھر ھُوَ اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ مدینے والے

احد و احمد و محمود و محمد سب کچھ
آپ ہیں حضرتِ انسان مدینے والے

تیرے نظامیؔ کے مقدر میں ہے کب تک ایسے
ہند میں رہنا پریشان مدینے والے

نعت

کھل جائے اگر عقدۂ اسرارِ محمدؐ
دیدارِ خدا صاف ہے دیدارِ محمدؐ

ہیں ارض و سما مورِدِ انوارِ محمدؐ
لولاک لما خطبۂ سرکارِ محمدؐ

اچھا نہ ہو اللہ کرے بیمارِ محمدؐ
ہے جان سے پیارا غمِ آزارِ محمدؐ

کیا جانے کوئی اُن کے مراتب کی بلندی
ہے عرشِ بریں زینۂ سرکارِ محمدؐ

ہے زیب دہِ عرشِ بریں بزمِ رسالت
جبریلؑ آئیں خادمِ دربارِ محمدؐ

ہو چشمِ طلب نورِ الٰہی سے منوّر
پا جائے اگر جلوۂ دیدارِ محمدؐ

سمجھا نہ کوئی فلسفۂ رازِ محبت
اللہ کا طلب گار، طلبگارِ محمدؐ

ہے باعثِ تخلیقِ جہاں سرورِ عالم
ہے قُطبِ جہاں مرکزِ پرکارِ محمدؐ

اللہ سے مانگو تو محمدؐ ہی کو مانگو
اللہ کو پیارا ہے طلب گارِ محمدؐ

جو فاطمہؓ و حسنؓ و حسینؓ و علیؓ ہیں
ہے خُلدِ بریں خطۂ گلزارِ محمدؐ

میخانۂ بطحا کی ہے تاثیر نرالی
صدیقؓ ہوا جاتا ہے میخوارِ محمدؐ

بیمار نظامیؔ ہے اسی وقت شفا ہو
مل جائے اگر شربتِ دیدارِ محمدؐ

نعت

نشانِ بے نشاں نقشِ جمالِ کبریا تُم ہو
رموزِ کُنتُ کنزاً مخفیاً سے آشنا تُم ہو

مقامِ شوق میں حق نے کہا اَلحَقُّ مُشتاقٌ
ہوئے جو مسند نشیںِ قابَ قوسین و دنیٰ تم ہو

چھپا روزِ ازل حق نے جو اپنے آپ میں دیکھا
محمدؐ مصطفےٰ تم ہو وہ محبوبِ خُدا تُم ہو

کہاں وہ رَبِّ اَرِنی اور سُبحٰنَ الَّذِیٓ اَسرٰی
جوابِ لَن تَرَانِی وہ نویدِ مَاطغیٰ تم ہو

پکارا حق نے تم کو رحمۃٌ لِلعٰلمین کہہ کر
زمین و آسماں کے نورِ مشکوٰۃِ صفا تم ہو

خُدا نے حُسن کی تیرے وہ قسمیں یاد فرمائیں
کہ شرحِ آیۂ وَالَّیل شرحِ وَالضُّحٰی تم ہو

نظامیؔ عرض کرتا ہے دُرودِ پاک کا ہدیہ
کہ حقدارِ سلامِ کبریا صلی علیٰ تم ہو

نعت

جو جہاں کی ہیں بلندیاں ترے نقشِ پا پہ نثار ہیں
اے حبیبِ خالقِ دو جہاں ترے جلوے عرش سے پار ہیں

اُٹھے لاکھوں پردے شبِ دنیٰ تیرا حُسن پھر بھی رہا چھُپا
ترے ہر حجاب پہ جانِ جاں کئی لاکھ جانیں نثار ہیں

تُو زمیں میں ہے، تُو زماں میں ہے تُو عیاں بھی ہے، تُو نہاں بھی ہے
ترے حُسن کی ہی تجلیاں میری زندگی کی بہار ہیں

تری پردہ داریوں سے بنے کہیں انبیآ کہیں اولیاءُ
ترے ہر حجاب میں جلوہ گر کئی حسین آئینہ دار ہیں

کہاں نورِ رُوحِ امین بھلا، کہاں نُورِ حضرتِ مصطفےٰ
وہ مقیمِ سدرۃِ منتہےٰ وہ دنیٰ کے شاہسوار ہیں

جو ضیا شمس و قمر میں ہے جو وجود لوح و قلم میں ہے
تیرا حسُن جلوہ فروز ہے جو جہاں کے سارے دیار ہیں

غزلیات

ردیف ا تا ث

ماسوائے جو اٹھی میری نظر دیکھ لیا
تُو تو پردے میں رہا ہم نے مگر دیکھ لیا

منزلِ عشق میں پہنچے جو درونِ کعبہ
تجھ کو ہر سمت اِدھر اور اُدھر دیکھ لیا

میرے سجدوں کو ہوئی جب بھی کسی در کی تلاش
ذرّے ذرّے میں کھلا اُس کا ہی در دیکھ لیا

بس وہیں سجدے میں سر رکھ کے ہُوا سر بسجود
نقشِ پا جو بھی سرِ راہ گذر دیکھ لیا

عُمر بھر قدموں پہ ساقی کے رہا سر بسجود
جب سے مستی بھری نظروں نے اِدھر دیکھ لیا

ہوش میں آنا تو ممکن ہی نہیں ہے اب تو
بے ہُشی میں بھی وہی مست نظر دیکھ لیا

لن ترانی کی صدا حُسن کے پردوں سے اُٹھی
نالہ و آہ کا بھی ہم نے اثر دیکھ لیا

جب یہ دیکھا کہ کیا اُس نے ہے صورت میں ظہور
ہم نے اُس آئینے میں حُسنِ بشر دیکھ لیا

جل گیا تُو بھی نظامیؔ نہ کہیں غیر رہا
دردِ دل دیکھ لیا سوزِ جگر دیکھ لیا

پھر مجھے تیرِ نظر یاد آیا
درد کو زخمِ جگر یاد آیا

اللہ اللہ یہ جبیں سائی مری
سنگِ در کو مرا سر یاد آیا

جادہ پیما ہے مرا ذوقِ سجود
پھر جبیں کو ترا در یاد آیا

دیکھ کر قیس کی بربادی کو
اپنا بھولا ہوا گھر یاد آیا

خلق تو کہتی ہے دیوانہ مجھے
مست نظروں کا اثر یاد آیا

شمع روشن ہوئی پروانہ جلا
جب مجھے سوزِ جگر یاد آیا

ہر طرف شورِ قیامت اُٹھا
نالۂ وقتِ سحر یاد آیا

ہوش میں کیسے نظامیؔ آئیں
پھر کوئی مست نظر یاد آیا

میری منزل میں کیا نہیں آیا
ہاں مگر ماسوا نہیں آیا

کوئی منزل کی کیا خبر لائے
کارواں جو گیا نہیں آیا

جس نے اس راہ میں قدم رکھا
اُس کا ہی پھر پتہ نہیں آیا

بزم میں کیوں نہیں ہے آگ لگی
کوئی بھی دِل جلا نہیں آیا

اک تغیر کا منتظر ہے جہاں
کوئی مردِ خُدا نہیں آیا

وہ تو ہر رنگ میں نمایاں ہیں
مجھ کو ہی دیکھنا نہیں آیا

اُس کی منزل ہی گم رہی ہے جسے
کھو گیا پھر راستہ نہیں آیا

یُوں تو محفل میں سب ہی آتے ہیں
کوئی بھی آشنا نہیں آیا

سامنے اُن کے رہ گئے مٹ کر
وصل کا کچھ مزہ نہیں آیا

جستجو ہے کہاں نظامی ہے
آج تک کچھ پتہ نہیں آیا

میری نگاہ نے کیا کام لاجواب کیا
نگاہ نہ پا سکے جس کو بے نقاب کیا

سراپا حُسن کی تصویر بن سکے جو اُسے
جمالِ یار نے آئینہ انتخاب کیا

حیا سے دیکھنا اُن کا عجب کرشمہ تھا
جگر کو سوز دیا دِل کو آب آب کیا

میری نگاہ میں آکر سما گیا کوئی
حضورِ قلب سے میں نے جو انتساب کیا

نہ کوئی میرے سوا درمیاں نظر آیا
اُٹھا جو پردہ خود ہی کو بے نقاب کیا

لباسِ یار میں دیکھا ہر اک تعین کو
کمالِ عشق نے مجھ کو بہت خراب کیا

جبینِ شوق سے نقشِ قدم جُدا نہ ہوا
خرامِ ناز نے چارہ تو بے حساب کیا

غضب کیا ہے نظامیؔ نے یہ غزل کہہ کر
سُخن سُخن میں ہی دریا کو بس حباب کیا

میری منزل میں آخر محبّت کا مقام کیا
زبانِ یار سے میری زباں ہو کر پیام آیا

وہ کہنے کو ہے پوشیدہ سمجھنے کو ہے بے پردہ
وہ عکسِ جام در بادہ برنگِ بادہ جام آیا

بہت پوشیدہ ہیں غمزے محبّت کی نگاہوں سے
ہوا جو رازداں اُس کا وہی بس زیرِ دام آیا

میرے بننے بگڑنے کا نہیں اُس پر اثر کوئی
عجب ہے صورتِ آدم میں وہ حُسنِ دوام آیا

نہیں موقوف کچھ سجدوں پہ ہی ذوقِ وصال اپنا
کبھی وقتِ سجود آیا کبھی وقتِ قیام آیا

ہُوا فارغ شمارِ رکعت و سجدہ سے جب آخر
مجھے لطفِ نمازِ شوق بس بعدِ سلام آیا

نظامی شوق سے مِٹ کر ترے جلووں میں رہتا ہے
بنا تھا جس لئے آخر اُسی منزل میں کام آیا

نرگسِ مست کوئی یا رُخِ زیبا دیکھا
جس کو بھی دیکھا تیرا حسن سراپا دیکھا

تیرے جلووں کا عجب ہوش اُڑانا دیکھا
غش کے پردے میں دو عالم کا تماشا دیکھا

کُنجِ خلوت میں بھی اور صحرا بصحرا دیکھا
میری آنکھوں نے تجھے شوق سے ہر جا دیکھا

برہمن دیر میں زاہد بطوافِ کعبہ
جس کو بھی دیکھا تیرے درد کا مارا دیکھا

خارِ دشت، آبلہ پا آج ہم آہنگ ہوئے
شوق سے رقص میں کانٹوں پہ کفِ پا دیکھا

ہر قدم پہ ہی گماں ہوتا رہا منزل کا
تیرے جلووں کو بہر گام نرالا دیکھا

ایسی منزل میں نظامی ہے کہ خود ہی نہ رہا
بس جدھر دیکھا تیرا جلوہ ہی جلوہ دیکھا

جب تصور میں وہ غارت گرِ ایماں آیا
میکدہ دوش پہ پڑھتا ہوا قرآں آیا

مجھ پہ کرتے رہے وہ مشقِ ستم ہی لیکن
میری حسرت تھی وہی دل میں جو مہماں آیا

مجھ سے پردہ بھی رہا سامنے آئینہ بھی
زیرِ داماں لئے صد حشر کے ساماں آیا

میری دُنیا ہی بدل ڈالی محبت نے تیری
موسیٰ دہر بنا دل میں ارماں آیا

کیوں نہ ہر نقشِ قدم سجدہ گہہ شوق رہے
ہر گذر گاہ میں لے کر وہ نئی شان آیا

ہر ادا صورِ اسرافیلؑ ہے یا جلوۂ طور
آیا جس طرح بھی وہ درد کا درماں آیا

دردِ دل میرا تو محتاجِ دوا ہی رہا
حُسن جب ناز سے با زلفِ پریشاں آیا

حُسن بے پردہ ہوا بر سرِ محفل لیکن
پردہ داری کے لئے ناز نگہباں آیا

منزلِ یار وہ ہے جس کے غبارِ راہ سے
ہر گدا سر پہ لئے تاجِ سلیماں آیا

شوق سے ان پہ ہو قُربان نظامیؔ سو بار
ہاتھ میں لے کے وہ تلوار میری جاں آیا

جمالِ یار نے صورت میں آ کے لُوٹ لیا

حسین بن کے نظر میں سما کے لُوٹ لیا

بنا کے لُوٹ لیا اور مٹا کے لُوٹ لیا

نقاب میں کبھی، کبھی پردہ اُٹھا کے لُوٹ لیا

حجاب خود ہی بنا اور خود ہی اُس میں چھپا

میرے ہی پردے میں نغمہ سُنا کے لُوٹ لیا

کبھی جو کام لیا ضبطِ شوق سے میں نے

بنا کے مست مجھے مے پلا کے لُوٹ لیا

کسی کو کیسے بتاؤں وصال کی لذّت

مجھے نظر سے نظر کو ملا کے لُوٹ لیا

تمام عُمر تیری راہ گذار میں گذاری

کبھی جو آ کے بسایا تو جا کے لُوٹ لیا

نہیں نہیں مجھے شکوہ نہیں کوئی ہرگز

کرم کیا مجھے اپنا بنا کے لُوٹ لیا

تیری نوا سے نظامیؔ ہیں جان و دل زندہ

جہاں کو تُو نے محبت سکھا کے لُوٹ لیا

بے پردہ ہوئے مجھے جل جانا آگیا
جلتے ہی شمع جلنے کو پروانہ آگیا

مستی میں اُن کے ساتھ ہی میخانہ آگیا
نظریں شراب آنکھ کا پیمانہ آگیا

محفل کا تیری رنگ یہی دیکھتا ہوں میں
مستانہ آگیا کوئی دیوانہ آگیا

ہر ذرّہ ذرّہ مستِ مے لالہ فام ہے
دِل میں خیالِ نرگسِ مستانہ آگیا

مقصود تھی نمائش، لباس مختلف
بزم جہاں میں جلوۂ جانانہ آگیا

اے حُسنِ یار تیری تجلّی کے ساتھ ساتھ
جی جانا آگیا مجھے مرجانا آگیا

ہوش و خرد کو کھو کے ہوا مجھ پہ فیضِ عشق
خود سے گذر کے یار کو پا جانا آگیا

دام آشنا ہُوں ذوقِ اسیری میں کس قدر
اُڑتے ہوئے فلک پہ نظر دانہ آگیا

تصویرِ یار دل میں نظامی نے کھینچ لی
کعبے میں گویا پھر سے صنم خانہ آگیا

اس فریبِ حسن میں ہم آئیں کیا
خواب کی باتوں پہ ایماں لائیں کیا

اک حقیقت بن گیا حسنِ مجاز
سر کو اب سجدے سے ہم سرکائیں کیا

ہے تصور ہی تصور میں کوئی
کھینچ کر تصویر ہم دکھلائیں کیا

ایک ہی سجدے میں منزل طے ہوئی
ایک ہی منزل میں پھر پھر آئیں کیا

لمحۂ فکرِ فنا ہے زندگی
زندگی کا راز ہم سمجھائیں کیا

آشیاں برباد ہی رہنے دے اب
تنکا تنکا بھی اُٹھا کر لائیں کیا

مستیاں اب تک ہیں چشمِ یار میں
طور والے ہوش میں پھر آئیں کیا

لیس للانسانِ الاّ ما سعیٰ
گتھیاں تقدیر کی سلجھائیں کیا

اور ہی منزل میں لے چل اے جنوں
ایک ہی منزل میں چکر کھائیں کیا

رحمتیں ہیں آستانِ یار پر
اے نظامیؔ لوٹ کر پھر آئیں کیا

مقصدِ عشق بر نہیں آتا
خود سے جاؤں گذر نہیں آتا

جو نظر ایک بار آتا ہے
پھر کبھی عمر بھر نہیں آتا

میری منزل میں کونسا ہے مقام
جو سرِ راہ گذر نہیں آتا

میرے سجدے ہیں ایک ہی در پر
گھومنا در بدر نہیں آتا

جبکہ نظروں کا غیر ہی وہ نہیں
کیا ہوا اگر نظر نہیں آتا

وہ تو ظاہر ہے کیا کرے کوئی
دیکھنا ہی اگر نہیں آتا

وصل ہی وصل ہے فراق نہیں
صبر مجھ کو مگر نہیں آتا

اپنا پردہ ہٹا کے دیکھ ذرا
تو وہ ہے جو نظر نہیں آتا

منزلِ یار میں نظامی کو
ماسوا کچھ نظر نہیں آتا

بزمِ عشاق میں ہے نورِ ضو فشاں میرا
یار اک شمع ہے اور دل ہے شمعداں میرا

چار تنکے ہیں زمیں پر بھی نہیں شاخ پہ کہیں
برق نے کس لئے تاکا ہے آشیاں میرا

اک طرف دیر ہے اور ایک طرف کعبہ
راہ گم کردہ ہے منزل پہ کارواں میرا

سجدہ کرنے کے لئے کعبے کا پابند نہیں
تیرا ہر نقشِ کفِ پا ہے آستاں میرا

سنگِ در، نقشِ قدم، دیر و حرم، منزلِ یار
جستجو میں تیری سجدوں کا ہے نشاں میرا

جس نے رکھا مجھے گردش میں زندگانی بھر
سرِ زمیں درِ جاناں ہے آسماں میرا

عرش کی سیر بھی کی، طور بھی دیکھا لیکن
دل کبھی ہو نہ سکا دل سے رازداں میرا

میری قسمت میں نظامیؔ جو ہوا دامنِ یار
تھام کر رکھ نہ سکا دستِ ناتواں میرا

تمام عُمر کچھ ایسے خیالِ یار رہا
کہ بعدِ مرگ بھی ہر ذرّہ بے قرار رہا

سوالِ جبر رہا اور نہ اختیار رہا
میرے عمل کا کرم پر ہی انحصار رہا

کسی کا نقشِ قدم بن کے برقرار رہا
وہ خاکِ پا ہوں کہ وقفِ خرامِ یار رہا

میرا مقام پسِ مرگ راہگذار رہا
وہ خاکسار ہوں کہ بر سرِ ہم میرا مزار رہا

کمالِ سجدہ تو دیکھو کہ میرے سر کی جگہ
درِ نیاز پہ نقشِ خرامِ یار رہا

کسی کی زُلفِ پریشاں کا یہ تصرف ہے
ازل سے دامنِ ہستی جو تار تار رہا

یہ کس کی خاک ہے آخر جو گردِ راہ بنی
یہ کون ہے جسے مٹ کر بھی انتظار رہا

سرِ نیاز نے سجدوں کی انتہا کر دی
نشانِ در نہ رہا پھر بھی سجدہ بار رہا

عدم سے جانبِ ہستی نظامیؔ خستہ
تلاشِ یار میں وقفِ تلاشِ یار رہا

حسن گردیدۂ رضا نہ ہُوا
عشق رُسوا ہُوا بُرا نہ ہُوا

دل میں تھیں حسرتیں بہت لیکن
سامنے جا کے حوصلہ نہ ہُوا

کوئی صورت بھی دل میں آ نہ سکی
عُمر بھر دل سے تو جُدا نہ ہُوا

نقش جل جانا دل کے ساتھ تیرا
دردِ دل شعلہ آشنا نہ ہُوا

میرا جل جانا کچھ بعید نہ تھا
حُسن ہی برق آزما نہ ہُوا

جل گیا طُور کھو گئے مُوسیٰ
نقشِ فانی ہوا خدا نہ ہُوا

باہمی حسن و عشق کا جھگڑا
روزِ محشر بھی فیصلہ نہ ہُوا

ہو گیا عشق آسرا اُس کا
کوئی بھی جس کا آسرا نہ ہُوا

کیا ہُوا مجھ کو اور کیا نہ ہُوا
وصل بھی درد کی دوا نہ ہُوا

کوئی منزل نہیں محبت کی
وجۂ تسکیں مدعا نہ ہُوا

اس کو کہتے ہیں عشق کی دُنیا
اس میں جو آ گیا ہُوا نہ ہُوا

میں ہُوا ان کا وہ ہُوئے میرے
سازِ دل پھر بھی بے صدا نہ ہُوا

منزلِ شوق میں برابر ہے
کیا ہُوا نالۂ نارسا نہ ہُوا

گم ہوا ایسا راہ گذار میں ہے
میری ہستی کا نقشِ پا نہ ہُوا

چارہ جُز مرگ کیا نظامی تھا
شکر ہے درد لا دوا نہ ہُوا

نہاں ہو کر بتوں میں جب تیرا جلوہ عیاں نکلا
جسے بُت خانہ کہتے تھے وہ تیرا آستاں نکلا

یہ میری کم نگاہی تھی جو سمجھا غیر عالم کو
جو دیکھا اُس کا ہر ذرّہ مقامِ لامکاں نکلا

ہوا تنزیہہ سے تیری وجُودِ عالمِ تشبیہہ
وجودِ ذرّہ ناپید خورشیدِ جہاں نکلا

ہوا اِک ذاتِ وحدت سے وجودِ کثرتِ عالم
حباب و موج میں موجُود بحرِ بیکراں نکلا

گلُوں میں کب یہ خُوبی تھی کہ روتی بُلبلِ شیدا
سُنا جب نالۂ بُلبل اُسی کی داستاں نکلا

کیا پرواز جب اس عالمِ ناسوت سے میں نے
مقامِ عالمِ لاہوت میرا آشیاں نکلا

بہت مدت رہا پھرتا تلاشِ یار میں سیّدؔ
جو دیکھا اُس کو پہلے ہی میں اُس کا رازداں نکلا

نوٹ : آپ پہلے سیّد اور امانت تخلص فرمایا کرتے تھے

ہم نے بُت خانہ میں بھی تعمیر کعبہ کر دیا
جس جگہ دیکھا تجھے اُس جا پہ سجدہ کر دیا

مچ رہی ہے ہاؤ ہُو ہر سمت میخانہ میں
جام و ساغر میں جھلک تیری نے سودا کر دیا

کوئی ٹھکراتا ہے پتھر سے جبینِ شوق کو
کوئی کعبہ میں تیرے جلوے نے شیدا کر دیا

عشقِ لیلےٰ میں مرا، کوئی چڑھایا دار پر
تیرے پردے نے جہاں میں حشر برپا کر دیا

یہ تو ادنیٰ سا کرشمہ ہے تیرے انداز کا
اِک نظر دیکھا جسے بندے سے مولا کر دیا

اے مسیحا تُم نہیں رکھتے علاجِ دردِ دل
میں بھی کیا مردہ ہُوں جو تُم کہہ کے زندہ کر دیا

تو ہی اک سیّد نہیں پھرتا تلاشِ یار میں
سارا عالم ہے یُونہی اُس نے تماشا کر دیا

مجھے تُو ہی اپنا پتہ بتا جہاں سر کو رکھ کے کروں دُعا
ہو سنگِ کعبہ یا بُتکدہ میری آنکھ ہو تیری آشنا

تیرا در کہیں میرا سر کہیں تو کہیں رہا میں کہاں رہا
رہا سجدہ کرتا میں غیر کو میرے دل میں ہی تو چھپا رہا

تیرا راز ہی اک راز ہے کھُلے گر جہاں میں ہو تو ہی تُو
کروں بُتکدہ میں بیاں اگر تو کہے صنم بھی خُدا خدا

کروں سجدہ وہ کہ رہوں نہ میں جہاں سر جھُکا دُوں ہو تُو عیاں
کہیں بُت کو سجدہ کروں جو میں دُوں صنم کو خانہ خدا بنا

تو نماز پڑھتا ہی تھک گیا نہ صنم ملا نہ خدا مِلا
میری وہ نماز ہے زاہدا سرِ دار چڑھ کے کہوں اَنَا

اے کوہ و دشت میں ہے کیا تُو ہے کون کس کی تلاش ہے
ذرا پُوچھ سیّدِ زار سے جسے گھر میں اپنے خدا مِلا،

نگاہِ عشق میں ہیں راز کیا کیا

ہے رُوئے یار کیا زلفِ دوتا کیا

نہ ہونا ہی پسند آیا ہے اُن کو

جو ہوتا میں تو تسلیم و رضا کیا

جلا کر ہی مری ہستی کو چھوڑا

مرے سجدوں کی ہے آخر جزا کیا

وہی زندہ ہے مُردہ ماسوی اللہ

ہے سازِ زندگی نغمہ سرا کیا

من و تُو کو مٹانا چاہتا ہُوں

شبِ وصل اور بھی ہوتی دُعا کیا

نظر آتے ہیں ہر ذرّے میں جلوے

بُرا کس کو کہوں میں اور بھلا کیا

فنا کی لذّتوں سے آشنا ہُوں

وصال و قرب سے ملتا مزّہ کیا

وہی ہے ظاہر و باطن بلا شک

تو پھر میں نہ ہُوا تو پھر ہُوا کیا

نظامیؔ جانتا ہے سِرّ منزل

فنا ہوتی ہے کیا اور ہے بقا کیا

دمساز کو سمجھتا ہوں واقف ہوں ساز کا
محرم ہوں اس لئے میں نواہائے راز کا

محشر ہے تیرا سلسلۂ قامت دراز کا
ہے کائنات تذکرہ زُلفِ دراز کا

منزل میں راہ ملتا گیا اور پہنچ گیا
سجدوں کو میرے تیرا نشان پائے ناز کا

یوُں تو ہیں عشق و عاشق و معشوق ایک ہی
پردہ ہے درمیان میں راز و نیاز کا

اُٹھ جائے گر یہ ساجد و مسجود کا حجاب
کافی ہے پھر تو ایک ہی سجدہ نماز کا

منزل میں سر بکف ہیں ہزاروں ہی غزنوی
سر ہو سکا نہ معرکہ زُلفِ ایاز کا

مستی میں ہے نظامیؔ خستہ پئے بغیر
ہے فیض اُن کی چشم و نظر نیم باز کا

وظیفہ کر رہی ہے اللہ اللہ ہر زباں اپنا
گذرتا وادیٔ ایمن سے اب ہے کارواں اپنا

اگر ملتا ہے کوئی بے نشاں کا ہی نشاں ہے وہ
کہ ہم بھی ہیں نشاں اُسکے نہیں کوئی نشاں اپنا

مکاں و لامکاں میں وہ جہاں دیکھا وہیں ٹھہرے
کہاں آوارگانِ عشق کا ہے آشیاں اپنا

خرامِ ناز کا تیرے ہوں میں بھی ایک نقشِ پا
کہ ہر نقشِ قدم کو دیکھتا ہوں آستاں اپنا

اداؤں کو تیری اپنا کے ہم نے کیا مزہ پایا
تیرے طرزِ تکلم سے ہے یہ طرزِ بیاں اپنا

رموزِ اَقرب و اَنفُس کا جب عقدہ کھُلا مجھ پہ
ہوئے وہ رازداں میرے ہوا میں رازداں اپنا

نظامی عشق کی منزل کٹھن تھی ہو گئی آساں
ہوا وہ رہنما اپنا ہوا وہ پاسباں اپنا

تجھی کو اگر جلوہ فرما نہ دیکھا
تو جو کچھ بھی دیکھا وہ دیکھا نہ دیکھا

قدیم اور بے حد اُسے جب سے دیکھا
کہیں غیرِ اُس کا نہ پایا نہ دیکھا

تیری محفلِ حسن اور عشق یکتا
کہیں شمع دیکھی نہ پروانہ دیکھا

نظر ماسویٰ سے اُٹھی اس سے آساں
کوئی تیری منزل کا رستہ نہ دیکھا

میرے شوقِ سجدہ نے منزل میں تیری
کہیں بُتکدہ اور کعبہ نہ دیکھا

نظامیؔ بلندی و پستی میں جلنا
تیرے قرب کا یہ تقاضا نہ دیکھا

ادا و غمزہ سے چھپ چھپ کے چلنا تیغِ قاتل کا
تماشا دیکھنا ہے یوں کسی کو رقصِ بسمل کا

کہ جس کی وسعتوں میں عرش اک چھوٹا سا حلقہ ہے
کوئی اندازہ کر سکتا ہے کیا اِس وسعتِ دل کا

سرِ بام اُن کا شوخی سے پریشاں کرنا زلفوں کا
مجھے کرنا ہے یوں پابند زنجیرِ سلاسل کا

پتہ چلتا ہے تیرے جامعِ اضداد ہونے کا
قرینہ کیا تھا ورنہ باد و آب و آتش و گِل کا

بنائے عاشق و معشوق رکھی تیرے پردے نے
نہ لیلیٰ ہو نہ مجنوں ہو اُٹھے پردہ جو محمل کا

مجھے حد ہی میں رکھنا تھا اُسے بے حد ہی رہنا تھا
محیطِ بیکراں کو ورنہ کیا مطلب تھا ساحل کا

جمالِ یار کا آئینہ ہے وَنَفَخْتُ مِنْ رُّوحِیْ
نظامیؔ جوہرِ قابل ہے استعدادِ قابل کا

زُلف کو اور تابدار کیا
ایک غمزے سے ہی شکار کیا

سجدہ عاشق نے ایک بار کیا
ایک سجدے میں سر نثار کیا

حسن کا راز کھل نہ جائے کہیں
اس لئے مجھ کو راز دار کیا

حُسن بے تاب دیکھ کر میں نے
مذہبِ عشق اختیار کیا

واہ رے حُسن تیرا شوقِ ظہور
دامنِ عشق تار تار کیا

بعد مِٹنے کے بھی نہ یاد گئی
ذرّے ذرّے نے انتظار کیا

ہو کے ظاہر ہر ایک صورت میں
یُوں نظامی کو ہوشیار کیا

میری دُنیا میں انقلاب آیا
میرے گھر جب وہ بے نقاب آیا

میں نہیں ہوں کہا یہ جب میں نے
پھر بھلا کون ہے جواب آیا

خود کو میں نے سمجھنا جب چاہا
سامنے میرے نقشِ آب آیا

پردے اُٹھتے رہے میں چلتا رہا
ہر قدم پر میرے حجاب آیا

ذرّے ذرّے کو سنگِ در سمجھا
میرا ہر سجدہ کامیاب آیا

میں نے خود کو وہیں کھڑا پایا
جب بھی کھلنے کو تیرا باب آیا

تیرے جلوے نئے ہیں ہر ساعت
مجھ کو کچھ بھی نہیں حساب آیا

جب اُٹھا بارِ امانت کا سوال
میری قسمت میں انتخاب آیا

اے نظامیؔ تو محوِ دید رہا
جب کبھی وقتِ احتساب آیا

اُن کے پہلو میں میرے درد کا درماں نہ ہُوا
وہ تو پردے میں رہے حشر کا ساماں نہ ہُوا

لُٹ گئیں منزلِ جاناں میں ہزاروں جانیں
ذرّے ذرّے میں عیاں ہو کے بھی ارزاں نہ ہُوا

دونوں عالم میں کہیں اُس کو ٹھکانہ نہ ملا
جس کی قسمت میں ترا سایۂ داماں نہ ہُوا

عقل سے دُور رگِ جاں سے رہے میرے قریب
جب تلک میں رہا ملنا انہیں آساں نہ ہُوا

ایک ہی بار اُٹھا پردہ تو میں ہی نہ رہا
زندگی بھر مجھے پھر دید کا ارماں نہ ہُوا

دامنِ یار ہُوا چاک وہ بے پردہ ہوئے
کیا ہُوا ایں نہ ہوا میرا گریباں نہ ہُوا

ذوقِ صحرا کے لئے کافی ہے ویرانۂ دل
کیا ہُوا میرے لئے دشت و بیاباں نہ ہُوا

لاکھ سمجھایا نظامیؔ کو ہر اِک واعظ نے
کافرِ عشق رہا پھر بھی مسلماں نہ ہُوا

راز دارے چہ عجب راز دنیازے چہ عجب

بندہ و حق چہ عجب شاہ و ایازے چہ عجب

شجرِ طیبہ کہ علوش ز سرِ عرش بلند

اصلِ اُو اصلِ جہاں سرو درازے چہ عجب

سرمۂ چشمِ ملک گرد رہِ میرِ حجاز

ہر قدم روح فشاں نغمہ طرازے چہ عجب

پائے بوسد کہ زمیں ذاتِ خُدا خوردہ قسم

پائے بر عرش زدہ خاکِ حجازے چہ عجب

نُورِ احمدؐ کہ از و یافتہ ہر خلق وجود

صورتِ خلق مگر خلق نوازے چہ عجب

ذرّۂ نقشِ کفِ پائے محمدؐ خورشید

عبدِ بے سایہ ببیں ذرّہ نوازے چہ عجب

فہم کُن صورتِ احمدؐ از چنیں اے سیدؔ

کاشفِ معنٰیٔ حق نقشِ مجازے چہ عجب

کسی بھی چیز کے چہرے سے اُٹھ سکا نہ حجاب
کوئی حسیں ہے بے پردہ اندرونِ نقاب

وہ ذوقِ دید کی مستی وہ میرا ذوقِ سجود
کہ اُن کے سامنے سجدوں کا ہو سکا نہ حساب

خراب ہو کے بھی دامانِ آستاں میں رہے
خراب گھر ہو یہ مٹی ہو تیرے در پہ خراب

حباب گرچہ شناسائے بے کنار نہیں
مگر محیط سے باہر نہیں ہیں موج و حباب

نگاہ بیں ہیں وہی اور نگاہ بھی وہ ہیں
نقاب میں ہیں وہی اور ہیں وہ خود ہی نقاب

تیرے جمال کا آئینہ بن کے کام آیا
ہے میرے حق میں ظلوم و جہول کا جو خطاب

نہ پوچھ اس میں نظامیؔ خموش ہے عالم
ہے کون صورتِ خاک اور کون صورتِ آب

زآستانِ حرم تا بہ آستانِ حبیب
قدم قدم پہ پڑا لاکھ امتحانِ حبیب

میں جانتا ہوں مقاماتِ مدحِ شانِ حبیب
کہ میں ہوں روزِ ازل سے ہی مدح خوانِ حبیب

کرم ہو یا کہ عتاب اُن کی مہربانی ہے
نثار اُن کی ادا پر ہزار جانِ حبیب

میں ہر خطا پہ لئے جا رہا ہوں اپنا نام
وہ رازداں ہیں میرے، میں ہوں رازدانِ حبیب

جو راستے میں کہیں دیر ہے کہیں ہے حرم
عجب ہی شان سے گذرا ہے کاروانِ حبیب

ہر ایک رنگ میں جلوہ گری اُسی کی ہے
اسی سہارے پہ جیتے ہیں عاشقانِ حبیب

خرامِ یار کا نقشِ قدم نظامیؔ ہے
کہ پائے ناز سے پیدا ہے یہ نشانِ حبیب

بے پردہ ہو کے ایسے وہ آتے تمام شب
سجدے سے کوئی سر نہ اُٹھائے تمام شب

ظلمت کدۂ وصل میں مَیں اور تُو نہیں
وہ ایک ہو کے ایسے سمائے تمام شب

پا کر مقام رازِ ظلُوم و جہُول میں
سب غیریت کے پردے جلائے تمام شب

غلبہ تھا محویت کا شبِ وصل اس قدر
جیسے کہ کوئی خود کو نہ پائے تمام شب

جس سمت دیکھتا ہوں اُسے دیکھتا ہوں میں
بن بن کے صورتوں میں وہ آتے تمام شب

جاری تعینات کی صورت میں ہے خرام
افسانے ہر ادا کے سُناتے تمام شب

دیکھا ہے میں نے اُس کو نظامی لباس میں
وہ شمعِ بزم ہو کے جو آئے تمام شب

پہلو میں یار نیند نہ آئی تمام شب
تھا وصل میں بھی ذوقِ جدائی تمام شب

کل دیکھنا ہے جن کو وہ اب بے نقاب ہیں
یوں داستانِ حشر سنائی تمام شب

زُلفِ پریشاں یار کے چہرے پہ ہے نقاب
تھی ظلمتوں میں جلوہ نمائی تمام شب

شبِ تار بھی ہے سوزِ جدائی کا ایک ساز
ہوتی ہے جس سے نغمہ سرائی تمام شب

تنہائیوں میں دیکھنا خود کو تھا بے نقاب
میری مراد ایسے بر آئی تمام شب

اِس بزم میں تو کوئی بھی میرے سوا نہیں
اِس شان سے ہے شان دکھائی تمام شب

ناداں سمجھ کے مجھ کو نظامیؔ وہ بزم میں
کرتے رہے نقاب کشائی تمام شب

وہ آرہے ہیں بزمِ محبت میں بے نقاب
جب شمع جل اُٹھے گی تو اُٹھ جائیں گے حجاب

جب عشق ہو شباب میں غیرت پہ حُسن ہو
پھر کون ہے کہ جس کو ترے رُوبرُو ہو تاب

بنتا اگر ہے اُسی سے تو مٹتا اُسی میں ہے
ہوں عینِ بحر جیسے کہ دریا میں ہو حباب

موجود جب کہ تیرے سوا دوسرا نہیں
مجھ کو کیا ہے ہستیٔ موہوم نے خراب

خود کو مٹا کے تجھ کو تماشا کرے کوئی
مجھ کو کیا ہے اس لئے آئینہ انتخاب

صدقے میں اُس نگاہ کے جسکے کرم سے میں
ہوتا ہوں بارگاہِ محبّت میں باریاب

وہ بے نیاز حُسن تو اب تک ہے بے نیاز
میں نے کیا ہے دردِ محبّت کا ختم باب

مستی پہ میری اُٹھتی ہیں مستوں کی اُنگلیاں
ساقی نے دی ہے مجھ کو اس انداز سے شراب

بے پردہ ہو کے سامنے آنا ہے اپنا کام
ہوتا ہے فیضِ دید سے ہر ذرہ آفتاب

مستی میں کر گیا ہے نظامیؔ یہ راز فاش
بے صورتی ہے صورتِ عالم میں بے نقاب

میری نمود سے گلشن میں رنگ و بُوئے دوست
بہار آئی ہے بے پردہ آج رُوئے دوست

خیالِ یار نہ تھا اور نہ جستجوئے دوست
کہاں سے آئی کہاں لے کے آرزوئے دوست

اِسی نشاں سے ملا ہے نشانِ کوئے دوست
کہ پھُول پھُول سے ملتی ہے رنگ و بُوئے دوست

کشاں کشاں ہے میرا ذوق آج سوئے دوست
مٹیں اگر تو مٹیں جا کے رُوبروئے دوست

یہی ہے تاجِ سکندر و کلاہِ درویشی
لئے ہوئے مرا سر غبارِ کُوئے دوست

صدائے کُن سے ہیں پیدا ہزار ہا عالم
ہزار پردوں میں پھر بھی ہے گفتگوئے دوست

ہو اُن کے سامنے خاموش مثلِ آئینہ
تیری رضا میں نظامی ہے آبروئے دوست

ہر تعین جو نظر آتا ہے در کی صُورت
ہر جگہ کرتے ہیں سجدے بھی نظر کی صورت

میری منزل میں حجاباتِ شب و روز نہیں
اب تو کچھ اور ہی ہے شام و سحر کی صورت

راہ سیدھا ہے تیرے نقشِ قدم سے ملتا
نقشِ پا میں ہوں تیری راہ گذر کی صورت

تُو کہیں آیا نہ جاتا ہے مُسافر میں ہوں
تُو اگر ساتھ ہے پھر کیا ہے سفر کی صورت

اُن کے پانے سے بھی جو کم نہ ہُوا سوز مرا
اب تو کچھ اور ہی ہے دردِ جگر کی صورت

اُن کی صورت در و دیوار میں آتی ہے نظر
اُن کی صورت میں ہے بدلی ہوئی گھر کی صورت

ہے وہی یار نظامی تیرا ظاہر باطن
جو نظر آتا ہے اور نظر کی صورت

اُسی طرف سے ہیں آتے وہی ہے جانِ حیات
رواں ہے جانبِ محبوب کاروانِ حیات

نفس میں سوز ہو پیدا متاعِ نفس ملے
کہ درد و سوز ہے سامانِ جاودانِ حیات

حیات عشق ہے اور عشق ہے میری منزل
ہے عشق رازِ حیات اور پاسبانِ حیات

نگاہِ عشق میں زندہ ہے ہر جگہ معشوق
اُسے بھی موت نہیں ہے جو رازدانِ حیات

جو راہِ عشق میں ہے موت ماسویٰ اللہ کو
ہے ذرّے ذرّے سے ملتا مجھے نشانِ حیات

فنا فنا کے لئے ہے بقا بقا کے لئے
ہماری موت ہے کیا ہم ہیں کشتگانِ حیات

تیری حیات نظامی حیات ہے اُن کی
رہے ہمیشہ سلامت وہ آستانِ حیات

ردیف

ج تا م

کسی کی یاد میں دل اپنا سوگوار ہے آج
غمِ حیات، شبِ غم، غمِ نگار ہے آج

کسی کے غم میں میری آنکھ اشکبار ہے آج
تڑپ رہی ہیں نگاہیں کہ انتظار ہے آج

قفس میں یاد ستاتی ہے آشیاں کی مجھے
اسیر ہوں میں چمن میں دمِ بہار ہے آج

رواں تلاش میں ہر دم ہے کاروانِ حیات
کسی کا نقشِ قدم مری رہگذار ہے آج

مزید کس پہ پڑے گا مرا یہ دستِ جنوں
مرا تو چاک گریباں بھی تار تار ہے آج

وصال میں مجھے احساسِ ہجر ہوتا ہے
مری نگاہ حجابِ وصالِ یار ہے آج

شکایتیں ہیں نظامی کو اُس سے فرقت کی
سما سکے جو نہ پردوں میں پردہ دار ہے آج

کسی کی یاد میں میرا وہ حالِ زار ہے آج
میرا ہے نام فقط اگر تو یار ہے آج

وصالِ یار کا سر میں مرے خمار ہے آج
جبینِ شوق ہے اور آستانِ یار ہے آج

حیات محوِ جمالِ خرامِ یار ہے آج
کسی کے نقشِ کفِ پا پہ سجدہ بار ہے آج

نگاہِ حسن سے دل بحرِ بے کنار ہے آج
ہر ایک موج کے دامن میں شاہوار ہے آج

خوشا نصیب کہ محبوب در کنار ہے آج
غمِ حیات سراپا دمِ بہار ہے آج

شبِ وصال شبِ غم سے ہمکنار ہے آج
کہ عینِ وصل میں دل کو نہیں قرار ہے آج

ہے سوزِ شمع سے آخر یہ سوزِ پروانہ
جلا کے خود کو نظامی بھی خاکسار ہے آج

بہر صورت بُتے رامی پرستند
چنیں جلوہ گرے رامی پرستند

من عشقِ کافرم اُو حُسنِ کافر
چہ گبراں کافرے رامی پرستند

نہ سر دارند آناں سنگِ درِنے
سرے رانے درے رامی پرستند

نہ قیدِ کعبہ و بُت خانہ دارند
بہر جا داورے رامی پرستند

زباں تا دِل خیالِ یار دارند
نہ آں گاؤ خرے رامی پرستند

بغمزہ عاشقاں را حشر آرد
بجاں آں دلبرے رامی پرستند

نظامیؔ را توئی قبلہ و کعبہ
ہم نقشِ سرے رامی پرستند

بیا اے ذوق تا کہ سجدہ ہا باید چناں ریزد
جبیں باید کہ از ہر جنبشِ وے آستاں ریزد

نگاہِ ناز نا خواہم کہ مرگِ ناگہاں ریزد
خرامِ ناز تا بینم کہ از ہر گام جاں ریزد

بیا جاناں کہ می دارد سرِ من شوقِ پامالی
خراماں آ کہ بر نقشِ کفِ پا کارواں ریزد

اگر خواہی کہ من در بارگاہت سجدہ بر آرم
جبینے دہ کہ از ہر ذرّہ بر وے آستاں ریزد

اسیرِ زلفِ پیچانم رضائے دلبرے جویم
عمل دارم چنیں بے ساختہ بر وے جہاں ریزد

برون آور ز سینہ صد ہزاراں رازِ سربستہ
کہ از یک قطرۂ نابود بحرِ بیکراں ریزد

گذرگاہِ سوارِ گردشِ ایام افلاک اند
غبارِ راہ میدارم کہ از وے آسماں ریزد

کجا نارے کہ خاکستر کند آں طورِ سینا را
کجا نارے کہ از ہر شعلۂ اُو گلستاں ریزد

منِ بے چارہ و مسکین درِ رحمت کشا بر من
ز دامانِ تو قبل از آنکہ دستِ ناتواں ریزد

دمِ محشر کفیلِ ما غریباں رحمتش باشد
منم چوں معصیت دارم کہ بر روئے ذوالجناں ریزد

نظامیؔ سر نہادہ بر درت یک مدتے بگذشت
بصد شوق وادب خواہم زتن بارِ گراں ریزد
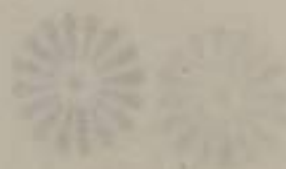
عالمِ رنگ و بُو میں ہے زور پہ حُسن کا نکھار
پیچ بہ پیچ زلفِ یار تازہ بہ تازہ روئے یار

ہر دم نئے ہی رنگ میں جلوہ نما ہے حُسنِ یار
اِس لئے شوقِ سجدہ بار سجدہ گذار بار بار

چھوڑا نہ حُسنِ یار نے ہرگز کہیں نشانِ غیر
اس سے بھی بڑھ کے اور کیا ہو گا مقامِ وصلِ یار

پردے اُٹھا کے سب کے سب بام پہ آ گئے ہیں وہ
شدّتِ جلوہ سے مگر میری نظر ہے پردہ دار

میری نظر کی آرزو سامنے اُن کی دید ہو
عینِ نظر وہ ہو گئے اس لئے ہے یہ بے قرار

ایسا حسین کہ ہر ادا سجدہ گہہ نگاہِ عشق
نقشِ خرامِ ناز وہ دیر و حرم ہیں رہ گذار

بہرِ ادب نظامیؔ خستہ تمیزِ خیر و شر
ورنہ خُوب و زِشت میں پیشِ نظر وہی نگار

ہو کر سراپا درد سحر گاہ دیکھ کر
وقتِ اثر ہے کھینچ ذرا آہ دیکھ کر

منزل کی راہ پا کے مَیں سجدوں میں کھو گیا
نقشِ قدم کسی کا سرِ راہ دیکھ کر

ایسا گُذر گیا ہوں کہ اب قافلے تمام
چلتے رہیں گے میری گذرگاہ دیکھ کر

حُسن و جمالِ یار تیری سربُلندیاں
قدموں پہ گر رہے ہیں شہنشاہ دیکھ کر

خطرے قدم قدم پہ نظامی ہیں بےشمار
پُرپیچ ہے یہ چلنا ذرا راہ دیکھ کر

مکاں و لامکاں ہو کر نشان و بے نشاں ہو کر
یہ کیسی پردہ داری ہے نہاں ہونا عیاں ہو کر

وہی جیتے ہیں دنیا میں حیاتِ جاوداں ہو کر
جو مِٹ جاتے ہیں راہِ عشق میں اک داستاں ہو کر

بیانِ معنوی ہوتا ہے لفظوں میں زباں ہو کر
ظہورِ بے نشاں ہوتا ہے صورت میں نشاں ہو کر

چھُپا تھا جو کہ بیرنگی میں بے نام و نشاں ہو کر
وہی بے صورتی اب رنگ لائی ہے جہاں ہو کر

تصرف رُوح کرتی ہے بدن میں لامکاں ہو کر
اِسی طرح وہ رہتے ہیں جہاں میں جانِ جاں ہو کر

بدل دے اے وفورِ شوق اب سجدوں کی کیفیت
جبیں رہ جائے اُن کے در پہ سنگِ آستاں ہو کر

یہ عالم سب کا سب کیا ہے فقط اُن کا تصوّر ہے
تصوّر ہو گیا ظاہر کوئی نقشِ نہاں ہو کر

مقامِ عالمِ لاہوت میرا ہر تخیل ہے
زبانِ دل سے جو نکلا زبانِ داستاں ہو کر

میں مل کے خاک میں بھی کھنچ رہا ہوں جانبِ منزل
لپٹ کر دامنِ منزل میں گردِ کارواں ہو کر

کسی کے داغِ غمِ عشق تصوّر رنگ لاتے ہیں
کہیں خُلدِ بریں ہو کر کہیں باغِ جناں ہو کر

جلتے ہیں آتشِ ہجراں میں اس دُنیا سے ہم جلتے
رہیں گے اب کسی دُنیا میں شمعِ آستاں ہو کر

نظامی چشمِ دل نے دیکھ کر کچھ پردہ داری کی
دگرنہ میں نہ ہوتا آشنا کیوں رازداں ہو کر

محبت کی دُنیا میں آباد ہو کر
انہیں ہم نے پایا ہے برباد ہو کر

کہیں اُس نے دیکھا کہیں ہم نے دیکھا
کہ دید میں ہیں وہ آزاد ہو کر

وہ قاتل تو ہیں پر وہ مجرم نہیں ہیں
انہیں جس نے دی جاں دی شاد ہو کر

ستم بھی تو اُن کا کرم سے ہے بڑھ کر
لُٹا جا رہا ہوں انہیں یاد ہو کر

خراماں جو وہ زلف لٹکا کے آتے
میرے دِل کو لُوٹا پری زاد ہو کر

ہے تجھ سے ہی ایجادِ عالم نظامیؔ
تُو آیا ہے عالم کی رُوداد ہو کر

تیری ہے رہگذر یہی اور چل اور گام سے گذر
محوِ خرامِ یار ہو اپنے خرام سے گذر
تُجھ کو کیا ہے یار نے جب کہ ظلوم اور جہول
تُو ہے اسیرِ زلفِ یار دانہ و دام سے گذر
ظاہر ہے کون ہر جگہ دیکھ اور غور کر ذرا
پہچان اُس کی ہے یہی ہر شے کے نام سے گذر
ایسے رکوع اور سجُود ایسے قیام اور قعود،
جس سے ہو ٹوٹتی نماز ایسے سلام سے گذر
صبح ازل سے ہے تیری شامِ ابد تلک گذر
قیدِ زمان سے گذر صبح سے شام سے گذر
کونسا ہے عمل تجھے جس کی جزا یہ مل سکے
خود میں جمالِ یار دیکھ حور و خیام سے گذر
مستی جمالِ یار کی مُوسٰی و طور ہیں گواہ
اُن کو بٹھا کے سامنے مینا و جام سے گذر
ہوش سے ہے تعلقِ رکعت و سجدہ و سلام
محوِ جمالِ یار ہو پیشِ امام سے گذر
منزلِ یار کا نشاں خود ہے نظامیؔ حزیں
خود میں تلاشِ یار کر رہبرِ خام سے گذر

میری نگاہ کو آزردۂ حجاب نہ کر

حجاب میں ہوں اُٹھا دے اسے خراب نہ کر

حُسین تلاش دہ کر کہ جو تا دوام رہے

حریمِ حُسن میں سجدوں کا پھر حساب نہ کر

اسی میں ذوقِ تماشا اسی میں ذوقِ سجود

تو بے نقاب نہ ہو مجھ کو بے نقاب نہ کر

میں خاک ہوں اسے رہنے دے خاکِ کوئے حبیب

بہشت دے کے تو مٹی میری خراب نہ کر

ہوں عینِ بحر مجھے عینِ بحر رہنے دے

تو مجھ کو خود سے جدا صورتِ حباب نہ کر

شمارِ رکعت و سجدہ ہے گر تجھے منظور

دکھا کے دید مجھے محوِ اضطراب نہ کر

تیری نماز نظامی ہے دیکھنا اُن کا

سرِ نیاز کو گردیدۂ ثواب نہ کر

"پردہ چہرے سے اُٹھا انجمن آرائی کر"

اقبال

علامہ اقبال کے اس مصرعہ سے متاثر ہو کر یہ غزل تحریر فرمائی :-

وہ تو بے پردہ ہے تُو پیدا شناسائی کر
کس کو کہتے ہو کہ آ انجمن آرائی کر

سنگِ در یول اُٹھا تیری تو منزل ہے یہی
شوقِ سجدہ نے کہا اور جبیں سائی کر

یہ تو ہو سکتا ہے تُو خود میں سمو لے مجھ کو
خود تو ہرجائی ہے تُو، مجھ کو بھی ہرجائی کر

جلوے ہر آن نئے آتے ہیں اور جاتے ہیں
ساتھ اِن جلووں کے تُو بادیہ پیمائی کر

اِس تماشا گہہ عالم میں کہا تھا کس نے
خود تماشا بنے اور خود کو تماشائی کر

عشق کہتے ہیں جسے حُسن کا ہے شوقِ ظہور
عشق کو کیسے کہا جائے کہ نہ رُسوائی کر

جب کہا تُو نے نظامی کو گرا سجدے میں
نقشِ عالم کو تصوّر مری رعنائی کر

سجدے میں کیوں نہ گر پڑے صورتِ یار دیکھ کر
جذبۂ شوق مرحبا ہو جا نثار دیکھ کر

رویا لپٹ کے سنگِ در میری جبینِ شوق سے
میرے سرِ نیاز کو محوِ خمار دیکھ کر

چھوڑا جلا کے ہی مجھے گرمیٔ سوزِ عشق نے
میری حکایتِ جنوں پروانہ وار دیکھ کر

گردِ رہ حبیب سے روتا رہا لپٹ کے میں
آئی جو یادِ کارواں اڑتا غبار دیکھ کر

میرا تصرفِ سجود بڑھتا گیا قدم قدم
منزلِ یار کے نشاں سلسلہ وار دیکھ کر

اور بھی کیف بڑھ گیا مستِ شرابِ دید کا
جلوۂ یار بے نقاب بر سرِ دار دیکھ کر

سجدے میرے لپٹ گئے سجدہ گہہ نیاز سے
دِل بھی میرا مچل گیا صورتِ یار دیکھ کر

بندِ قفس سے شاخ تک، شاخ سے آشیاں تلک
آتی ہے یاد بار بار فصلِ بہار دیکھ کر

سجدے میں ہی مچل گیا اب تو نظامیٔ حزیں
زندگی بھر نہ اُٹھ سکا صورتِ یار دیکھ کر

آباد ہوں میں تابِ رُخِ یار دیکھ کر
جیتا ہوں ذرّے ذرّے میں دیدار دیکھ کر

اُس کا میں سرِّ ہوں کہ نہیں جس کی انتہا
حیرت میں ہُوں میں خود کو پُر اسرار دیکھ کر

پاتا ہوں اپنے آپ کو منزل میں یُوں رواں
ہر آن میں مَیں خود کو سرِ دار دیکھ کر

کعبہ سمجھ کے اور نہ بُت خانہ جان کر
سر رکھ دیا ہے کوچۂ دلدار دیکھ کر

معلوم ہو گیا مجھے سب کا ہے اصل ایک
منزل میں ایک ساتھ گُل و خار دیکھ کر

غافل نہیں ہوں منزلِ جاناں میں آ کے میں
دم لے رہا ہُوں سایۂ دیوار دیکھ کر

کرتے رہے ستم پہ ستم اور خوش ہُوئے
میری وہ آزمائشِ آزار دیکھ کر

ہر چند مجھ میں ناز سے چھُپنا تھے چاہتے
ایسا نہ ہو سکا مجھے ہوشیار دیکھ کر

میں ایک نقشِ آب نظامی تھا درمیاں
اُس نے مٹا دیا مجھے بیکار دیکھ کر

بنتی نہیں ہے یار کو سجدہ کئے بغیر
سجدہ وہ کیا ہے سجدہ جو ہو سر دیئے بغیر

ہو کر قریب تر میری چشم و نگاہ سے
مجھ سے حجاب میں ہے وہ پردہ کئے بغیر

چھپنا وہ اُن کا دیکھ کر میرے حجاب میں
اب تک ہے میرا چاک گریباں سیئے بغیر

بے پردہ یار اور وہ محروم دید ہیں
گویا چلے گئے وہ جہاں سے جیئے بغیر

مستی برس رہی ہے نگاہوں سے اس لئے
کھلتا نہیں ہے رازِ محبّت پیئے بغیر

ہے فیضِ حسن یا کہ نظامیؔ کمالِ عشق
میں کھو گیا تصوّرِ جاناں کئے بغیر

بال و پر کھول ذرا جسم میں جاں پیدا کر
لامکاں سے بھی پرے اپنا مکاں پیدا کر

آسماں اور زمین تیرے اشاروں پر چلیں
خود ہی اپنے لئے اک اور جہاں پیدا کر

یار بے پردہ ہو اور دل کے حجابات جلیں
گرمیٔ عشق سے وہ سوزِ نہاں پیدا کر

ان چمن زاروں سے مانوس نہ ہو طائرِ جاں
آشیاں جس سے جلے طرزِ فغاں پیدا کر

نعرۂ عشق بتاں خاکِ حرم سے اُٹھے
بُتکدہ میں وہ نیا شورِ اذاں پیدا کر

اُن کی دُزدیدہ نگاہوں کا تصوّر کر کے
دل کے زخموں کے لئے تیر و سناں پیدا کر

دل کی دُنیا میں نہیں مشغلۂ لیل و نہار
ایک عالم نیا بے قیدِ زماں پیدا کر

کارواں منزلِ جاناں میں ہزاروں گم ہیں
نقش چھوڑ اُن کے لئے سنگِ نشاں پیدا کر

ایک طوفاں ہے نظامیؔ ترے دل میں پنہاں
جس میں بہہ جائے خودی سیلِ رواں پیدا کر

بے اختیار عشق ادب گاہ دیکھ کر
ہے سجدہ ریز حُسن کی بُتگاہ دیکھ کر

دھوکہ کسی مقام پر منزل کا جب ہُوا
تھاما ہے ہاتھ عشق نے گمراہ دیکھ کر

اُفتاد آ گئی مجھے منزل میں جب کہیں
ٹکرا گیا میں کوہ سے بس کاہ دیکھ کر

بے پردہ ہوں وہ یا کہ نظامیؔ نقاب میں
دیکھے بغیر ہے لُٹا گاہ دیکھ کر

سجدہ گہہ نیاز ہے جلوہ گہہ نگاہِ ناز

تیغِ برہنہ عشق سے کھلتے ہیں عقدہ ہائے راز

عقل و خرد سے ہے پرے میرا مقامِ بندگی

عشق میں ہوں شمار کیوں رکعت و سجدۂ نماز

عشق نہ ہو جہاں نہ ہو عشق نہ ہو زماں نہ ہو

عشق ہی جاں نواز ہے عشق ہی ہے جہاں طراز

لب سے کسی کے جُنبش ہے دم سے کسی کے ہے یہ سوز

موت و حیات ہر نوا کون ہے ایسا نے نواز

فکر کو کب دوام ہے ذوقِ نظر کو کب قیام

علم بھی اک حجاب ہے سب سے جُدا ہے تیرا راز

فیضِ وجود تجھ سے ہے جملہ تعینات پر

کس نے کیا تیرے سوا بابِ جہاں نواز باز

اپنا جمال آپ عشق اپنا نیاز آپ عشق

عشق نیازِ غزنوی ناز گہہ درِ ایاز

عشق نظامیؔ حزیں تیرا اگر شعار ہے

ہو جا نیاز مندِ عشق ہو جا نیاز مندِ ناز

روزے کہ درخرام شدہ کاروانِ عشق
بودم نیاز مندِ درِ آستانِ عشق

خونِ شہید مُردہ دلاں را دمِ حیات
روحِ رواں و جانِ جہاں کشتگانِ عشق

حق آفرید عشقِ بُتاں از برائے من
مشہور شدُ ز دردِ دلم داستانِ عشق

سوز و گدازِ عشق مپرس از حریمِ قدس
از خاک آفریدہ بداند بیانِ عشق

کے ماند رازِ حُسن پنہاں از و فورِ شوق
از گذشت تشنگیٔ کشتگانِ عشق

ہرگز در بہشت ز غیرت نہند پا
گویند زاہداں کہ نہ ہے بندگانِ عشق

آزادگان پائے بہ زنجیر آمدند
در بندِ زُلف چوں شدہ پابندگانِ عشق

من بندۂ نظامی خستہ سگانِ تُست
ہستم یکے بزمرۂ دارندگانِ عشق

میری وحشت کا رہے کوئی نشاں منزل تک
اس لئے سجدے کئے میں نے دمِ حاصل تک

چاہیئے ایسا سمندر کہ کنارہ نہ ملے
ناخدا چھوڑ کہ ہے تیری گذر ساحل تک

کربلا وادیٔ ایمن سے گذرنا بھی پڑا
منزلِ یار کا تھا فاصلہ میرے دِل تک

غلبۂ جوشِ جنوں تیرا کرم ہے مجھ پر
لے گئی ایک ہی اُفتاد مجھے منزل تک

چاہیئے وہ آنکھ جو پردوں میں بھی یکساں دیکھے
وہ نظر کیا ہے کہ جو کام کرے محمل تک

حُسنِ اعمال شرافت ہے نظامیؔ تیری
ورنہ انسان کی تعمیر ہے آب دگِل تک

قیامِ بزمِ جاناں ہے طلوعِ صبحِ کامل تک
میری بھی زندگی ہو یا الٰہی شمعِ محفل تک

رہا یونہی اگر شب بھر نظامِ انجمن باقی
سحر تک کارواں اپنا پہنچ جائے گا منزل تک

ہزاروں کربلائیں خون آلودہ ہیں منزل تک
مقامِ ابتدائے عشق سے لیکر میرے دِل تک

وہی کچھ ڈھونڈ لاتے ہیں جو غوّاصِ سمندر ہیں
وہ کیا جانیں گوہر جوئی جنہیں جانا ہو ساحل تک

نظامیؔ جلوۂ بے تاب خود پردے اُٹھا دیگا
تجھے تو دیکھنا ہے ناتواں نظروں سے محمل تک

نقشِ خرامِ ناز کی شوکت وشان ہے الگ
سجدہ گہہ نیاز ہے نام ونشان ہے الگ

تیری نماز اور ہے میری نماز اور ہے
قبلۂ دیں ہے الگ کعبۂ جان ہے الگ

وصل وفراق کے لئے شرط ہے دُوسرا وجُود
وصل وفراقِ عاشقاں اُس کا بیان ہے الگ

تیری اُڑان ہے اگر شمس وقمر تلک تو کیا
ہو جو زمان مکان سے پاک وہ تو جہان ہے، الگ

منزلِ عشق میں نہیں حدِّ مکان ولا مکاں
اِس سے بھی جو گذر گیا اُس کا مکان ہے الگ

اے کہ نظامئ حزیں تیرا مقام اور ہے
جس کا نہ ہو بیاں کوئی اُس کا بیان ہے الگ

ہے مقامِ دردِ دل سوزِ نہاں سب سے الگ
عاشقوں کی منزل، عشقِ بُتاں سب سے الگ

جس میں قربِ وصل و ہجراں کا نشاں ملتا نہیں
وہ جہاں سب سے الگ اُس کا بیاں سب سے الگ

کُنتُ کَنزاً مَخفیاً ہے راز سربستہ تمام
اس جہانِ راز کے ہیں رازداں سب سے الگ

جانتا ہے منزلِ جاناں کے وہ اسرار سب
مری منزل کا ہے میرِ کارواں سب سے الگ

طائرِ لاہُوت ہوں میں اے اسیرانِ قفس
گلستاں میرا الگ ہے آشیاں سب سے الگ

خواجگانِ چشتؒ کے فیضان کا ہے یہ اثر
ہے نظامیؔ کا قدم تا سر نشان سب سے الگ

گُلِ شگفتہ برنگِ بہار می بینم
منم ببیں کہ بہر جلوہ یار می بینم

نگاہِ یارِ من و تُو بغمزہ می سازد
خوشا جمال کہ من بار بار می بینم

بیک اداتے تو شد سینہ چاک چاک مرا
کہ زُلف بر رُخِ تو تار تار می بینم

نگاہ مست و لبِ لعل مست و جام بدست
نگار مست و ہمہ بادہ خوار می بینم

دوام فیضِ تو جاریست بہرِ تشنہ لباں
جہاں را بہ لبِ جوّے یار می بینم

خوشا نصیب کہ گردوں بپائے خود بینم
سرم بپائے سگِ کوتے یار می بینم

فرازِ عرش ببوسیدہ خاکِ زیرِ قدم
خداتے را بُرخت نگہدار می بینم

من و جہاں ہمہ پروانہ وار می سوزد
ترا بہ بزمِ جہاں شمع دار می بینم

بخاکِ نقشِ قدم خاک اے نظامی شو
کہ خاکِ نقشِ قدم تاجدار می بینم

حسن بے نقص و زوال عشق دوامے دارم

عاشقِ شمعِ ازل سوزِ مدامے دارم

اوست بے پردہ منم پردۂ رُوئے جاناں

پیشِ اُو سوختنم کارِ تمامے دارم

ہمہ ظاہر شدہ بے رنگ برنگِ صُورت

صورتم بیں کہ ز بے رنگ پیامے دارم

دم بدم جلوہ کُناں تازہ بتازہ شانے

گہہ بقا گاہ فنا مشقِ خرامے دارم

اے نظامیؔ ز ازل تا بہ ابد گامے یک

گردشِ روز و شب و صبح نہ شامے دارم

گدائے حُسن منم عشق مدعا دارم
مقامِ وصل منم ہجر آشنا دارم

چہ خُوب دردِ دلم جستجُوئے دارد
چہ خُوب یار منم نعرۂ اَنا دارم

ہنوز مرغِ دلم نغمۂ بلٰے دارد
برائے شورِ ازل گوش را رسا دارم

مپرس ذوقِ اسیریٔ ماز دانہ و دام
کہ تا بمنزلِ آں دوست حیلہ ہا دارم

عطائے عشق مرا از پئے ظلوم وجہول
جلائے آئینہ ام ذوقِ ابتلا دارم

دوائے دردِ محبت بنازِ تو جوئم
نیاز با سگِ کُوئے تو بے بہا دارم

منم کہ پیش ازیں آمدہ خیالِ ظہور
درونِ گنجِ مخفی با تو راز ہا دارم

بخاکِ کُوئے تو اُفتادہ ام باُمیدے
کہ شوقِ خاک شُدن بہرِ نقشِ پا دارم

منم نظامیؔ جمالِ نواز قدم تا سر
مگر بشوقِ تو در سینہ داغہا دارم

ہر قدم پر یہ ہو رہا ہے رقم

کارواں جا رہا ہے سوئے عدم

میری صورت میں اُن کا آجانا

کیا یہ صورت ہے وصلِ یار سے کم

بے کنارہ ہے عشق کی منزل

راہ میں سب ہی توڑتے ہیں دم

کفر ملت ہے میری جب سے ہُوا

سر میرا ہُوا آستانِ عشق پہ خم

ہر اشارے سے ہے وہی مقصود

خواہ پکارے گئے ہیں تُو اور ہم

سب ہی نقشے خرامِ ناز کے ہیں

ورنہ یہ بُتکدہ کہاں ہے حرم

اے نظامی یہی خدا سے مانگ

رہے غمِ یار ہی تیرا ہمدم

ہے نظامی تیرا کمندِ خیال

آ گئے زد میں جس کی لوح و قلم

معلوم ہے کہاں سے کہاں آگئے ہیں ہم
خود بے نشاں خود ہی نشان پاگئے ہیں ہم

میری ہی آرزو تھی وہ آوازِ کُن فکاں
رازِ درونِ بُتکدہ سمجھا گئے ہیں ہم

سارا جہان ہم میں اور ہم سب جہان میں
ساری ہی کائنات پہ یُوں چھا گئے ہیں ہم

پاکر جمالِ یار کے رُخ کی تجلّیات
ہر سُو تجلّیات کو برسا گئے ہیں ہم

جس وقت بے نیاز تھے اپنی صفات سے
اُس مرتبہ میں یاد اُنہیں آگئے ہیں ہم

عقل و خرد کو میری ہو منزل کی کیا خبر
تنہائیوں میں یار کی تنہا گئے ہیں ہم

صورت سے بے نیاز تھے جس مرتبے میں وہ
اس مرتبے میں یاد انہیں آگئے ہیں ہم

جبریلؑ کو وہاں کی نظامیؔ ہو کیا خبر
سدرہ کی رفعتوں سے بھی اونچا گئے ہیں ہم

مارے گئے کچھ ایسی نرالی ادا سے ہم

اے کاش بار بار مریں اس قضا سے ہم

موت و حیات کیا ہے کرشمے نگاہ کے

ہر آن کھیلتے ہیں فنا و بقا سے ہم

ہم جس قدر کہ جلتے رہے اُٹھ گئے حجاب

پہنچے ہیں دید تک تیری ہر جفا سے ہم

ہم کیا ہیں اور کیا ہے ہماری کائنات

مُنہ پھیرتے تو کیسے تمہاری رضا سے ہم

صدقے تیرے خرام کے مجھ کو مٹا بھی دے

پاتے ہیں تیری راہ تیرے نقشِ پا سے ہم

بھولا نہ اُن کا احساں نظامیؔ فنا کے بعد

ہر آن یاد کیا کئے مرحبا سے ہم

وابستہ ہو کے رشتۂ عشقِ بتاں سے ہم
ملتے ہیں اِس نشاں سے ہی اُس بے نشاں سے ہم

پُوچھا کئے یہ واعظِ آتش بیاں سے ہم
جانا کہاں ہے اور ہیں آئے کہاں سے ہم

پوشیدہ راز کر نہ سکے رازداں سے ہم
آگاہ اور ہو گئے رازِ نہاں سے ہم

نو واردانِ گُلشنِ ہستی بصد ادب
رسم و رواج پُوچھتے ہیں باغباں سے ہم

گر اُس کا راز میں ہوں تو وہ میرا راز ہے
گر ہم سے آشیاں ہے تو ہیں آشیاں سے ہم

مقصود تھا ظہُور خود اپنا ہی آپ کو
مشہور ہو گئے ہیں فقط داستاں سے ہم

منزل جنوں کی اور ہے عقل و خرد کا ساتھ
تنگ آ گئے ہیں چھوڑیئے اب پاسباں سے ہم

کشتی کا رُخ نظامیٔ خستہ ہے سُوئے یار
ساحل سے بے نیاز ہیں اور بادباں سے ہم

گذرے ہیں اب تو منزلِ دیر و حرم سے ہم
واقف ہوئے ہیں قبلۂ ابروئے خم سے ہم

کیا خوب آشنا ہوتے مشقِ ستم سے ہم
تعبیر کر رہے ہیں ستم کو کرم سے ہم

بُتخانہ جہاں میں چھپا ہے بُتوں میں وہ
رُو آشنائے یار ہیں روئے صنم سے ہم

سجدے میں سر کو رکھ کے کسی رہگذر میں ہم
منزل کی راہ پاتے ہیں نقشِ قدم سے ہم

موجود ہو کے تُو نے یہ سکھلا دیا سبق
جانا عدم کو اور ہیں آئے عدم سے ہم

میری نوائے سوز نہ ہو کیوں تیری نوا
نغمہ سرا ہیں یار فقط تیرے دم سے ہم

رُوئے سخن ہے تیرا نظامی جمالِ یار
تصویر کھینچتے ہیں کسی کی قلم سے ہم

نمی بینم کسے غیرے نمی دانم کجا ستم
بہ بینم ہر کجا یارے نمی دانم کجا ہستم

قیامے نے رکوعے نے سجودے محوِ دیدارم
منم چوں غرقِ دریائے نمی دانم کجا ہستم

بگردِ مرکزِ خود دائرہ بر دائرہ بینم
منم در وجد پر کارے نمی دانم کجا ہستم

خودم از بے خودی مستم سراپا اُو شدہ ہستم
انا الحق بر سرِ دارے نمی دانم کجا ہستم

ز جامِ عشق بد مستم ز چشمِ مست سر مستم
ز مستی گویم ایں رازے نمی دانم کجا ہستم

ز قیدِ ماسوئ رستم گُم اندر خویشتن گشتم
منم خود منزے یارے نمی دانم کجا ہستم

نظامیؔ نعرہ مستی زدی گُم خویشتن کردی
نہ بر منبر نہ بر دارے نم دانم کجا ہستم

ردیف ”ن“

غیرِ خدا کی اِس لئے مجھ کو خبر نہیں
جس سے میں دیکھتا ہُوں وہ میری نظر نہیں

روتی ہے اس لئے کہ ہے ناداں دُوئی پسند
آگاہ رازِ دل سے میری چشمِ تر نہیں

کوئی نہیں ہے ساجد و مسجود میں حجاب
سجدہ کہاں کروں کہ کہیں سنگِ در نہیں

آخر وہ راز کُھل گیا حبل الورید کا
کیا میرے آہ و نالہ میں اتنا اثر نہیں

ہر رنگ میں اُسی کو ہی پہچانتا ہوں میں
غیر آشنا ہو، شیوۂ اہلِ نظر نہیں

سدرہ پہ مصطفےٰؐ سے کہا جبرائیل نے
آگے تیری گذر تو ہے میری گذر نہیں

قطرے میں بحر، بحر میں قطرہ، ہُوں عینِ بحر
ذوقِ صدف گری تو ہے ذوقِ گہر نہیں

زاہد تمیزِ کعبہ و بُتخانہ چھوڑ دے
یا وہ جگہ بتا کہ جہاں جلوہ گر نہیں

پکڑے ہُوئے ہے ہاتھ نظامی کا جبکہ تُو
مجھ کو ہے خوف کس کا، تو کیا ہم سفر نہیں

میں دیکھتا ہوں جس سے وہ میری نظر نہیں
اُس کی تو ہے خبر مجھے اپنی خبر نہیں

حُسن و جمالِ یار کہاں جلوہ گر نہیں
ہر ذرّہ ذرّہ وہ ہے ذرّہ مگر نہیں

منزل نہیں، مقام نہیں، سنگِ در نہیں
ہم جس مقام میں ہیں کسی کو خبر نہیں

تیرے درِ نیاز پہ کیا میرا سر نہیں
ہے کونسا مکاں جو تیرا سنگِ در نہیں

اے جُستجوئے یار کہاں لے چلی ہے تُو
ہے آستانِ یار یہی رہ گذر نہیں

حیراں ہُوں میں کہ ہے یہ مجھے وہمِ غیر کیُوں
جب تُو ہی تُو ہے میں بھی نہیں تُو اگر نہیں

حیرت میں ہوں، مقام خرد سے گذر چکا
منزل نہیں ہے راہ نہیں راہبر نہیں

تیرا جمال وہ ہے کہ ہے ذرّہ ذرّہ تُو
میرا قصور ہے کہ میں دیدہ ور نہیں

جب سے ہوا ہے تیرا نظامیؔ نہیں ہے فکر
اندیشۂ قضا و سوالِ قدر نہیں

جو حُسن حشر بداماں نہیں تو کچھ بھی نہیں
جو عشق بے سروساماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

ہزار سال کرے گر کوئی رکوع و سجوُد
نگاہ بر رُخِ جاناں نہیں تو کچھ بھی نہیں

سنورنا زُلفِ پریشاں کا اک قیامت تھی
جو زُلفِ یار پریشاں نہیں تو کچھ بھی نہیں

تیرے خرام سے پیدا ہے کائنات تمام
تجلّیاں جو خراماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

میری نگاہ میں سجدہ ہے سوختہ جانی
نفس نفس دمِ سوزاں نہیں تو کچھ بھی نہیں

نصیبِ عشق جنوں کے سوا کچھ اور نہیں
تیرا جو چاک گریباں نہیں تو کچھ بھی نہیں

جہاں بھی سجدہ کرے اور جدھر بھی مُنہ پھیرے
جو ہر طرف رُخِ جاناں نہیں تو کچھ بھی نہیں

ہے جوشِ عشق نظامیؔ کچھ ان دنوں غالب
خرد جو چاک گریباں نہیں تو کچھ بھی نہیں

میری ہستی کبھی ہوئی ہی نہیں
ان کی ہستی کبھی چھپی ہی نہیں

نحن اقرب کہا ہے اُس نے تجھے
تُو نے یہ بات کیا سُنی ہی نہیں

میری صورت میں کوئی آیا ہے
میری صورت یہ خود بنی ہی نہیں

سارے جلوے اُسی کے جلوے ہیں
کوئی صُورت بُری بھلی ہی نہیں

وہ نظر غیر کو جو دیکھ سکے
میری آنکھوں کو وہ ملی ہی نہیں

جب سے تیرا جمال دیکھا ہے
غیر پر یہ نظر پڑی ہی نہیں

فرق کیا بُت کدہ و کعبہ میں
غیر کی جب تمیز کی ہی نہیں

کس کو لاتے ہو وصل کا پیغام
میرے نزدیک تو دُوئی ہی نہیں

یار بے پردہ اور وہ محروم
زندگی اُس کی زندگی ہی نہیں

مجھ پہ مستی میں راز کھُلتے ہیں
کیا بتاؤں کہ تو نے پی ہی نہیں

سب یہ کہتے ہیں اک نظامیؔ ہے
جس کو اپنی خبر ملی ہی نہیں

تیرے بغیر زندگی، زندگی نہیں
تیرا وجُود زندگی میرا وجُود ہی نہیں

کیوں نہ ہوں سجدہ ریزیاں کیوں نہ کٹیں سرِ نیاز
مشقِ خرام کے لیئے کیا یہ تری گلی نہیں

کیسا یہ نعرۂ فراق کیسا یہ شورِ ہاؤ ہُو
وصل سے کیا مراد ہے جبکہ کہیں دُوئی نہیں

رونقِ بزمِ عاشقی تیرا فریبِ حسن ہے
ورنہ نگاہِ شوق میں جلووں کی کچھ کمی نہیں

کاسۂ چشمِ اشتیاق پھیلا ہے در پہ اس لیئے
مجھ سے یہ تُو کہے کہ کیا تیری نظر میری نہیں

ساقیٔ مستِ ناز کی آنکھ سے ہے مِلی
لذّتِ مے کشی ہے کیا زاہدا تُونے پی نہیں

مستی میں راز کہہ گیا توبہ کو توڑ کے رہ گیا
بات نظامیؔ کہہ گیا ہوش سے جو کہی نہیں

مقامِ وصل میں بے تاب ہوں قرار نہیں
تڑپ رہا ہوں کسی کا بھی انتظار نہیں

نگاہِ شوق میں جلووں کا کچھ شمار نہیں
ہزار بار جو دیکھوں تو ایک بار نہیں

سوالِ دید پہ بولے کہ تابِ دید بھی ہے؟
اُٹھے جو پردہ رُ ہے تُو یہ زینہار نہیں

قدم قدم پہ نہ کیوں سجدہ ریز میں ہوتا
مری نظر میں کہاں نقشِ پائے یار نہیں

وہ رنگ لایا ہے ہر سمت ذوقِ نظارہ
کہاں وہ حُسن نہیں ہے کہاں نگار نہیں

قدم قدم پہ ہے منزل مگر نظامیؔ کو
کہیں قیام نہیں ہے کہیں قرار نہیں

سمجھ کے کہنا نظامیؔ یہ کیا کہا تُو نے
مقامِ منبر و محراب ہے یہ دار نہیں

تلاش ہے کوئی محرم نہیں ہے یار نہیں
سراپا راز ہوں میں کوئی راز دار نہیں

دوئی مٹا کے رہا پھر بھی غیر بن کے ترا
نیاز مند نہیں ہے وہ جو کہ سجدہ بار نہیں

مقامِ وصل میں ہو یا کہ مقامِ ہجر میں
ہے کون جو تری منزل میں بے قرار نہیں

میری نگاہ کو احساسِ غیر ہوتا ہے ،
میری نگاہ خود اپنی نگاہ دار نہیں

جمالِ یار سے آباد ہیں نظامی ہم
خزاں ہو جس کے لئے وہ میری بہار نہیں

وہ بارگاہ کہ جس کی کوئی مثال نہیں
میری نگاہ سے دیکھو کہاں جمال نہیں

اُٹھا کے اپنی نظر ماسوا سے دیکھ ذرا
وہی وہی ہے لیکن ہجر اور وصال نہیں

وہ تیری جاں سے بھی نزدیک تر ہے دُور نہیں
وہ ہے تو سوچ، نہ ہونا تیرا محال نہیں

میری نظر میں کہیں ماسوا تو تھا ہی نہیں
میرا خیال پُکارا کہ تیرا خیال نہیں

تلاش کرنا ہے بے صُورتی میں ناکامی
وہ رنگ و بُو میں نہ آئے تو پھر کمال نہیں

گذر گئے ہیں زمانے ہُوں میں وہیں کا وہیں
مرے حجاب تعین تھے ماہ و سال نہیں

مقام مجھ پہ نظامیؔ کھلا تو میں نہ رہا
وُہی وُہی ہے وُہی غیر کی مجال نہیں

خودسے میں دُور ہوں وہ مجھ سے مگر دُور نہیں

میں رہوں وہ نہ رہیں یہ مجھے منظور نہیں

سرہے قدموں پہ دمِ مرگ وہ بے پردہ ہیں

میری منزل میں جو جلوے ہیں سرِ طور نہیں

جب کبھی تیرے اشاروں نے ہی غمازی کی

کھول دُوں رازِ محبت یہ مرا دستور نہیں

کھینچ لائی ہے مجھے تیری اداؤں کی کشش

ہے یہ تسلیم و رضا فطرتِ مجبور نہیں

رونقِ بزمِ محبت ہے مری آہ و فغاں

ورنہ وہ میری رگِ جاں سے کبھی دُور نہیں

میری ہستی پہ فسوں تُو نے کچھ ایسا پھونکا

خاک ہو کر بھی تیرے درد سے بے نور نہیں

آنکھ اور کان مرے، میرے حجابات ہیں یہ

ورنہ جاں سے تو مری وہ کبھی مستور نہیں

وہ مجھے یاد ہے کہنا تیرا میں ہوں تیرا

میرا اقرار بھی کیا آپ کو منظور نہیں

جب سے پی تیری نگاہوں سے نظامی نے شراب

کون ہے میری نگاہوں سے جو مخمور نہیں

مستیٔ عشق سے گُوندھا ہے نظامی کا خمیر

خاک دل ہے جو تیرے عشق سے معمور نہیں

میری نگاہ کا اس میں کوئی قصور نہیں
تلاش جس کی ہے مجھ کو وہ مجھ سے دُور نہیں
شمارِ رکعت و سجدہ میں کچھ سرور نہیں
نماز کیا ہے کہ جس میں تیرا حضور نہیں
میں کون ہوں کہ کہوں شوقِ دید میں اَرِنی
سوال غیر کا ہرگز تیرے حضور نہیں
جمالِ یار سے غش کھائے جل کے خاک بنے
یہاں کلیم نہیں اور کوہِ طور نہیں،
مٹا دے مجھ کو سرِ بزم بے نقاب ہے تُو
تیرے حضور میں ہونا میرا ضرور نہیں
نہ علم و عقل رہے اور نہ ہوش ہے باقی
فقط جنوں ہے مگر تجھ سے بے شعور نہیں
تیری نگاہ نظامی سے لڑ گئی جب سے
میری نگاہ میں کچھ بھی مقامِ حُور نہیں

وہ پردہ دار بھی ہے اور پردہ دار نہیں

وہ آشکار بھی ہے اور آشکار نہیں

مرا ہی چاک گریباں نہیں ہے وحشت سے

ہے کون جو تیرے کوچے میں دلفگار نہیں

میرے حجاب تھے منزل میں علم و ہوش و خرد

جو کھو گیا تو کھُلا میں بھی غیرِ یار نہیں

میری نمود ہے کیا بے نقاب جب تُو ہے

نہیں نہیں میں نہیں ہزار بار نہیں

نہ پُوچھ رازِ محبّت کہ ہے یہ رازِ نہاں

سمجھ سکے ہیں تو دیوانے ہوشیار نہیں

نہ اُن کو دردِ محبّت نہ جستجوئے وصال

حریمِ ناز کے قدسی بھی رازدار نہیں

ہے آبِ اشک ہی دھوتا غبارِ چشمِ دُوئی

بغیر دید ہے جو آنکھ اشکبار نہیں

وہ سجدہ کر کہ نظامیؔ تو سر اُٹھا نہ سکے

یہ ایک بار ہی ہوتا ہے بار بار نہیں

میرے مقام سے آگاہ چشمِ زار نہیں
سُنا یا ردکے مرا حال راز دار نہیں

میرے جنوں کی خبر کیا ہے تجھ کو اے زاہد
تری نگاہ، اسیرِ نگاہِ یار نہیں

چھُپا ہے گا رُخِ یار کس کے پردے میں
مرے تو دامنِ ہستی کا ایک تار نہیں

ہر ایک ذرّہ محبت کا راز دار تو ہے
مگر یہ کیا ہے تیرے رُخ کا پردہ دار نہیں

رہے جو پردہ تو ظاہر ہے کائنات سبھی
اُٹھے جو پردہ تو پھر کچھ بھی آشکار نہیں

میری نگاہ جو پردہ ہے رُخِ جاناں کا
یہ راز دار ہے اُس کی وہ پردہ دار نہیں

بُتانِ دہر میں پایا تجھے نظامیؔ نے
تیری اداؤں کا کافر ہے دیندار نہیں

سوز سے خالی ہے دل درد سے بیدار نہیں
پھر نہ ہو کیسے کہ تو قابلِ دیدار نہیں

کون کہتا ہے کہ میں طالبِ دیدار نہیں
وہ مجھے دیکھنے آئیں میں طلب گار نہیں

تیر آتے ہیں کماں مجھ کو نظر آتی نہیں
کوئی اُس شوخ سا عالم میں کماں دار نہیں

دل میں رہتے ہیں مرے ہے یہ خدا کا احساں
دیکھنا اُن کا تو منت کشِ اغیار نہیں

اور گلشن ہیں جہاں پھول بھی ہیں خار بھی ہیں
یہ وہ گلشن ہے جہاں پھول تو ہیں خار نہیں

آج ہر ذرّہ نظر آتا ہے سرمستِ انا
کوئی منصور تو اس وقت سرِ دار نہیں

لُطف نظروں کا ہے نظروں سے ملا کر پینا
بزم میں تیری کوئی مجھ سا تو مے خوار نہیں

اس قدر ذوقِ طلب بڑھتا چلا جاتا ہے
دشتِ پُر خار میں بھی آتا نظر خار نہیں

اِس گذر گاہ سے گذرا ہے کوئی مستِ خرام
کوئی اس منزلِ جاناں میں خبردار نہیں

کون پاتا ہے نظامیؔ تیری منزل کا نشاں
کوئی رہبر نہیں، راہی نہیں، رہوار نہیں

ڈھونڈتے ہیں جس کو ہم اُس کا نشاں ملتا نہیں
لامکاں ملتا ہے پر اُس کا مکاں ملتا نہیں

اُس مسافر سے بھی بڑھ کر ہے کوئی حیرت زدہ
جس کو منزل پر بھی منزل کا نشاں ملتا نہیں

جس پہ گر کر تا قیامت پھر نہ اُٹھے سر میرا
وہ جبیں ملتی نہیں وہ آستاں ملتا نہیں

ہے اسیری میں بھی ہر دم تذکرہ صیّاد کا
جس میں ہو ذوقِ قفس وہ آشیاں ملتا نہیں

رفعتِ پرواز سے ہوں اُس مقامِ اوج پر
جس سے آگے اور کوئی آسماں ملتا نہیں

ہر قدم پہ گُم ہیں اس میں کارواں در کارواں
یہ وہ منزل ہے کہیں شورِ فغاں ملتا نہیں

شوقِ نظارہ مجھے منزل بمنزل لے گیا
ورنہ جس کی جستجو تھی وہ کہاں ملتا نہیں

سامنے اُس کے جو آیا اُن پہ مِٹ کر رہ گیا
جس میں رہتے ہیں وہ پردے میں جہاں ملتا نہیں

اُن پہ لاکھوں قتل کے الزام تھے عائد مگر
اُن کے دامن پر کوئی خوں کا نشاں ملتا نہیں

وہ حرم کو کھینچ کر لے جاتے سوئے میکدہ
اے نظامیؔ مجھ کو وہ شورِ اذاں ملتا نہیں

نمایاں جمالِ قدم دیکھتے ہیں
مگر غیر کو ہم عدم دیکھتے ہیں
تصوّر میں ہم آگئے ہیں کسی کے
اُسے اپنی صورت میں ہم دیکھتے ہیں
تصوّر میں تیرے فنا ہو گئے جو
وہ تجھ کو ہی سرتا قدم دیکھتے ہیں
وہی کوئے جاناں وہیں انکے سجدے
جہاں اُن کا نقشِ قدم دیکھتے ہیں
خدا نے عطا کی جنہیں چشمِ بینا
وہ ہر بُتکدے میں حرم دیکھتے ہیں
وہ ہر چیز میں نفحۂ جاوداں کو
حیّات آفریں دم بدم دیکھتے ہیں
وہ ہم منزلِ یار کے ہیں مسافر
سرِ راہ لوح و قلم دیکھتے ہیں
شہادت گہہ عاشقانِ محبّت
وہ تیرے ہی ابروئے خم دیکھتے ہیں
نظامی ہوئے راز دانِ محبّت
اِدھر اُن کی چشمِ کرم دیکھتے ہیں

جب عشق و محبت کے ساغر آنکھوں سے پلائے جاتے ہیں
میخانے وجد میں آتے ہیں ہستی میں سمائے جاتے ہیں

ہر گام نرالے جلوے ہیں ہر گام نرالی حیرت ہے
ہر گام پہ منزل ہوتی ہے ہر گام بھلائے جاتے ہیں

جس منزل میں ہم پہنچے ہیں وہ کیفِ بیاں سے باہر ہے
بے چون و چرا اس منزل میں دیدار کرائے جاتے ہیں

وہ سامنے ہوں یا پردے میں ہے کام تڑپنے سے اپنا
بیتاب محبّت دیوانے ہر حال جلائے جاتے ہیں

کچھ اُن کی اداؤں میں شوخی کچھ عشق و محبّت میں مستی،
بے پردہ جمال اور دیوانے اب ہوش میں لائے جاتے ہیں

کچھ اور اداؤں میں شوخی گر خاک ہو کوئی ہونے دے
مسجودِ ملائک سُنتے ہیں مٹی سے بنائے جاتے ہیں

جب ذوقِ اسیری نے مجھ کو پہنچا دیا دام و دانہ تک
اب میری خطا کے افسانے محفل میں سُناتے جاتے ہیں

اک میری خطا اور بخشش سے سو بار تقاضے رحمت کے
جنّت سے نکالا تھا جن کو اب پھر وہ بُلاتے جاتے ہیں

جب خاک نظامؔی ہو جاتے ہر نقشِ قدم بن کر زندہ
اس کوچۂ جاناں میں اکثر مُردے بھی اُٹھاتے جاتے ہیں

بھلا سکتا نہیں ہرگز وہ اکثر یاد آتے ہیں
نیستاں میں ملاقاتوں کے منظر یاد آتے ہیں

تصور میں میرے آنا تھا اُن کا میری صورت میں
جنہیں تھا شوق آنے کا مصور یاد آتے ہیں

کبھی وہ وقت تھا جب ماو تُو ہرگز نہ تھی باہم
مگر اب میں نہیں ہوں وقت کہہ کر یاد آتے ہیں

سماتا تھا اُنہیں چھپ کر کسی صورت کے پردے میں
مجھے تو اپنی صورت کے برابر یاد آتے ہیں

مجھے جانا ہے اب صورت سے بے صورت کی منزل میں
مجھے تو اب وہ پہلے سے بھی بڑھ کر یاد آتے ہیں

تعلق ہے مرے دل کا زباں سے لفظ و معنی کا
وہ دل پر یاد آتے ہیں زباں پر یاد آتے ہیں

تڑپتا ہے مرا ہر ذرّہ شوقِ دید میں مر کر
نظامیؔ کیا کرے اب بھی وہ مٹ کر یاد آتے ہیں

پی کر نگاہِ یار سے مستانے آدمی ہیں

زاہد نہ چھیڑ اِن کو یہ دیوانے آدمی ہیں

سرتا قدم ہیں پیکرِ حسن و جمالِ یار

دیکھ اِن کو بار بار کہ پہچانے آدمی ہیں

سر پہ اُٹھا کے بارِ امانت کا بوجھ یہ

کہتے ہیں اپنے آپ سے اَنجانے آدمی ہیں

پہچان اِن کو چشمِ شناسا اگر ملے

خود سے گذر گئے ہیں یہ دیرانے آدمی ہیں

جلتے ہیں سوزِ عشق میں خود کو مٹا گئے

حُسن و جمال یار کے نذرانے آدمی ہیں

لغزش ہے ہر قدم پہ مگر راہ ٹھیک ہے

منزل ہیں اپنی کتنے یہ فرزانے آدمی ہیں

آئے کہاں سے اور یہ جائیں گے اب کہاں

کیا جانیے یہ کیا ہیں یہ افسانے آدمی ہیں

دیکھو ہے اس نظامئ خستہ کا کیا مقام

دیکھو یہ اپنے آپ سے بیگانے آدمی ہیں

مقامِ دید میں کوہ و جبل برباد ہوتے ہیں
مگر ہم ہیں کہ اُن کی دید سے آباد ہوتے ہیں

خرامِ ناز سے اُن کے ہزاروں نقش پیدا ہیں
کرشمے ہر تجلّی سے نئے ایجاد ہوتے ہیں

تیرے ذوقِ اسیری سے میرا ذوقِ اسیری ہے
کہ جس ذوقِ اسیری سے قفس آباد ہوتے ہیں

میرا ذوقِ اسیری تو تلاشِ آشیاں میں ہے
تیرے ذوقِ تماشا سے قفس آباد ہوتے ہیں

بہر رنگے بہر صورت اُنہیں پہچان لیتا ہوں
کہ وہ مجھ کو بہر جلوہ نمائی یاد ہوتے ہیں

محبّت کے تقاضے ہیں میں صدقے اُن اداؤں پر
مقید ہو کے ہر صورت میں وہ آزاد ہوتے ہیں

نظامیؔ جنبشِ لب سے بھی پہلے ہو گئی مقبول
قریں وہ میری جاں سے بھی دمِ فریاد ہوتے ہیں

وہ موجود، موجود اوّل ہے آخر ہم اوّل عدم ہیں ہم آخر عدم ہیں
جو اوّل نہ آخر نہ ظاہر نہ باطن یقیناً وہ ہم ہیں یقیناً وہ ہم ہیں

مقام ایسا آتا ہے ہم سالکوں پر کہ ہر رنگ میں دیکھتے ہیں اُسی کو
وہاں نہ کوئی شیخ اور برہمن ہے وہاں نہ کوئی بتکدے اور حرم ہیں

تصور میں اپنے ہی گُم ہو گیا ہوں نہیں مجھ کو معلوم کیا ہو گیا ہوں
وہ اُم الکتاب ہوں کہ حرفوں میں جس کے یہ سب عرش و کرسی و لوح و قلم ہیں

مراد اس سے میری ہیں گنجِ شکر ہیں یا محبوبِ صابر ہیں میری نظر میں
نگاہوں سے جن کی ہوتے پار بیڑے زمانے میں ایسے بھی اہلِ کرم ہیں

ہوئی ابتدا جس کی منزل کی لا سے ہوئی انتہا جس کی منزل کی لاھُو
بتاؤ بھلا اُس کو کیا ما و تُو سے وہاں پر کہاں ایک دو بیش و کم ہیں

کبھی تو نے خود میں جو اپنے کو دیکھا محبت سے پہچاننا خود کو چاہا
تو فرمایا میں ہوں چھپا اک خزانہ تیری معرفت کے خزانے وہ ہم ہیں

اُنہیں دونوں ہاتھوں سے اپنے بنا کر ہوا جلوہ گر اُن میں خود ہی وہ آ کر
فرشتوں کے مسجود خاکی یہ پیکر کسی اور ہی بُت کدہ کے صنم ہیں

مجھے کیا خبر میری منزل کہاں ہے کہاں سنگِ در ہے کہاں آستاں ہے
نہ پُوچھو کہاں عاشقوں کا ہے کعبہ تصوّر میں اپنے ہی گُم ہو کے خم ہیں

نظامیؔ یہ سارے ہیں غائب کے نقشے وہ نقشے ہیں پھر ایک غائب کے نقشے
سمجھ لو یہ سارے اُسی کے ہیں نقشے جو میری ہی صورت میں سارے رقم ہیں

حریم ناز کے پردے اُٹھائے جاتے ہیں
مقامِ شوق میں ہم آزمائے جاتے ہیں

وہ آج آتے ہیں کچھ اس ادا سے محشر میں
جو مٹ چکے تھے وہی پھر بنائے جاتے ہیں

سراپا ناز ہے تو اور سرِ نیاز کو ہم
نظر تو آئے نہ آئے جھکائے جاتے ہیں

کمالِ جذب ہے وہ انتہائے منزل ہیں
ہم اس میں اور وہ ہم میں سمائے جاتے ہیں

نئی ادا سے وہ آئے ہیں پھر مٹانے کو
خرامِ ناز سے مُردے جلائے جاتے ہیں

بنایا اس لئے ہم نے چمن میں کاشانہ
سُنا ہے دام چمن میں بچھائے جاتے ہیں

مجھے ہے ذوقِ اسیری یہ کیا غضب کہ مجھے
گُل و چمن کے فسانے سنائے جاتے ہیں

سکھائے ذوقِ اسیری نے عشق کے انداز
کہ زیرِ دام سر و پر کٹائے جاتے ہیں

جمالِ یار تیرے رنگ و بُو کے میں قرباں
گذر گئے جدھر سے بسائے جاتے ہیں

نگاہِ ناز کے غمزے وہ الاماں کہ ہم
ہزار بار بنا کر مٹائے جاتے ہیں

کسی مقام پہ بھی ہو سکا نہ میرا قیام
قدم قدم پہ وہ پردے اُٹھائے جاتے ہیں

ہُوا ہے پیرِ حرم آشنائے میخانہ
حرم کے راز بُتوں کو سنائے جاتے ہیں

شبِ وصال بھی رو کر گذار دی ہم نے
کمالِ ذوق کی لذّت اُٹھائے جاتے ہیں

نصیبِ غیر ہو غیر آشنا تیرا ہونا
مقامِ عشق میں کب غیر پائے جاتے ہیں

نہ پُوچھ درد کا عالم نظامیؔ خستہ
بٹھا کے سامنے آنسو بہائے جاتے ہیں

نگاہِ عشق سے زندہ ہیں بس شرابی ہیں
تیری نگاہ کے مارے کبھی مرے بھی ہیں

تیری اداؤں پہ آئینہ دار مرتے ہیں
جمالِ یار تیرے پردہ دار ہم بھی ہیں

گذر گئے ہیں کئی اور گذرنے والے ہیں
جنابِ عشق سرِ راہ گذار ہم بھی ہیں

تو کیا سمجھتا ہے انسان کو حضرتِ جبریلؑ
کئی مقام گذر سے تیری پرے بھی ہیں

بنائے حشر یہی ہے بنائے دیر و حرم
وہ پردہ دار بھی ہیں اور بے نقاب بھی ہیں

جہانِ دید میں آتے ہیں اس ادا سے وہ
فریب خوردہ ہے ہر آنکھ وہ فریبی ہیں

ہزار شکر نظامی پہ ہے کرم اُن کا
گنہگار ہوں میں اور وہ حسابی ہیں

سرِ منزل لگائے تکیۂ دیوار بیٹھے ہیں

کہیں لے چل جنوں مدت سے ہم تیار بیٹھے ہیں

میری مجبوری فطرت نہ کیوں رنگِ عدم لائے

کہ مثلِ آئینہ ہم تو لئے آثار بیٹھے ہیں

اِدھر دیکھا نیا عالم اُدھر دیکھی نئی دُنیا

نہ جانے دل میں ہم کتنے لئے اسرار بیٹھے ہیں

نہ کیوں ہر فردِ بزمِ یار شمعِ نور ہو جائے

سرِ محفل ادھر وہ مطلعِ انوار بیٹھے ہیں

ہم آہِ شعلہ فگن سے لگا دینگے آگ دُنیا کو

دبائے اپنے سینہ میں بہت شرار بیٹھے ہیں

عدم کے آئینے میں اس لئے آتی ہیں تصویریں

کہ وہ پردہ کئے محوِ خیالِ یار بیٹھے ہیں

بلائے گردشِ دوراں ہے وہ اپنے مقدر میں

لئے ہم تو سکونِ مرکزِ پرکار بیٹھے ہیں

بہت مُدت سے اک نقشِ قدم پر سجدہ ریزی ہے

لئے ہم حاصلِ منزل نشانِ یار بیٹھے ہیں

تعیّن کو بدل کر آ نئی صورت میں جلوہ کر

فریبِ حسن دیوانے بہت ہوشیار بیٹھے ہیں

ظہورِ کثرتِ عالم ہوا جلووں کی کثرت سے

مگر وہ عینِ وحدت میں ہی جلوہ بار بیٹھے ہیں

تقابل ہے نگاہوں سے نگاہِ یار ملتی ہے

کہ مثلِ آئینہ محوِ خیالِ یار بیٹھے ہیں

تعلق شاخِ واحد پر ہی ہے خار و گل سے وابستہ

تیری محفل میں یکجا کافر و دیندار بیٹھے ہیں

تعارف کی ہو آسانی تیری بزمِ محبّت میں

نظامیؔ اس لئے پہنے ہوئے زنّار بیٹھے ہیں

غمزوں میں حسینوں کے کیا ناز نرالے ہیں

اے حسنِ ازل تیرے انداز نرالے ہیں

ہر رنگ میں آتے ہو حیرت پہ یہ حیرت ہے

پھر بھی نہیں کھلتے ہیں کیا راز نرالے ہیں

میرا نہ ملا مجھ کو جب کوئی نشاں سمجھا

منزل کے تیری جاناں غماز نرالے ہیں

آواز نہیں جس کی آواز اُسی کی ہے

کیا نغمے نرالے ہیں کیا ساز نرالے ہیں

تُو پاک ہے صورت سے تُو پاک تعین ہے

صورت میں تیرا آنا اعجاز نرالے ہیں

بے پر ہیں مگر دیکھو لاہوت پہ اُڑتے ہیں

منزل بھی نرالی ہے شہباز نرالے ہیں

نغموں میں نظامی کے آواز کسی کی ہے

دم ساز نرالے ہیں ہم راز نرالے ہیں

میں آیا نہیں ہُوں میں لایا گیا ہُوں
میں لا کر یہاں آزمایا گیا ہُوں

میں ہُوں اس لئے رازدارِ محبّت
کہ ہاتھوں سے اُن کے بنایا گیا ہُوں

کئی بار اُس شوخ کی ہر ادا پر
بنایا گیا ہوں مٹایا گیا ہُوں

تصوّر میں اُن کے میں یُوں کھو گیا ہُوں
کہ صُورت پہ اُن کی بنایا گیا ہُوں

میرے ذوقِ سجدہ نے منزل کو پایا
کسی نقشِ پا پر جُھکایا گیا ہُوں

بہم آئینے بالمقابل ہیں دونوں
وہ مجھ میں، مَیں اُس میں سمایا گیا ہُوں

نظامیؔ محبّت کا مجُرم ہُوں آخر
پکڑ کر سرِ بزم لایا گیا ہُوں

صفحۂ ہستی کی وہ رُوداد ہُوں
جس پہ قائم ہے جہاں بنیاد ہوں

دستِ قدرت کی عجب ایجاد ہُوں
خاک ہُوں لیکن حقیقت زاد ہُوں

میرا پروازِ تخیل دیکھنا
عالمِ لاہوت میں آباد ہُوں

جب نظر پہنچی حقیقت پہ میری
قید میں بھی قید سے آزاد ہُوں

ہوں بظاہر دیکھنے میں آب و گِل
در حقیقت مجمعٔ اضداد ہُوں

جو خیالِ یار میں آکر بسی
سب سے پہلی وہ بتوں کی یاد ہُوں

شیوۂ تسلیم ہے فطرت میری
تختۂ مشقِ ستم ایجاد ہُوں

جس نے چاہا حق سے عالم کا وجُود
میں وہ رحمت آفریں فریاد ہُوں

ہر طرف سے جب ہُوا میں بے نیاز
ہر نگاہِ شوق میں آباد ہُوں

حضرتِ انسان ہوں آئینہ تیرا
خود نہیں کچھ دید سے آباد ہُوں

اے نظامی سوچ کر رکھنا قدم
کہہ رہی ہے ہر ادا بے داد ہوں

تصوّر سے بنایا جا رہا ہوں

اداؤں سے مٹایا جا رہا ہوں

مجھے مارا ہے کچھ ایسی ادا سے

قیامت تک سلایا جا رہا ہوں

کچھ ایسا پیس ڈالا ہے جفا نے

نگاہوں میں سمایا جا رہا ہوں

میں وہ نقشِ قدم ہوں اس گلی کا

کہ سجدوں سے سجایا جا رہا ہوں

ہے جلووں میں وہ نیرنگیٔ کثرت

سرِ منزل بھلایا جا رہا ہوں

محبت کا ہوں وہ رنگین فسانہ

سرِ محفل سنایا جا رہا ہوں

کہ جس منزل کو تھا بھولا ہوا میں

اُسی جانب بُلایا جا رہا ہوں

میری جاں سے بھی ہے نزدیک تر وہ

مٹا کر پھر بنایا جا رہا ہوں

نظامی فیض ہے ان کی نظر کا

نگاہوں سے پلایا جا رہا ہوں

ساز ہُوں جُفتِ لبِ دمساز ہُوں

نغمہ نغمہ گوش بر آواز ہُوں

راز تیرا میں ہی تھا جو کھُل گیا

تو میرا اب راز ہے میں راز ہُوں

دیکھنے کو تیرے اپنی دِید کے

آئینہ ہُوں تیرا مشقِ ناز ہُوں

ہو کے ظاہر پردہ داری کے لئے

کہہ دیا مجھ کو کہ میں اِک راز ہُوں

اپنی ہستی سے گذر جاتا ہوں میں

تیری جانب درپئے پرواز ہُوں

آشیاں جس کے لئے کوئی نہیں

وادئ لاہوت کا شہباز ہُوں

اے نظامی کان دھر کے سُن ذرا

ساز ہُوں اور خود ہی میں آواز ہُوں

تیری نگاہ کے مارے تلاش کرتا ہوں
دِل حزیں کے سہارے تلاش کرتا ہوں

خبر نہیں مجھے بے گناہ یا کہ ثواب
تیری نظر کے اشارے تلاش کرتا ہوں

میں آئینہ ہوں تیرا تیرے رُو برو رہ کر
وہ بے نقاب نظارے تلاش کرتا ہوں

وہ ایک بار جو تُو نے مجھے پُکارا تھا
کبھی جو پھر تُو پکارے تلاش کرتا ہوں

ہزاروں قافلے منزل پہ اپنی جا پہنچے
میں نقش پا کو تمہارے تلاش کرتا ہوں

دوام بحر میں رہ کر نظامیؔ خستہ
میں ہُوں وہ موج کنارے تلاش کرتا ہوں

مقیم منزل جاناں ہوں یا مسافر ہوں
خبر نہیں کہ میں غائب ہوں یا کہ حاضر ہوں

میرے خیال و نظر کو محیط جب وہ ہیں
تو جس بطون میں ہوں باطن اسی میں ظاہر ہوں

نگاہِ شوق میں جب امتیازِ غیر نہیں
تو پھر یہ کیا کہ مُسلماں ہوں یا کہ کافر ہوں

کبھی مکاں میں کبھی لامکاں میں جا ٹھہرے
تیرا مقام سمجھنے سے میں تو قاصر ہوں

میری نگاہ میں میرا نشاں کہیں نہ ملا
وہ کہہ رہے ہیں کہ تُم پر محیط و قادر ہوں

شرابِ عشق جہاں سے پلائی جاتی ہے
وہ میکدہ ہوں وہ ساقی وہ جام و ساغر ہوں

میرا مقام نظامیؔ ہے عشق و مستی بس
مقامِ شوق میں عقل و خرد سے باہر ہوں

ہے کمال فقر و غنا ترا تو غنی ہے تو میں فقیر ہوں
نہ رہے دامِ فقر کا صید ہوں تیری ہر ادا کا اسیر ہوں

وہی حسنِ یار کا نور ہوں وہی شوقِ کُن کا ظہور ہوں
ہے نشاں میرا وہی بے نشاں وہ کمانِ عشق کا تیر ہوں

میری بندگی تیری یاد ہے میری زندگی تیری یاد ہے
تیری یاد سے ہی فقیر ہوں تیری یاد سے ہی امیر ہوں

تیری ہر ادا کا ہوں آئینہ تری مثل ہوں تری ضد ہوں میں
تیری ذات سے ہی سمیع ہوں تیری ذات سے ہی بصیر ہوں

ہے جو بے نشاں سے نشاں تلک نشاں سے جو بے نشاں تلک
جو کسی کو بھی نہ بھٹکنے دے تیرے راہ کی وہ لکیر ہوں

کسی جاں نواز کے دم سے ہی میری جل رہی ہے یہ شمعِ جاں
نہ کسی بھی پھونک سے بجھ سکے میں وہ نورِ شمعِ منیر ہوں

میں نظامیؔ گلِ پاک ہوں تیرے آستاں کی وہ خاک ہوں
جو اُٹھا ہو دونوں ہی ہاتھ سے اُسی خاک سے میں خمیر ہوں

اِدھر دیکھتا ہُوں اُدھر دیکھتا ہُوں
تُجھے دیکھتا ہُوں جدھر دیکھتا ہوں

پہنچ کر سرِ منزلِ یار دیکھو
رواں خود کو پھر سفر دیکھتا ہُوں

وہ میری نظر میں سماتے ہیں ایسے
جہاں سارا عکسِ نظر دیکھتا ہُوں

کوئی مجھ کو سمجھائے یارو کہاں ہُوں
نہ در دیکھتا ہُوں نہ گھر دیکھتا ہُوں

میں جب دیکھتا ہوں نہیں خود کو پاتا
کسی کی نظر کا اثر دیکھتا ہُوں

یہی تو نہیں اُستوائے علی العرش
برابر اُسے جلوہ گر دیکھتا ہُوں

نظامیؔ خدا کی قسم میں نہیں ہُوں
اُسے از قدم تا بسر دیکھتا ہُوں

میرا دِل حریمِ وصال ہے میں سراپا راز و نیاز ہوں
میری جان تجلّیٔ طور ہے میں کلیم کُشتۂ ناز ہوں

تھیں حقیقتیں ابھی کُن فکاں میری اُس سے پہلے ہے داستاں
جو خیالِ یار میں تھا نگیں میں وہ نقشِ فکرِ دراز ہوں

میں ازل سے ہوں تیرا آشنا تیری مشقِ ناز کا آئینہ
چھپا جس سے دیر و حرم میں تُو وہ خیالِ نقش طراز ہوں

کہیں ہوں میں شانِ خلیلؑ بھی وہ عدوئے شیوۂ آذری
کہیں پھر حرم میں صنم کدہ دلِ غزنوی میں ایاز ہوں

تُو مٹائے جا تو مٹائے جا مجھے سر ہلانا نہیں روا
وہ قتیلِ خنجرِ ناز ہوں وہ حدیثِ سوز و گداز ہوں

محوِ جمالِ یار کو اپنی خبر کہاں
اس دیدہ ور کو غیر سے ذوقِ نظر کہاں

مستِ شرابِ عشق کو اتنی خبر کہاں
منزل کہاں ہے، راہ کہاں، رہبر کہاں

ذوقِ سجود تشنۂ وصلِ حبیب ہے
سجدوں سے آشنا ہے تیرا سنگِ در کہاں

سوزِ دروں نے پردۂ محمل جلا دیا
لیلےٰ تلاش میں ہے کہ ہے نوحہ گر کہاں

ہے ارتباطِ سوزِ دروں ذوقِ دید سے
ورنہ جگر کہاں ہے میری چشمِ تر کہاں

میری ہیں کم نگاہیاں قیدِ تعینات
ورنہ مذاقِ مشربِ اہلِ نظر کہاں

آکر خرامِ ناز سے محشر بپا کرے
ذرّے تڑپ رہے ہیں کہ ہے فتنہ گر کہاں

دامن پکڑ کے اُن کا نظامیؔ نے یوں کہا
ہے آپ کا وہ کشتۂ تیرِ نظر کہاں

وصال و ہجر کہاں اور دوئی کی بات کہاں
کسی کو سامنے اُن کے بھلا ثبات کہاں

کہاں کا غیر کہاں کی دوئی کہاں کے ماوشما
وہ ایک ذات جو بے حد ہے غیرِ ذات کہاں

فریبِ حسن میں ہرگز نہ آ سکے عاشق
نگاہِ عشق کو غیروں سے التفات کہاں

کسی نے مجھ کو دیا اس طرح نفی کا سبق
جو تیری ذات نہیں ہے تو پھر صفات کہاں

میری نظر میں وہ ایسے سما گئے ہیں کہ اب
میری نظر میں سماتی ہے کائنات کہاں

میری حیات کسی شوخ کی ہے مشقِ حرام
بغیر اُس کے بتاؤ میری حیات کہاں

ہزار شکر نظامیؔ تو ہو گیا اُن کا
بغیر یار کے ہوتی میری نجات کہاں

تو کہاں آستانِ یار کہاں
در کہاں سر ہے سجدہ بار کہاں
وہ تو رہتے ہیں آنکھ بن کے میری
چشمِ ظاہر ہے رازدار کہاں
ایک سجدے میں عمر بھر ہی رہا
سجدہ ہوتا ہے بار بار کہاں
خاکِ راہ بن کے کارواں کے ساتھ
پہنچا آخر میرا غبار کہاں
اب تو مٹتا ہے اُن کے پہلو میں
وصل میں اُن کا انتظار کہاں
مجھ کو فرصت نہیں ہے دید سے اب
رکعت و سجدہ کا شمار کہاں
ہے وہ ہر رنگ میں چمن آرا
گُل کہاں اور تمیزِ خار کہاں
دامِ صیاد جس کی منزل ہو
بچ وہ سکتا ہے ہوشیار کہاں
عشق مذہب ہے جب نظامی کا
پھر تو کافر ہے دیندار کہاں

منزل میں اپنے آپ کو یوں پا رہا ہوں میں
جیسے کہ سوئے یار کھنچا جا رہا ہوں میں

ہر آستاں پہ سجدے کئے جا رہا ہوں میں
ہر ذرّہ ذرّہ اُس کا نشاں پا رہا ہوں میں

آیا وہ جس لباس میں پہچان ہی لیا
روزِ ازل سے یار شناسا رہا ہوں میں

جس رنگ میں وہ آیا اُسی رنگ پہ مٹا
جلووں میں کھو کے محوِ تماشا رہا ہوں میں

آخر کسی کی دید نے محشر بپا کیا
مُجرم ہوں اُن کے سامنے شرما رہا ہوں میں

دھوکا قدم قدم پہ تیرا کھا رہا ہوں میں
شوق طلب میں محو چلا جا رہا ہوں میں

میری وہ آرزو، وہ تمنّا، وہ انتظار دیکھ
وہ آ رہے ہیں دیکھ ابھی جا رہا ہوں میں

مستی بھری نگاہ سے نظامی پی کر شرابِ عشق
رازِ درونِ میکدہ سمجھا رہا ہوں میں

تیری گلی میں مٹا ہُوں وہ خاکِ زار ہُوں میں
اگرچہ خاکِ کفِ پا ہُوں تاجدار ہُوں میں

حریمِ ناز کے پردوں کا راز دار ہُوں میں
نہ پُوچھ رازِ محبت کہ پردہ دار ہُوں میں

نگاہِ عشق میں بے پردہ رُوئے یار ہُوں میں
چھُپا ہُوا تھا جو پردوں میں آشکار ہُوں میں

تیری نگاہ سے پیتا ہوں گر کے سجدے میں
درونِ کعبہ و میخانہ راز دار ہُوں میں

میرے ہی پردے میں تُو ہے اگر جلا دے مجھے
جمالِ یار ذرا دیکھ بے قرار ہُوں میں

فنا کے بعد بھی رکھتا ہوں شوقِ پامالی
سرِ مزار ہیں وہ اور تہہ مزار ہُوں میں

مجھے وہ ذوقِ فنا ہے کہ تیرے قدموں میں
ہزار بار مٹا ہُوں ہزار بار ہُوں میں

بہار آئی نظامیؔ چمن میں یار آیا
گلِ شگفتہ ہوں میں اور بُوئے یار ہُوں میں

کیا دردِ دل نے کام کیا اضطراب میں
میری تڑپ سے حسن بھی تڑپا نقاب میں

میری نگاہ اُن کے تصوّر میں کھو گئی
ساقی کا عکس آ گیا جامِ شراب میں

سمجھا ہُوں میں بشر کو یہ اپنی نگاہ میں
آئینہ دیکھتے ہیں وہ رہ کر حجاب میں

معلوم ہو گئے ہیں محبت کے راز سب
ہے لطف بس حجاب میں لذّت عتاب میں

وا ہو گیا ہے مجھ پہ ازل سے ہی رازِ عشق
خود دیکھنا تھا خود کو محبت کے باب میں

روشن ہے یوں تو حال میرا اُن پہ سب کا سب
عادت ہے اُن کی رہنا حیا سے حجاب میں

ہے ذرّہ ذرّہ اُن کی محبّت کا راز دار
ورنہ وہ رہ نہ سکتے تھے ہرگز نقاب میں

اس کا ہُوں میں جو راز تو وہ میرا ہے راز دار
دریا میں ہے حباب تو دریا حباب میں

عکسِ جمالِ یار ہُوں سر تا قدم مگر
ہر آئینہ حجاب ہے اُن کی جناب میں

ملتی ہے اب نگاہ نظامیؔ سے بار بار
آتا ہے آفتاب نظر ماہتاب میں

سر رکھ کے کسی نقشِ پا پہ کسی راہگذر میں
سجدے میں عمر بھر ہی رہا انتظار میں

دیکھو وہ رنگ لائے ہیں کیسے بہار میں
ہر رنگ میں بسا ہے چمن بوئے یار میں

ہم دیکھتے ہی رہ گئے۔ جھپکے بغیر آنکھ
بے ذوق ہو گئی تھی نظر بار بار میں

چھوڑا نہ ہم نے دامنِ ہستی کا ایک تار
اُلجھا رہا جنوں تو فقط تار تار میں

کیا خوب رنگ لائی ہیں بربادیاں میری
وہ آ گئے ہیں دیکھنے اُجڑے دیار میں

وہ حُسنِ بے نیاز میں عشقِ نیاز مند
مُضطر ہُوں میرے کچھ بھی نہیں اختیار میں

ہیں قابلِ معاف نظامیؔ گناہ سب
جو کچھ ہوا ہے مجھ سے ہوا اضطرار میں

جلوہ نما ہے حُسنِ یار آئینہ مجاز میں
پھرتی ہے چشمِ دیدہ باز حیراں جہانِ راز میں

گر تُو رہا حجاب میں ہم نے تو دیکھ ہی لیا
کیسے چھُپے رہیں حُسین دیدۂ دیدہ باز میں

سامنے آ تُو ہی تو ہے ورنہ کھُلے گا رازِ دل
ہے یہ کیفِ بے خودی مستئ چشمِ ناز میں

میری عطا کو دیکھتا رہنے کو اپنا دِل دیا
مجھ ہی سے پردہ کر لیا آیا تُو جبکہ ناز میں

دیکھا تجھے نہ کس جگہ پایا تجھے نہ کس جگہ
ہرجائی ہو کے پھر حجاب چشمِ زمانہ ساز میں

ہائے رے پردہ داریاں نظامیؔ بے قرار سے
رہنا دلوں میں کہنا یُوں ملتا ہُوں میں نماز میں

مستی بھری آنکھوں نے کچھ کہہ دیا مستی میں

کچھ ہوش نہیں مجھ کو ہیں کھو گیا مستی میں

میں ہوں تو وہی میں ہوں، تو ہے تو وہی تو ہے

اک رازِ محبت تھا جو کھل گیا مستی میں

قابل ہے معافی کے ہر لغزشِ مستانہ

جو کچھ کہ کہا میں نے سب ہو گیا مستی میں

ساقی نے پلا کر مے مجھ کو کیا دیوانہ

ہونے پہ ترے قرباں سب کر دیا مستی میں

آنکھوں میں ہے میخانہ ہاتھوں میں ہے پیمانہ

میخانہ پہ میخانہ برسا کیا مستی میں

اُس دید کی مستی میں اتنی ہے خبر مجھ کو

وہ آگیا مستی میں اور چل دیا مستی میں

اِس حُسن کی محفل میں مخمور نظامی ہے

کیا اپنی خبر مجھ کو کیا کر لیا مستی میں

جذبِ دکشش ہے وہ بھری مستی بھری نگاہ میں
شاہوں کے سر بھی خم ہوتے حسن کی بارگاہ میں

کتنے کٹھن مقام سے گذرا ہے کاروانِ عشق
بنتا رہا بگڑ بگڑ سیکڑوں بار راہ میں

چشمِ یقین کو کھول کر دیکھ مقامِ دید میں
کون ہے جلوہ گر یہاں کون ہے جلوہ گاہ میں

سُن مرا عذر، میں نہیں پھر بھی گناہ گار ہُوں
توبہ میری قبول کر مغفرتِ گناہ میں

وہم و خیال سے گذر عشق و جنوں سے کام لے
ارض و سما میں کون ہے مہر میں کون ماہ میں

میرا ہی وہ حجاب تھا جس میں چھپے ہوئے تھے وہ
جل گیا میں حجاب اُٹھا کچھ تو اثر ہے آہ میں

سجدہ نظامیؔ حزیں میری نظر میں ہے یہی
غرقِ درونِ سوزِ عشق مٹنا ہے سجدہ گاہ میں

خانۂ خدا ہو جس کا دل بیتِ حرم کو جائے کیوں

سرِّ خدا ہے خود بشر غیر کو سر جھکائے کیوں

جو ہے ظہورِ کائنات اُس کا وجود ہے تمام

محض عدم ہو جس کا غیر پردے میں وہ سمائے کیوں

تیرا بُرا ہو واعظا، ہم سے نہ کر جدا اُسے

اس کو تو غیر کیوں کہے غیر ہمیں بنائے کیوں

آتا ہے جب نظر ہمیں سارے بُتوں میں ایک ہی

سجدہ کریں گے بار بار کوئی ہمیں ہٹائے کیوں

رکھا ہُوا نقاب میں پیشِ نظر ہے آئینہ

محوِ جمالِ خویش ہے اپنا وہ مُنہ چھپائے کیوں

اُس کی ہیں جلوہ سازیاں جو ہیں عکوس مختلف

ایسے فریبِ حُسن میں دل کوئی پھنسائے کیوں

پردہ نہ کر اے دلرُبا ہم تو ہیں تیرے آشنا

دیکھیں جو ہم ہزار بار تو بھی نظر چرائے کیوں

سیدؔ سے پُوچھ نہ زاہدا اُس کا کوئی پتہ نشاں

جو ہے مکینِ لامکاں اپنا پتہ بتائے کیوں

نوٹ: شروع شروع میں آپ سیدؔ اور امانتؔ تخلص فرمایا کرتے تھے

بے قراری کو یوں فزوں کر دوں
دردِ دل پر فدا سکوں کر دوں

عقل کی منزلیں تمام ہوئیں
ہوش کو واقفِ جنوں کر دوں

ذرّہ ذرّہ نگاہ بن جائے
خاک کو جانِ پُر فسوں کر دوں

ایسی ہستی کو جو حجاب بنے
صدقۂ سوزشِ دروں کر دوں

لذّتِ وصل سے پکار اُٹھا
دل کے ٹکڑے جگر کو خوں کر دوں

جُز مرے کچھ نہیں ہے پردوں میں
فاش گر رازِ اندروں کر دوں

اے نظامیؔ مرا نشاں نہ رہے
اپنی ہستی خراب یوں کر دوں

راز سربستہ دبے چوں و دروں
عقل پابندِ جنوں ہو تو کہوں

اُس کو کہتے ہیں احد اور صمد
ایک ہو جس کا ظہور اور بطون

غیر ہو اس کے مقابل نہ کوئی
کوئی موجود نہ ہو اس کے بدوں

خود کسی رنگ میں محصور نہ ہو
رنگ ہوں اُس کے مگر گوناگوں

عینِ دریا ہے اگر قطرہ تو سمجھو ایسے
بحر ہے قطرے کی وُسعت سے بروں

ہے وہی بار بار اِلاَّ اللّٰہ
میں جو ایک بار لَا اِلٰہ کہوں

اے نظامی ہے تیرا ایسا بیاں
خود ہی کہتا ہوں جسے خود ہی سنوں

آؤ کوئے یار کی باتیں کریں
شوقِ سجدہ بار کی باتیں کریں

جو کہ وجہ اللہ کی تفسیر ہو
آؤ رُوئے یار کی باتیں کریں

کثرت و وحدت میں جلوہ گر ہے کون
زُلف کی رخسار کی باتیں کریں

سر ہوئے ہیں راہ میں وقفِ خرام
نقشِ پائے یار کی باتیں کریں

لُٹ گئے ہیں کارواں کے کارواں
کوُچۂ دلدار کی باتیں کریں

دار پر ہوتے ہیں ہر ساعت کے بعد
ہے عبث اُس دار کی باتیں کریں

ایک جلوے سے نظامیؔ مِٹ گیا
ہے عبث تکرار کی باتیں کریں

کیا ضرورت ہے کہ یہاں سے میں وہاں تک دیکھوں
جب نظر اُٹھے میری جانِ جہاں تک دیکھوں

بے نشانی تیری جب قابلِ نظارہ نہیں
بے نشانی کو تیری کیوں نہ نشاں تک دیکھوں

دید تک تیری اگر پردہ ہے کوئی میں ہوں
گر اُٹھے، تو ہی نظر آئے جہاں تک دیکھوں

جاں سے نزدیک تیرا ہونا نہ ہونا ہے میرا
جان ہے دُور تو پھر کیسے میں جاں تک دیکھوں

سرِّ انسان ہے جب تیرا ہی سرِّ پنہاں
خود کو دیکھوں تو تیرے سرِّ نہاں تک دیکھوں

میں نے جب جان لیا تیرے سوا کوئی نہیں
کوئی نزدیک ہو یا دُور کہاں تک دیکھوں

سر بسجدہ ہے نظامیؔ تیری منزل میں رواں
نقشِ پا کو تیرے منزل کے نشاں تک دیکھوں

بھری ہے محفل ہر اک طرف سے تمہاری جانب اشارے لاکھوں
تمہاری اک دید پر ہوں قرباں ہزاروں دیدیں نظارے لاکھوں

دلیلِ منزل ہیں آج تک وہ تمہاری منزل کے راہیوں کے
تمہاری منزل میں ہر قدم پر جو ہم نے سجدے گذارے لاکھوں

کٹھن ہے منزل ہے راہ پُر خوف کرم پہ تیرے نگاہ رکھ کر
تیرے سہارے پہ چل دیئے ہیں ہیں ہم نے چھوڑے سہارے لاکھوں

بھنور ہیں نیّا اندھیر طوفاں ہر اک کی تیری طرف نگاہیں
سُنا ہے ہم نے کرم سے اپنے، کہ تُو نے ڈوبے ہیں تارے لاکھوں

میری خرد کو جنُوں بنادے، جنُوں کو میرے دے بُوئے منزل
کہ ہوش والے بھٹک گئے ہیں جو عقل والے ہیں ہارے لاکھوں

نظامیؔ ہر لحظہ کھیلتا ہے نزاعِ موت وحیّات سے اب
نظر نے اُن کی کئے ہیں بسمل ہزاروں تڑپے ہیں مارے لاکھوں

تمہاری یاد میں آئے ہیں یوں گذار کے دِن
نہ شب کو چین نہ گذرے کبھی قرار کے دِن

تڑپ تڑپ کے گذارے ہیں انتظار کے دن
اسی اُمید پہ، آئیں گے وصلِ یار کے دن

نہ قرب و وصل رہا اور نہ بُعد و ہجر رہا
وہ بے کنار سے آئے جو ہمکنار کے دن

ابھی سے خود کو کرو حشر آزما ورنہ
ہزار حشر بپا ہوں گے دیدِ یار کے دن

نہ پُوچھ مجھ سے محبّت کا حشر کیا ہو گا
میری فنا کا نتیجہ ہیں وصلِ یار کے دن

میری خزاں پہ بہاروں کو رشک آنے لگا
مجھے نہ دیکھا تو آنے لگے بہار کے دن

ہزار بار بنا اور بار بار مٹا
ملا ہے تجھ سے نظامیؔ یوں ہی گذار کے دن

جب نگاہیں رازدارِ رازِ پنہاں ہو گئیں
صورتیں بن کر حقیقت مجھ پہ عُریاں ہو گئیں

ہو کے غواصِ معانی ڈھونڈ لایا ہوں گہر
میری آنکھیں آشنائے حُسنِ جاناں ہو گئیں

ہو گیا اپنا تدبّر جب تفکّر آشنا
وُسعتیں سارے جہاں کی دل میں پنہاں ہو گئیں

جی اُٹھے قبروں سے مُردے دعوتِ دیدار سے
اُن کی بے پردہ نگاہیں حشر ساماں ہو گئیں

صورتیں سب ہیں جمالِ معنوی کے پرتوے
جب اُٹھا پردہ نظر سے ساری عُریاں ہو گئیں

میں ہوں آئینہ جمالِ یار آئینے میں ہے
میری آنکھیں شاہدِ تنویرِ جاناں ہو گئیں

مرحبا اے جستجو، کردے اُنہیں جاں سے قریب
میری دُور اندیشیاں اب تو پریشاں ہوگئیں

خود بخود آکر سمایا دل کے آئینے میں وہ
ظلمتیں مِٹ کر مری جب نورِ عرفاں ہوگئیں

کسمپرسی، بے نوائی، بیکسی، حد ہوگئی
ہائے فریادیں مری شورِ بیاباں ہوگئیں

اتصالِ واجب و ممکن سے حاصل کون ہے
منکشف مجھ پر رموزِ قربِ جاناں ہوگئیں

توڑتا ہے دم نظامی منزلِ جاناں ہے دُور
المدد محرومیاں دست و گریباں ہوگئیں

جو ماو تُو ہی نہیں تو کس سے کہیں
غیر باقی نہیں تو کس سے کہیں

کون کہتا ہے کون سُنتا ہے
جب دُوئی ہی نہیں تو کس سے کہیں

میری منزل سے کوئی بھی اے دل
آشنا نہیں تو کِس سے کہیں

منزلِ عشق میں جنوں کے سوا
کچھ بھی بنتی نہیں تو کِس سے کہیں

وہ تو رہتے ہیں میری جاں سے قریب
میں جو ہے ہی نہیں تو کس سے کہیں

وہ تو بے پردہ ہے اور آنکھ مری
دیکھ پاتی نہیں تو کِس سے کہیں

سارا عالم نہیں ہے اُس کے سوا
اک نظامیؔ نہیں تو کس سے کہیں

حریمِ ناز کے جو راز داں ملتے ہیں
بتائیں راز وہ کیا بے زباں ملتے ہیں

کسی کا نقشِ قدم دیکھتے پہنچ ہی گیا
یہاں سے لے کر وہاں تک نشاں ملتے ہیں

نہیں ہے قیدِ زمان و مکاں اُس کیلئے
وہ ہر مکاں میں اور ہر زماں ملتے ہیں

ہزاروں قافلے پھر بھی ہیں راہ گم کردہ
قدم قدم پہ تو اُس کے نشاں ملتے ہیں

جنوں میں ہوش و خرد نے بھی ساتھ چھوڑ دیا
یہاں تو جنون و عشق ہی پاسباں ملتے ہیں

وہ عین منزلِ مقصود پر ہیں واقعہ
دیارِ عشق میں جو کارواں ملتے ہیں

لُٹا ہی بیٹھا ہے وہ خرد کا سرمایہ
جنوں میں دل کو یہیں پاسباں ملتے ہیں

زہے نصیب نظامیؔ کو یادیں اُن کی
یہ اک جہان ہے کیا، دو جہاں ملتے ہیں

ردیف

و اور ہ

بدرت خیمہ زدہ ام ز غم دیدنِ تو
کہ من بندہ یکے نقشِ خرامیدنِ تو

غم دل راز نماندہ کہ شدہ چوں غمار
سر محفل ز من غم زدہ پرسیدنِ تو

بشنو راز کہ تو ہمچو نے و نالہ زے
دم دمساز بہر نالہ نالیدنِ تو

ہمہ تن سجدہ بخواہم تو مرا فرصت دہ
نظرے بر رخ تو بہر پرستیدنِ تو

چہ غم حشر نظامیؔ کہ گنہگار تو است
نقشِ جانِ جہانست ز خندیدنِ تو

جو عطا کیا ہے جنوں مجھے تو کرم اے بندہ نواز ہو
میرا سر تو ذوقِ سجود ہو تیرا آستانِ نیاز ہو

جو تیری نگاہ کا آئینہ میری چشمِ آئینہ ساز ہو
تو میری نگاہ جدھر پڑے تیری جلوہ گاہِ نیاز ہو

جو بلندیاں ہیں وہ پست ہوں جو پستیاں ہیں بلند ہوں
جو رواں ہوں منزلِ عشق میں نہ نشیب ہو نہ فراز ہو

تیرے جوشِ عفو کو دیکھ کر میری ناتوانی مچل گئی
کہ کشادہ بحرِ کرم تیرا ذرا اور دستِ دراز ہو

میرے جرم کی کوئی حد نہیں تیری بخششوں سے ہے دُور کیا
جو گنہگار کو اے خدا تیری رحمتوں پہ بھی ناز ہو

سرِ راہ بیٹھا ہوں دیر سے اسی ایک دم کا ہے آسرا
وہ جو آ رہا ہے خُدا کرے کوئی کاروانِ حجاز ہو

کبھی رقص میں کبھی وجد میں کبھی سر کو رکھ کے نیاز میں
کسی نقشِ پا پہ تمام عمر تڑپ کے محو نماز ہو

ذرا ہو کے درد سے آشنا ذرا کھینچ آہ جگر سے وہ
کہ جولائے بزم کو وجد میں وہ نوائے نغمہ ساز ہو

تیری یہ منزلِ ارتقا ذرا ہاں سنبھل کے قدم اُٹھا
سبھی ایک صف میں چلے چلو کوئی غزنوی ہو ایاز ہو

وہ چمک رہی تجلیاں ابھی وہ تڑپتی ہیں بجلیاں
ذرا اے نظامی خستہ جاں سرِ طور کشتۂ ناز ہو

پردے اُٹھے ہُوئے ہوں سب مشقِ خرام ناز ہو
پھر میری خاک اُڑ کے بھی خاکِ درِ نیاز ہو

حشر اُٹھائے ہر خرام مست بنائے دورِ جام
حسن کرشمہ ساز ہو مست نگاہِ ناز ہو

خاکِ حرم سے اُٹھ کے میں خاکِ درِ صنم ہوا
اب میری خاک سے اُٹھے وہ خاک جس پہ حرم کو ناز ہو

سیکڑوں بار دیکھ کر دل کو نہ مل سکا سکوں
شوقِ نظارہ دیکھ کر محوِ نگاہِ ناز ہو

تری تڑپ سے برقِ حُسن پردوں میں بھی تڑپ اُٹھے
ایسی نوائے سوز بن دردسے یُوں گداز ہو

برق گرے تو یُوں گرے ان کی نگاہِ ناز سے
زندگی بھر تڑپ تڑپ قدموں پہ بس نماز ہو

شوقِ وصالِ یار میں کھو جا نظامیؔ حزیں
خود کو نہ پا سکے تو خود ایسا سراپا راز ہو

جہاں سارا اگر اک راز بن جائے تو میرا دل ہو
اگر وہ گوشۂ خلوت میں کھل جائے تو محفل ہو

اگر ہو دیکھنا اُن کو تو دیکھے دیدۂ دل سے
نہ پردہ درمیاں اُن کی نگاہوں کے بھی حائل ہو

جنوں پیدا کریں حیرانیاں تیری زمانے میں
بنا دل کو وہ آئینہ جو حیرانی کے قابل ہو

خدا کے آسرے طوفاں میں کشتی چھوڑ دی ہم نے
کہاں اب دیکھنا ہے میری امیدوں کا ساحل ہو

وہ دیکھو چل دیئے ہیں بے سروساماں دیوانے
الٰہی جذبہ کامل دلیلِ راہِ منزل ہو

حقیقت آشنا اپنی حقیقت سے نہیں انساں
اگر ہو آشنا، آیاتِ ربّانی کا حامل ہو

نشانِ منزلِ جاناں اسی منزل میں ملتا ہے
تو ہی خود اپنی منزل ہو تو ہی منزل کا حاصل ہو

نظامیؔ جذبۂ عشق و محبّت میں وہ کامل ہو
قدم رکھنے سے پہلے ہی تیرے قدموں میں منزل ہو

مضطرب عشق ہو اور حسن تماشائی ہو
میں جو تڑپوں تو انہیں شوقِ خرامائی ہو

شوقِ سجدہ نے پہنچ کر سرِ منزل یہ کہا
پھر کسی نقشِ کفِ پا پہ جبیں سائی ہو

وُسعتِ دشتِ جنوں تنگ ہے وحشت کیلئے
پا بہ زنداں ہوں کہاں بادیہ پیمائی ہو

بے خبر مٹ گئے ہم گوشۂ تنہائی میں
حشر برپا ہو، اگر انجمن آرائی ہو

ناتواں ہاتھ سے دامن کو جھٹک کر بولے
نازشِ حسن کا کچھ اور تماشائی ہو

اُس کی منزل کی خبر پُوچھتے کیا ہو مجھ سے
ایک ہی حُسن کا قدم عرش کی پہنائی ہو

جس طرف دیکھتا ہُوں کھنچتا چلا جاتا ہوں
محفلِ ناز میں شاید وہی ہرجائی ہو

کھو گیا ہو جو تصور میں اُسے پھر کیا ہے
وہ رہیں پردے میں یا انجمن آرائی ہو

ہے یقیں اُن کی محبت کا نظامی کو اگر
اُس نے محفل میں کبھی میری قسم کھائی ہو

میرے دِل میں تیری تڑپ رہے میرے سر میں تیرا خمار ہو
میرے ہوش وقفِ جنوں رہیں میری جان تجھ پہ نثار ہو

کبھی اے تو جوششِ جنوں نکل تیرا ہو بھلا مجھے لے کے چل
میرا سر تو وقفِ سجود ہو میری آنکھ محوِ نگار ہو

کہیں بُت پہ جو تُو نظر کرے کروں سجدہ وہ، کبھی عمر بھر
نہ میں اُٹھ سکوں وہ نماز کیا جہاں رکعتوں کا شمار ہو

تُو بقا ہے میں فنا رہوں تُو قدیم ہے میں عدم رہوں
میری بے خودی رہے نقدِ جاں میرا سر خودی کا مزار ہو

کہیں چھُپ کے جلوہ دکھا گیا، کہیں چھپ کے دل کو لبھا گیا
رُخ و زُلف بن کے نظر پڑا کہیں شکلِ لیل و نہار ہو

کبھی آ تُو بزمِ جمال میں نہیں ڈر جو آتے جلال میں
میری جان سے ہو جا قریب تر میری زندگی سرِ دار ہو

ترا راز ہی میرا راز ہے تُو اگر کہے تو میں کھول دُوں
کبھی آ تُو خلوتِ راز میں جہاں تُو نظامیؔ زار ہو

وہ جو تیرا اُن سے قرار تھا تجھے یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہی یعنی وعدہ الست کا تجھے یاد ہو کہ نہ یاد ہو

تیرا بے نشاں سا وہ گلستاں تیرا بے چگوں سا وہ آشیاں

نہ دُوئی نہ وصل نہ ہجر تھا تجھے یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وُہی مرغِ باغِ کہن ہے تو وہی آشنائے چمن ہے تو

کوئی دُوسرے گُل کی خبر سنا تجھے یاد ہو کہ نہ یاد ہو

تجھے کس نے چاہا عیاں کرے تیری جاں میں خود کو نہاں کرے

اُسے شوقِ دید تھا تو بنا تجھے یاد ہو کہ نہ یاد ہو

ہوا جلوہ گر وہی بے نشاں ہے نمود اسکی یہ رنگ و بو

ہے تو روئے یار کا آئینہ تجھے یاد ہو کہ نہ یاد ہو

کوئی اقتضائے ظہور سے کسی نقش کی تھا تلاش میں

تو خیالِ یار میں آگیا تجھے یاد ہو کہ نہ یاد ہو

تیرا اے نظامیٔ باوفا کسی راہ گذر میں قیام ہے

وہ گذر گئے تو ہے نقشِ پا تجھے یاد ہو کہ نہ یاد ہو

یہ جبیں ہو تیرا ہو سنگِ در یہی زندگی کا شعار ہو
جو مروں تو جینے سے خوب تر جو جیوں تو مرنے سے عار ہو

اے پردہ دار ازل بتا بھلا اُس سے پردہ کی کیا غرض
کہ جو مصحفِ رُخِ یار ہے جلی خط سے نامہ نگار ہو

کسی نقشِ پا کی تلاش میں ذرا اپنے نقشِ قدم پہ چل
یہ تمام عالمِ گمرہی تیرے نقشِ پا پہ نثار ہو

میں تو نورِ فیض وجود ہوں بھلا اُس سے کیوں تو جدا رہے
شبِ تارِ زُلفِ سیاہ کہ جو صبحِ عارضِ یار ہو

جو عدم تھا فیضِ وجود سے وہی بن کے غنچہ چٹک گیا
کہاں جائے بلبلِ زار اب جو چمن میں آتی بہار ہو

میں تو نقشِ مہرِ وجود ہوں کہو پھر تو عینِ وجوب ہوں
میں وہ ہے نمو کی نمود ہوں کہ جو حصرِ زینتِ دار ہو

تو چھپا چھپا کے نہ رکھ اسے تیرا راز وہ ہے اگر کھلے
کہیں شیخ ہو نہ یہ برہمن تو جہاں میں سیدِ زار ہو

مٹا دے اپنی ہستی کو یہ ہستی کا گماں کیوں ہو
نشاں جس کا نہیں کوئی نشانِ بے نشاں کیوں ہو

وہی اوّل وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن
عیاں ہو برسرِ محفل وہ پردوں میں نہاں کیوں ہو

ہزاروں قافلے ایسے ہیں جو گم کردۂ منزل ہیں
بھٹک جائے جو منزل سے وہ میرا کارواں کیوں ہو

تڑپ کر کر دیا افشاں میرا رازِ نہاں تُو نے
سنبھل اے جذبۂ دل تو بھی میرا راز داں کیوں ہو

حجاباتِ دُوئی ہیں سب مقاماتِ وصال و ہجر
نہیں ہے غیر جب کوئی تو کوئی درمیاں کیوں ہو

نظامیؔ منزلِ جاناں میں تُو خود ہی منزل ہے
تلاشِ یار میں کیوں ہو رواں دواں کیوں ہو

آتشِ عشق جلا کر گذرو
اپنی ہستی کو مٹا کر گذرو
کوئی بھی راہ میں بیگانہ نہیں
بے خطر پردے اُٹھا کر گذرو
شمع پر کس طرح پروانہ جلا
اپنا افسانہ سُنا کر گذرو
سنگِ خارا ہے زمانے کی نظر
دِل کے آئینے بچا کر گذرو
رنگ آجائے تیری نظروں میں
اُن کی نظروں سے ملا کر گذرو
بحرِ بے پایاں میں تو قطرہ ہے
گر گذرنا ہے سما کر گذرو
فلسفے والو نظامی دیکھو
جس طرح گذرا ہے آ کر گذرو

صورت ہے فقیرانہ تقدیر ہے شاہانہ
مسجودِ ملائک ہوں خاکِ درِ جانانہ

تنزیہہ میرا باطن تشبیہہ میرا ظاہر
عکسِ رُخِ جاناں ہو صورت میری آئینہ

ہر شان میں تو مطلق ہر رنگ پہ میں شیدا
ہے عشق میری فطرت ہوں حسن کا دیوانہ

بھٹکا ہوں سرِ منزل حیرت زدہ راہی ہوں
گم کردہ ہوں میں جس کو ہے میرا ہی کاشانہ

دیکھا جو اُسے آخر بے ساختہ کہہ اُٹھا
بے رنگ ہے یہ لیکن انداز حجابانہ

قربان دل و جاں سے اس طرزِ ستم کے میں
ہے دام تو بے رنگی ظاہر ہے مگر دانہ

منزل کے بھکاری کو منزل کی ہدایت دے
مستوں کو تو کافی ہے اک لغزشِ مستانہ

رُومی ہو کہ سعدی ہو حافظ ہو کہ جامی ہو

سب تیرے بھکاری ہیں اے نرگسِ مستانہ

محفل میں تیری ساقی بے ہوش ہے سب عالم

نظریں تری میخانہ آنکھیں تیری پیمانہ

آیا ہوں عدم سے میں جانا ہے عدم کو ہی

بس اتنا تو ہے میرا سادہ سا یہ افسانہ

اس منزلِ جاناں میں پڑتا ہے گذرنا ہی

گر راہ میں آجائے کعبہ ہو یا بُت خانہ

دل درد سے خالی تھا جب تک کہ رہا اپنا

آئی ہے بہت لذّت جب سے ہوا بیگانہ

منزل میں نظامی کو بھٹکا نہ کوئی سمجھے

دیوانے کا دیوانہ ، فرزانے کا فرزانہ

دکھانے جلوۂ عام آگئے وہ
وہ دیکھو بر سرِ بام آگئے وہ

بنے تھے خاکِ راہ سے شوق والے
اسی منزل میں ہی کام آگئے وہ

اٹھو اے تشنگانِ روزِ میثاق
کہ ہاتھوں میں لئے جام آگئے وہ

قیامت خیز ہے صُبحِ ازل سے
خراماں جو سرِ شام آگئے وہ

رضا صیاد کی پاکر ہوئے خوش
جو زیرِ حلقۂ دام آگئے وہ

اسی منزل میں وہ جائیں گے آخر
کہ جس منزل سے دو گام آگئے وہ

انہیں روکا نہ محفل میں کسی نے
جو لے کر آپ کا نام آگئے وہ

نظامیؔ ساقیٔ کوثر سے پینے
سرِ محشر می آشام آگئے وہ

مخمور سی آنکھوں میں آباد ہے میخانہ
ساقی بھی ہے مینا بھی ساغر بھی ہے پیمانہ

تو محوِ نظارہ ہو کعبہ ہو یا بُت خانہ
یہ خلوتِ جانانہ وہ جلوتِ جانانہ

رندوں کے لئے جائز ہو طوافِ حرم زاہد
تقدیر سے کھل جاتے کعبے میں جو میخانہ

مستی بھری آنکھوں نے سرمست کیا گلشن
اے کاش ہے بے دیدہ تو نرگسِ مستانہ

جب رِند کو کعبے میں پینے کی ہوس اُٹھی
بزم کو سمجھ بیٹھا ساقی تیرا میخانہ

منصور ہے ہر ذرّہ تو مستور ہے ہر جلوہ
مجبور ہے پردے میں بیتاب ہے پروانہ

اُسے کیا مٹا سکیں گے یہ حوادثِ زمانہ
جو لیتے ہوئے ہو سر پر تری خاکِ آستانہ

وہی صورتِ بشر میں آ کر ہوا ہے ظاہر
جو حسین تجلیوں کا تھا چھپا ہوا خزانہ

تیرا عشق میری فطرت تیرا حسن میری حیرت
کہ ازل سے لے کے آیا ہوں مزاجِ عاشقانہ

ہوئی کُن سے پہلے کس کو تیری دید کی محبت
تیری شان ہر نئی ہے میرا عشق ہے پرانا

اُسے کس کی جستجو تھی مجھے کس کی جستجو ہے
کھلا جس پہ ہے وہ عارف یہ مقام عارفانہ

مجھے فقر سے نوازا ہے نیاز میری دولت
تجھے نازِ شانِ شایاں مجھے عشقِ والہانہ

مجھے کیا غرض کرم سے مجھے کیا غرض ستم سے
میرا ہے مقامِ آخر تیری دید عاشقانہ

گل و خار اور چمن سے ہے پرے میرا نشیمن
کیا مرے قفس کو معلوم مرا ذوقِ آشیانہ

تیرے ساتھ ہو گا واں بھی تیرے ساتھ ہو گا یاں بھی
کبھی کھل گیا جو مجھ پہ تیرا آنا اور جانا

کہاں وہ مقام لاہوت اور کہاں یہ مقام ناسوت
کہاں میرا اڑ کے آنا کہاں دام اور دانہ
کبھی اس جہاں میں آباد کبھی اُس جہاں میں آباد
کسے کیا خبر نظامی تیرا ہے کہاں ٹھکانہ

عشق و محبّت تیرا ترانہ
گرمیٔ محفل میرا فسانہ

کہتے ہیں مجھ کو تُو نے نہ جانا
مرضی اپنی میرا بہانہ

پردے میں وہ ہیں وحشت میں مَیں ہوں
صحرا بصحرا خانہ بخانہ

منزل محبّت کی آگے سے آگے
نہ تیرا ٹھکانہ، نہ میرا ٹھکانہ

نخچیر کہتے ہیں صیّاد اس کو
پردے ہی پردے میں ہو جو نشانہ

اچھا ہُوا یہ کہ انجان تھا میں
قسمت میں میری ہوا دام و دانہ

میری نوا میں ہے گر سوز و گرمی
ساز ہے میرا تیرا ترانہ

شورِ ازل نے مجھ کو جگایا
خواب تھا ورنہ میرا فسانہ

کس کو خبر تھی ذوقِ طلب کی
تیری مشیّت کا ہے شاخسانہ

منشائے کُن فکاں رنگ و بُو ہے
بے رنگ و بُو ہے میرا آشیانہ

مجھ کو ہے کیا فکر دُورِ فلک کی
اُس کا نظامیؔ اُس کا زمانہ

کس کو سُنائے تُو جا کر نظامیؔ
تیرا ذوقِ سخن ہے عارفانہ

بے ہوش ہوں کچھ ایسا ہوں یار سے فرزانہ
کچھ ہوش بھی ہے مجھ کو ہوں اپنے سے بیگانہ

پہچانتا ہوں اُن کو اور خود سے ہوں بیگانہ
فرزانے کا فرزانہ، دیوانے کا دیوانہ

دونوں کی حکایت سے بس گرمئی محفل ہے
اک شمع کا جلنا ہے اک سوزشِ پروانہ

ساقی کے پلانے کا انداز ہے مستانہ
ہاتھوں میں ہے پیمانہ اور دوش پہ میخانہ

ظاہر میں تُو ظاہر ہے باطن میں تُو باطن ہے
بتخانے میں کعبہ ہے کعبے میں بُت خانہ

اے حسنِ ازل تیری کیا خوب ہے رعنائی
انداز ہے جانانہ ہر رنگ ہے مستانہ

بس خاکِ نظامی کی اُڑ کر بھی کہاں پہنچی
مسجودِ ملائک ہے خاکِ درِ جانانہ

ہے کیا اندازِ ساقی اور کیا دستورِ پیمانہ
مری مستی سے کھلتا جا رہا ہے رازِ میخانہ
ہے ذوقِ حضرتِ آدم بھی سرِّ ایزدی جس نے
ادب گاہِ محبّت میں مچل کر کھا لیا دانہ
جہاں تُو نے مجھے پایا وہیں میں نے تجھے پایا
کہ ہے جو تیرا کاشانہ وہی ہے میرا کاشانہ
انہیں پہچان لیتا ہوں کہ ہے دیوانگی اُن کی
میری مستی میں ورنہ کوئی اپنا ہے نہ بیگانہ
سکوتِ ذرّہ ذرہ میں ہے محویت کا اک عالم
سرِ محفل ہیں بے پردہ وہ ہر ذرّہ ہے دیوانہ
نہیں تفریقِ ماو تُو ہے یکتائی ہی یکتائی
نہ کوئی شمعِ محفل ہے نہ کوئی سوزِ پروانہ
الٰہی ہوش کھو کر بھی مجھے یہ ہوش کیسا ہے
کہ ہے جو خود سے بیگانہ مگر ہے اُن سے فرزانہ
ادا و شوخی و غمزہ یہ سب جو دلربائی ہے
کسی محبوب کا پردوں میں ہے اندازِ جانانہ
نظامی یارِ بے صورت نے صورت کی بنا ڈالی
تصوّر سے کسی بُت کے ہے یہ کعبہ و بتخانہ

سرکانے کا پردوں کے انداز ہے جانانہ
دُزدیدہ نگاہوں سے عالم ہے پری خانہ

ہر جلوے میں پردہ ہے ہر پردے میں ہے جلوہ
کس شان سے آئے ہیں زلفوں میں کئے شانہ

ہر شان میں دیکھا ہے کیا خوب سے خُوب اُس کو
کیا نرگسِ مستانہ کیا عاشقِ فرزانہ

اِس شان سے گذُرے ہیں اپنا وہ پتہ دیتے
ہر گام پہ ملتا ہے لکھا ہُوا افسانہ

تھا شوقِ اسیری کا آنکھوں پہ مرے پردہ
میں جانتا تھا ورنہ ہے دام کہاں دانہ

سامان کیا میں نے ہستی کو جلانے کا
تھی شمع سے بھی آگے کچھ منزلِ پروانہ

مستی میں ہوا کیا کچھ اپنی نہ رہی سُدھ بُدھ
وہ جام بدست آئے اور دوش پہ میخانہ

یُوں پی کے پڑے رہنا خاموش نہیں جائز
عالم کو جگانے کو اک نعرۂ مستانہ

لبیک پُکار اُٹھا ہر ذرہ نظامی کو
مجھ کو تو نظر آیا ہر گام پہ کاشانہ

بڑھے ہے درد پھٹا جائے دل کمال ہے یہ
مقامِ وصل میں بھی عاشقوں کا حال ہے یہ

اسے جمال کہو یا کہو جلال ہے یہ
مرا نشاں نہ رہا عشق کا مآل ہے یہ

سما سکے نہ کہیں تو مگر عجب کہ جہاں
سما گیا تُو میرا دِل میرا خیال ہے یہ

میری نظر میں کہیں ماسویٰ نہیں ورنہ
میرے خیال میں تُو آسکے محال ہے یہ

یہی ہے صورتِ جاناں یہی ہے وجہ اللہ
یہ چشمِ ناز ہے ابرو ہے خط و خال ہے یہ

جمالِ یار کی نیرنگیاں بہار و خزاں
زوالِ حُسن نہیں ہے حُسن کا کمال ہے یہ

میری زباں پہ نظامیؔ وہ خود ہے بول رہا
بیانِ حُسن ہو میری کہاں مجال ہے یہ

مجھ کو یہ کہہ گیا کوئی غیر کو جلوہ گر نہ دیکھ

سجدوں سے ہے غرض تجھے کس کا ہے سنگِ در نہ دیکھ

چشمِ اداشناس گر تجھ کو ملی ہے اے عزیز

اُن کو ہزار بار دیکھ غیر کو اک نظر نہ دیکھ

منزلِ عشق میں ہے تُو تیرا مقام اولے ہے

کتنا حسین مقام ہو آنکھ کو بند کر نہ دیکھ

ہجر و وصال سے تیری جب کہ غرض ہی درد ہے

لذّتِ درد سے تڑپ آہ تو کر اثر نہ دیکھ

حسن و جمالِ یار ہے سامنے تیرے بے نقاب

کعبہ اِدھر ہے دیر اُدھر ہرگز اِدھر اُدھر نہ دیکھ

وہ ہے حجاب یہ حجاب میں ہوں حجاب تو حجاب

یہ بھی نہیں ہے وہ نہیں پردوں سے یُوں گذر نہ دیکھ

چشمِ یقیں اگر ملے تجھ کو نظامئ حزیں

ذوقِ نگاہ سے گذر آتا ہے جو نظر نہ دیکھ

ردیف

"ی"

آئینہ رکھ کے سامنے پردے اُٹھا گیا کوئی
اپنے ہی شوقِ دید میں سامنے آگیا کوئی

مشقِ خرامِ ناز سے موت و حیات ہے میری
آ کے بنا گیا کوئی جا کے مٹا گیا کوئی

میری نگاہ دُور بیں وہ رگِ جاں سے بھی قریں
میں تو اُسے نہ پا سکا ہاں مجھے پا گیا کوئی

راز و نیاز کے لئے درد عطا کیا مجھے
دل میں تڑپ ہے اس لئے دل میں سما گیا کوئی

میں بھی رہا حجاب میں وہ بھی رہے حجاب میں
پردے یونہی اُٹھے اِدھر پردے اُٹھا گیا کوئی

تیری نظامئ حزیں نقشِ قدم پہ ہے جبیں
چل تو بھی سر کے بل جدھر آکے چلا گیا کوئی

بے پردہ ہو کے سامنے آیا کرے کوئی
ہر روز کوہِ طور جلایا کرے کوئی

سر ہم نے آستانِ محبّت پہ رکھ دیا
مشقِ خرام کر کے دکھایا کرے کوئی

حسنِ ازل دکھائے یا محشر بپا کرے
مٹتا ہوں ہر ادا پہ مٹایا کرے کوئی

ہر ذرّہ شوق سے ہے قیامت کا منتظر
مُردے قدم قدم پہ جلایا کرے کوئی

اتنی ہے داستانِ محبّت سے دل لگی
جی چاہتا ہے روز سنایا کرے کوئی

شرطِ ادب یہی ہے رہیں آپ بے نیاز
شب بھر تمہیں حضور منایا کرے کوئی

دنیائے عشق میں ہے نظامی کا نام بس
ہرگز نہیں مٹے گا مٹایا کرے کوئی

کاش آئے جو سوئے گورِ غریباں کوئی	کر کے پامال کرے حشر کے ساماں کوئی
بھیک مانگے ہے پڑا سجدے میں با دیدۂ تر	سر پہ ڈالے ہوئے خاکِ درِ جاناں کوئی
ذرہ ذرہ ہوا نقشِ کفِ پائے محبوب	اس گذرگاہ سے گذرا ہے خراماں کوئی
نام لیتے ہی اُٹھا گوشۂ دل سے طوفاں	پردۂ ساز میں محبوب ہے پنہاں کوئی
تربتِ صورتِ محبوب دکھائی کس نے	ڈھونڈ لایا ہے مرے درد کا درماں کوئی
ختم ہے چرخِ چہارم پہ کسی کی معراج	عرش سے پار گذر جاتا ہے انساں کوئی
گو گراں بار ہے پر آپکا نقصان کیا ہے	پار ہو جائے جو پکڑے ہوئے داماں کوئی
یوں ہی مر کر جو ہوا خاک تو مرنا ہے عبث	ہو اگر خاک تو خاکِ درِ جاناں کوئی
کعبہ و دیر میں سجدے کی غرض ہی کیا ہے	حُسن ہے سجدہ گہہ صاحب نظراں کوئی
نزع دم اس لئے میں یاد انہیں کرتا رہا	دیکھ جائے میرے لُٹتے ہوئے ارماں کوئی
بیزباں کیوں نہ بھلا تحفۂ جاں پیش کرے	پہلوئے دل میں مرے اُترا ہے مہماں کوئی
ایک لمحہ میں اگر لاکھ قیامت آئے	بھول سکتا نہیں دردِ شبِ ہجراں کوئی
کس طرح آئے تصور میں وہ رُخِ بے کیف	تاب لاتا نہیں آئینۂ حیراں کوئی

لَن تَرانی کی صدا کیوں نہ نظامی آئے
پردۂ ناز میں ہے حسن پہ نازاں کوئی

یُوں تصوّر کیا کرے کوئی
میری صُورت بنا کرے کوئی

ہم کو معلوم ہے حقیقتِ سب
لاکھ ہم سے چھُپا کرے کوئی

قصّہ درد ہو کے مری سمع
میں سُناؤں سُنا کرے کوئی

جس سے مٹ جائے تمؔ و ہم دُوئی
ہے جفا تو جفا کرے کوئی

ہم نے تسلیم کر لیا ہے شعار
اور کیونکر وفا کرے کوئی

ایک سجدے میں طے ہوئی منزل
سجدہ کیوں دُوسرا کرے کوئی

کہہ رہا ہے جو میں نہیں ہوں نہیں
اس نظامی کو کیا کرے کوئی

میری صورت میں آگیا کوئی
یوں ہی پردے اُٹھا گیا کوئی

میرا کچھ بھی نہیں ہے مجھ میں رہا
پردے پردے میں چھا گیا کوئی

میں کہاں تھا جو اُن کو پا سکتا
ہاں مگر مجھ کو پا گیا کوئی

میں نہیں ہوں مقامِ حیرت ہے
مجھ میں کیسے سما گیا کوئی

بن کے حُسن و جمال غمزہ و ناز
مجھ کو اپنا بنا گیا کوئی

ہر قدم ہی دلیلِ راہ بنا
یوں خراماں چلا گیا کوئی

میری صورت ہی اُنکی صورت ہے
یوں تصوّر میں آگیا کوئی

اپنی منزل ہے خود نظامیؔ تُو
مردِ کامل بتا گیا کوئی

یہ چشمِ نرگسیں کیا ہے نگاہِ یار کی مستی
جدھر دیکھو ہیں دیوانے ہے یہ دیدار کی مستی

میرے ذوقِ اسیری میں ہے زلفِ یار کی مستی
مری شاہد ہے زنداں میں درو دیوار کی مستی

لبِ منصورؒ پر تھی جب تری گفتار کی مستی
پیامِ عشق و مستی دے رہی ہے دار کی مستی

شہیدِ ناز نے سو بار مرنے کی تمنا کی
عجب یہ رنگ لائی ہے تری تلوار کی مستی

نہ تھا رازِ درونِ میکدہ سے آشنا کوئی
اسے کھولا ہے جس نے ہے کسی میخوار کی مستی

وصالِ یار کی منزل میں حاجب پردہ تھا نظارہ
خلیل اللہ سے پوچھے کوئی اُس نار کی مستی

وہ نظارے سے جل اُٹھا یہ شرطِ قابلیت تھی
کلیم اللہ پہ طاری ہوئی دیدار کی مستی

کہاں نظارۂ سینا کہاں مازاغ کا جلوہ
یہ ہے بے ہوش کی مستی وہ ہے ہوشیار کی مستی

نظامیؔ حشر سے لے کر ازل تک ایک لمحہ ہے
اسے پایا ہے جس نے ہے دلِ بیدار کی مستی

سرِ خراماں سرمست راہی
ہر نقشِ پا قابلِ سجدہ گاہی

نازک خرامی جادُو نگاہی
قدموں پہ اُن کے قربان شاہی

وسعتِ داماں ظلِّ الٰہی
آغوشِ رحمت عالم پناہی

عشوہ گری ہے یا کہ قیامت
رقصاں ہے عالم توبہ الٰہی

قسمت ہے اچھی سودا ہے اچھا
ان کی ادائیں میری تباہی

برہم نظر سے آفاق برہم
ساکن ہے انجم سوزاں ہے ماہی

مجھ میں سمایا ہے تُو حرف جیسے
ظاہر ہے صورت باطن سیاہی

محشر میں ہوگی سامنے اُن کے
عذرِ محبّت ہر عذر خواہی

ترچھی نگاہیں چلمن میں غمزے
بھاتی نظامیؔ کو ہے کج کلاہی

کس کو ہے خبر اپنی کس کو ہے خود آگاہی
اِس عشق کی منزل میں گُم منزل و گُم راہی

جب فقر سکھاتا ہے اسلوبِ خود آگاہی
اللہ کے بندوں کو ملتی ہے ید اللّٰہی

مطلوب ہے اللہ ہی مقصود ہے اللہ ہی
مقصودِ فقیری میں شاہی نہ شہنشاہی

کوئی بھی دو عالم میں کیوں میرا نشیمن ہو
مسلک میں فقیروں کے ہے کفر کمیں گاہی

تکمیل ہے ہو جاتی جب فقر میں سالک کی
ہوتا ہے وہ ظل اللہ ہوتا ہے وہ اللہ ہی

ہے عقل سے بالاتر ہے علم سے بالاتر
وہ سلسلہ بے حد ہے یہ سلسلہ متناہی

ہے فقر یدِ بیضا ہے فقر دمِ عیسیٰؑ
ہے فقر براہیمی ہے فقر سدا اللّٰہی

اس فقر کی منزل میں حیرت زدہ حیرت ہے
راہبر وہی ہوتا ہے ہوتا ہے کہ جو راہی

کچھ دشتِ جنوں کو گر سمجھے ہیں تو دیوانے
گم عقل و خرد اس میں گم منزل و گم راہی

دیتی ہے مزہ وحشت جتنی کہ یہ بڑھ جائے
کچھ کام نہیں دیتا یہ ذوقِ ادب گاہی

بھٹکا ہوا رہنے دو منزل میں نظامی کو
منزل پہ ہے لے جاتی ہر عشق کی کوتاہی

ہے سُنا ازل سے میں نے یہ پیامِ صبح گاہی

کہ دلیلِ کُنتُ کنزاً میری ذات ہے کماہی

میری بے خودی نے مجھ کو غنی کر دیا خودی سے

میری کیا نگاہ میں ہے یہ مقامِ پادشاہی

تجھے کیا خبر ہے اس کی تجھے کیوں یہ خوش نہ آئے

کہ تمام اہلِ دل کا ہے طریقِ خانقاہی

کسی پیرِ میکدہ سے رہ و رسم کاش ہوتے

مئے عشق سے ہیں خالی تیرے جام اور صراحی

میرے قید و بند ہرگز نہیں قابلِ مذمّت

کبھی رازِ عشق کھلتا ہے درونِ شکمِ ماہی

مجھے کیا بھلا سکے گی تیری یہ جرس کی آواز

میرے کارواں ہیں سب ہمہ تن بگوش راہی

میری اب نگاہ سمٹ کر مجھ میں ہی کھو گئی ہے

میری معرفت نہیں ہے کیا میری یہ کم نگاہی

مجھے وہ گناہ بہتر جسے ہو کرم سے نسبت

ترا لطف ہو نہ جس میں ہے وہ جرمِ بے گناہی

ہے میری یہ قابلیت کہاں تو کہاں نظامیؔ

ذرا دیکھ اپنا جلوہ میری دیکھ جلوہ گاہی

نہ سہی میرے لئے کوئی بھی چارہ نہ سہی
میری ہستی نہ رہے دقتِ نظارہ نہ سہی

کون ہوگا جو کہے گا کہ تکلف پھر ہو
ایک ہی بار اُٹھے پردہ دوبارہ نہ سہی

تو ہی اول رہے آخر رہے ظاہر باطن
ہو سکا میرا کہیں بھی نہ گذارہ نہ سہی

پا گئے راز کو مستی میں بھی دیوانے تیرے
تیری آنکھیں نہیں سرگرم اشارہ نہ سہی

رہبری چھوڑ دی جب ہوش و خرد نے میری
جلوۂ یار نے بے پردہ پکارا نہ سہی

تیری زُلفیں ہیں پریشاں بھی غضب کا شگھا
گیسوؤں کو جو نہیں تو نے سنوارہ نہ سہی

میرا مقصود نظامیؔ ہے لُٹانا سب کچھ
نہ سہی کوئی بھی منزل میں سہارا نہ سہی

میری سرد آہ نہ رُک سکی میرے دل میں آگ دبی رہی
میرا سینہ گرچہ پھٹا رہا میرے لب پہ مہر لگی رہی

نہ نظر میں ہی تو سما سکے نہ خیال میں ہی تو آ سکے
میرا بے چگوں سایہ کیف ہے میری آنکھ تجھ سے لڑی رہی

نہ یہ ہجر ہے نہ وہ وصل تھا نہ یہاں دُوئی نہ وہاں دُوئی
میرے درد کی ہیں یہ لذتیں جو تڑپ سی دل میں لگی رہی

میرا ذوقِ سجدہ جنوں زدہ نہ تمیزِ کعبہ و بتکدہ
جہاں سر بسجدہ میں ہو گیا وہاں تیری جلوہ گری رہی

میری زندگی میں سکوں نہیں ہے تلاشِ اصل جنوں نہیں
کسی آستاں کی تلاش میں میری خاک تک تو اڑتی رہی

میرا ذوقِ سجدہ قدم قدم پہ بنا تو سکتا تھا آستاں
یہ نیاز میری جبیں میں ہے کہ جہاں دھری تھی دھری رہی

ہے چمن بھی غم سے الم کدہ نہ سحر میں ہے وہ شگفتگی
کسی غمزدہ کا ہے یہ اثر جو جہاں میں ہی نہ خوشی رہی

وہ جو بے نقاب ہوئے تو میں سر حشر دیکھ کے کہہ اٹھا
یہ وہی تو صورتِ یار ہے جو ازل سے دل میں بسی رہی

یوں نظامیؔ سگِ آستاں رہا عمر بھر ہی رواں دواں
مجھے ہر قدم کے مقام سے فقط ایک گام کمی رہی

وہ شمعِ زندگی ہوں عالمِ انساںِ کامل کی
کہ بزمِ لامکاں بھی شاخ ہے اک میری محفل کی

الٰہی آئینے ہیں یا جنوں کی ہے کوئی منزل
جو ہر ذرّے سے آتی ہے نظر صورت میرے دل کی

تلاشِ گوہرِ مقصود میں غرقِ تفکّر ہیں
خبر کیا پوچھتے ہو ڈوبنے والوں سے ساحل کی

زمیں سے آسماں تک آسماں سے عرشِ اعظم تک
یہ اک چھوٹی سی وادی ہے میرے ویرانۂ دل کی

مدد اے جذبۂ دل راہ گم کردہ ہیں دیوانے
کہ اب تک ہوش باقی ہے جنوں کو اپنی منزل کی

میرے سوزِ جگر سے عالمِ ظلمات روشن ہے
شبِ زندہ چراغِ غم نے پروانے سے حاصل کی

نظامی پردۂ صورت میں پنہاں کوئی لیلےٰ ہے
جو صورت ذرّے ذرّے سے نظر آتی ہے محمل کی

تصویر کھینچنا تھی کسی کو حجاب کی
حُسنِ بشر میں لا کے وہی بے نقاب کی

توصیف کیا لکھوں میں رسالتمآب کی
شرحِ بیاں ہو کس طرح اُمّ الکتاب کی

تصویر ہُو بہُو ہے یہ حسنِ شباب کی
شیشے میں یا جھلک ہے یہ رنگیں شراب کی

انسان ہے کہ پیکرِ حسن و جمال ہے
صورت ہے آئینے میں کسی آفتاب کی

چھیڑا جنابِ عشق نے جب سازِ کُن فکاں
دوڑی فضا میں روح سی اک انقلاب کی

آنے لگے عدم سے حقائق وجود میں
ہوتی ہے افتتاح محبت کے باب کی

پیشِ نظر ہے منزلِ جاناں میں وصلِ یار
پرواہ ہی کچھ نہیں ہے گناہ و ثواب کی

قربان اک نگاہ پہ دُنیا و آخرت
دل میں ہوس ہے مستیٔ خانہ خراب کی

اشکوں سے بُجھ سکے گی نہ ہرگز لگی ہوئی
رگ رگ میں جو پیاس ہے خنجر کے آب کی

واعظ شبِ فراق سے بڑھ کر بھی ہے عذاب
تُو کس کو سُنا رہا ہے کہانی عذاب کی

عقدہ کشائے رازِ محبت ہے نیستی
تکمیلِ زندگی ہے فضا میں حباب کی

گُذرے تمام عمر نظامی طواف میں
مٹی نصیب ہو جو درِ بُوتراب کی

میری زندگی بندگی ہے کسی کی

میری زندگی زندگی ہے کسی کی
بہر رنگ دلُو دلبری ہے کسی کی

عجب شانِ جلوہ گری ہے کسی کی
سبھی کچھ لُٹا کر سبھی کچھ مٹا کر

فقط دل میں اک یاد سی ہے کسی کی
خدا جانے کیا ہو گا آئیں گے جب وہ

ابھی تو خبر ہی ملی ہے کسی کی
فنا کی طرف دم بدم جا رہا ہوں

یہ منزل قریب آ رہی ہے کسی کی
خراماں ادائیں ہے محشر یہ محشر

کہ ہر شان ہر دم نئی ہے کسی کی
وہ آئے تو دم ہی دیئے توڑ اس نے

کہانی یہ حسرت بھری ہے کسی کی
میری دِل کی دُنیا بدل کر دکھا دی
نظامیؔ نظر پڑ گئی ہے کسی کی

نہ فنا کی آرزو کی نہ بقا کی جستجو کی
وہی میں نے جستجو کی کہ جو تُو نے آرزو کی

ہے یہ مآلِ جستجو کا ہے یہ شکل آرزو کی
ہوتی ہے رنگ و بُو میں ظاہر جو نمود بے نمو کی

ذرا دیکھ میری چاہت ذرا دیکھ اپنی چاہت
مجھے چاہ بے نمو کی، تجھے چاہ رنگ و بُو کی

یہ تجلی وجودی یہ تجلیٔ شہودی
پرے اِس سے ہے تجلی تری شانِ عبدہٗ کی

نہیں ہے یہ بے حقیقت مرا بے کنار ہونا
کہ ہے بحر بھی حقیقت اسی میری آبِ جُو کی

ہے نفخت فیہ رُوحی ترا نفخۂ تکلم
ہے نمود سارا عالم تری شانِ گفتگو کی

رہے حسن بھی سلامت رہے عشق بھی سلامت
ہے اِس میں آبرو بس مرے ذوقِ جستجو کی

رہیں وحشتیں سلامت میرے بے خبر جنوں کی
میرے چاک پیرہن کو حاجت نہیں رُفو کی

وہ جلا، تڑپ گیا، ہوا خاک وہ نظامیؔ
تری بزم آئینہ ہے ترے حسنِ شمع رُو کی

نصیب جس کے تیری خاکِ پائے ناز ہوئی
خوشا! نصیب اُس کی ادا انداز ہوئی

لپٹ کے دامنِ عشاق سے پہنچ گیا
میری جو خاک غبارِ رہِ حجاز ہوئی

ہر ایک بُت سے انا الحق کی صدا آنے لگی
نگاہ میری جو صورت سے بے نیاز ہوئی

ہر ایک تار سے آنے لگی صدائے الست
میری جو محو طبیعت بسوز و ساز ہوئی

ہر ایک بُت کو تیرا سنگِ در سمجھا
میری جو آنکھ تری آشنائے راز ہوئی

چلا جو جانبِ محبوب سر کے بل سیدؔ
تو ایک سجدے میں طے منزلِ دراز ہوئی

زمودہ مورخہ ۴ اکتوبر ۱۹۵۵ء بحالت زنداں در ننکانہ صاحب
ضلع شیخوپورہ دورانِ سیلابِ عظیم در جرم خدمتِ خلق

گھر کی حسرت بھی گئی شوقِ بیابانی بھی
آج وحشت نے دکھا دی مجھے زندانی بھی

درد ہے، ذوق ہے، وحشت ہے جنوں ہے پیہم
وائے حسرت نہ رہی بے سروسامانی بھی

اب قدم دیکھئے اُٹھتا ہے کدھر اے وحشت
اب تو زنداں میں کڑی تر ہے نگہبانی بھی

پاسباں اور جنوں دونوں ہیں باہم یک جا
عقل ہو جس کی گرفتار ہے نادانی بھی

ایک وہ ہیں کہ گئے چھوڑ کے تنہا مجھ کو
ایک تم ہو کہ نہیں درد کی درمانی بھی

اور کچھ گوشۂ خلوت میں تَسَدُّہی نہیں ہے لیکن
رنج پیہم بھی ہے اور درد کی ارزانی بھی

عجب حجاب ہے پردہ بھی ہے نظارہ بھی
عجب مقام ہے جو درد بھی ہے چارہ بھی

میرا یہ حال تو دیکھو کہ سامنے اُن کے
وہی جنوں ہے گریباں ہے پارہ پارہ بھی

کرشمہ اُن کی نگاہوں کا دیکھنا کہ مجھے
ہزار بار کیا زندہ اور مارا بھی

مری ہی آپ سے تقدیر کیا نہ بدلے گی
گھُر گیا ہے نگاہوں سے سنگِ خارا بھی

وہ کون ہے جو ترے در سے پھر گیا خالی
کسی نے تجھ کو محبت سے ہے پُکارا بھی

جو ایک بار نظامیؔ سے اُٹھ گیا پردہ
کسی نے پردہ کیا ہے کبھی دوبارہ بھی

ظہورِ حسنِ جاناں میں حقیقت ہے نہاں میری
نقابِ روئے معنیٰ ہے نگاہِ رازداں میری

ہر اک لمحہ میرا صد صورتِ عالمِ امثال ہے
نگاہِ حسنِ جاناں ہے بہارِ داستاں میری

بھلا اس رازِ فطرت کو کوئی سمجھے تو کیا سمجھے
میری مجبوریاں کیا ہیں ہے مختاری کہاں میری

جہاں کی بے ثباتی پر توکّل ہی ذرا کر لوں
ٹھہرتی ہی نہیں دم بھر کے لئے عمرِ رواں میری

میں اک گم کردہ منزل ہوں پریشاں حال مسافر ہوں
خدارا اب خبر لینا امیرِ کارواں میری

نہ یہ بندِ قفس ہوتا اور نہ یادِ آشیاں ہوتی
حقیقت وا اگر کرتا نہ سازِ کُن فکاں میری

تڑپنے میں نہ لذّت ہے نہ یادِ آشیاں باقی
گئے ہوش و خرد میرے نہ دل میرا نہ جاں میری

کہاں یہ ذرّۂ ناچیز اور وہ عالمِ بالا
نگاہِ دُوربیں پہنچی کہاں سے ہے کہاں میری

یہ اک دن رنگ لائے گی قیامت میں قیامت کا
قفس میں نالۂ محشر ہے یادِ آشیاں میری

جو مرنا ہو تو ایسا ہو جو جینا ہو تو ایسا ہو
نظامیؔ ہو تیرا در ہو یہ قسمت ہے کہاں میری

کچی ہے آنکھ میں تصویر ہُو بہو تیری
کہ ذرّے ذرّے میں صورت ہے رُو برُو تیری

میں کیسے کھینچتا تصویر رُو برُو تیری
میں خود ہی بن گیا تصویر ہُو بہُو تیری

میرے ہیں سجدے جہاں تُو مجھے نظر آئے
نمودِ دیر و حرم میں ہے بے نمو تیری

میں خود کو ڈھونڈھنے نکلا نہ پایا تیرے سوا
میری تلاش ہی نکلی ہے جستجو تیری

جہاں کو تیری گذرگاہ دیکھتا ہوں میں
تلاش کرنے کو آیا ہوں کُو بکُو تیری

مٹا دے مجھ کو تامّل ہے اس میں کیا تجھ کو
جو میرے مٹنے سے بنتی ہے آبرو تیری

مزہ ہو جبکہ دمِ واپسیں نظامی کے
زبانِ حال پہ جاری ہو گفتگو تیری

نمود ہر دو جہاں میں ہے بے نمو تیری
چمن ہے رنگ تیرا پیرہن ہے بُو تیری

سُنی صدائے اناالحق ہے میں نے ذرّوں سے
صدائے ساز سے سُنتا ہوں گفتگو تیری

میری نظر میں کہیں بھی نہیں ہے غیر اللہ
صدائے اَنْتَ اَنَا ہر صدائے ہُو تیری

تیرے جمال سے خالی نہیں ہے کوئی جگہ
تلاش اس لئے کرتا ہوں کُو بکُو تیری

کسی کی صورتِ علمی کو دیکھ اور سمجھ
خیال یار ہے تصویرِ ہُو بہو تیری

کسی کو شوقِ تقاضا ظہورِ خویش کا تھا
دگرنہ اُس کو کہاں ہوتی جستجو تیری

تیرا یہ حال نظامیؔ نہ قال میں آتا
اگر نہ ہوتے یہ الفاظِ ما و تُو تیری

چُوں شمعِ بزمِ جاں تابندہ باشی
بخُونِ عاشقاں پائندہ باشی

تو بے پردہ منم در پردہ داری
چناں کردی چُنیں آئندہ باشی

ہزاراں جاں بہ بخشد یک خرامے
خرامے بر خرامے زندہ باشی

خودم را پیشِ تو شرمندہ خواہم
کہ تو در روزِ محشر خندہ باشی

شکستی و مرا سازی بغمزہ
کُنی ہر چہ خواہی زندہ باشی

گنہگارم چہ غم در روزِ محشر
چو تُو گر پردہ دارِ بندہ باشی

نظامیؔ تُو ہر آں ساعت نگہدار
کہ پیشِ یار تو شرمندہ باشی

ذکرِ حبیب چھڑ گیا دل سے دُوئی نکل گئی
میرے ہی آئینے میں بس صورتِ یار ڈھل گئی

جب سے مجھے یقیں ہوا کوئی نہیں ہے غیرِ یار
میرا جہاں بدل گیا میری نظر بدل گئی

سجدے تو دو ہی فرض تھے ایک ہی سجدہ کر سکا
بے پردہ دیکھ کر اُنہیں میری جبیں مچل گئی

آتشِ سوزِ عشق نے ایسا جلا دیا مجھے
دینے کو ایک جان تھی وہ بھی نہیں ہے جل گئی

میری نگاہِ بے قرار کو نہ ملا کہیں قرار
حسنِ ازل پہ جب پڑی دیکھتے ہی سنبھل گئی

صورت و رنگ سے پرے اور بہت سے ہیں جہاں
عالمِ رنگ و بُو میں کیوں تیری نظر بہل گئی

میں نہ رہا بھلا ہوا ورنہ میرے نصیب کی
آنے کو تھی ہر اک بلا آنے سے پہلے ٹل گئی

جب سے کیا ہے عشق نے غیریتِ دُوئی سے پاک
وصل و فراق کی گھڑی آئی تھی اور چل گئی

تُو نے نظامیؔ حزیں مستی میں کہہ دیا ہے کیا
تُو نے نگاہ سے ہے پی آنکھ سے جو اُچھل گئی

اُن کا آنا میری رخصت ہی سہی
ناگہاں دید کی دولت ہی سہی

اُن کا ہونا ہو مبارک اُن کو
میں نہیں ہوں میری فطرت ہی سہی

میرے سجدوں سے ہے عظمت تیری
بندگی غایتِ ذلت ہی سہی

کہہ دیا تُو نے ہے ظالم جاہل
حاملِ بارِ امانت ہی سہی

حسن تو قید سے آزاد رہے
عشق بے مذہب و ملّت ہی سہی

جلوہ گر تُو بھی تو ہے صورت میں
بُت پرستی میری عادت ہی سہی

کچھ نہیں اور تو اِس دُنیا میں
زندگی دید کی فرصت ہی سہی

پھر بھی ظاہر ہے وہ ہر صورت میں
ہر جگہ جلووں کی شدّت ہی سہی

وہ جو بے پردہ ہوئے میں نہ رہا
کچھ نہیں اور تو حسرت ہی سہی

اب کرے کس کو نظامی سجدہ
میری صورت تیری صورت ہی سہی

تجھے کیا خبر ہے اے جاں تیری کیا ہے دلربائی
کسی شوخِ فتنہ گر کی ہے یہ فتنہ آزمائی
میں ہوں جلوہ گہہ تو جلوہ میں ہوں آئینہ تو رائی
تجھے خود سے آشنائی مجھے تجھ سے آشنائی
تیرے نغمۂ محبت پہ مری وہ بے نوائی
میرے سوزِ بندگی سے تیری شانِ کبریائی
مجھے وہ نگاہ بخشی تجھے ہر ادا میں دیکھے
تیرے ہر خرام پر ہو میری کیوں نہ جبہ سائی
مری موت و زندگی ہے تیرا فیضِ آفرینش
کبھی یہ ادا دکھائی کبھی وہ ادا دکھائی
تجھے نازِ حسن زیبا مجھے فقر شانِ شایاں
تیری شان بے نیازی مری شان ہے گدائی
رہا شوق یہ نظامیؔ مرا خاتمہ ہو بالخیر
درِ یار پر مٹا ہوں مری بر مراد آئی

دید سے پہلے مٹا بات نہ ہونے پائی
اِس لئے اُن سے ملاقات نہ ہونے پائی

آشنا غیر سے ہرگز نہ ہوئی میری جبیں
شُکر ہے وقفِ خرابات نہ ہونے پائی

ہر تعیّن کی شبِ تار کے پردے اُٹھے
دن چڑھا ایسا کبھی رات نہ ہونے پائی

ہم نے پایا اُسے ہر رنگ میں ہر صورت میں
آنکھ بھی واقفِ حالات نہ ہونے پائی

گرچہ ہر بات میں ہی وہم دُوئی ہوتا رہا
پھر بھی موجُود میری ذات نہ ہونے پائی

ہر تجلی ہی میری عینِ نظر ہو کے رہی
میری نظروں کے حجابات نہ ہونے پائی

جوششِ عشق نظامیؔ ہوا غالب آخر
بازیٔ عشق کبھی مات نہ ہونے پائی

وہ میرے گھر میں رہے مجھ کو کچھ خبر نہ ہوئی
جُدا نہ مجھ سے ہوئے آشنا نظر نہ ہوئی

بلند ہوتے ہیں کیسے مقام اے جبریلؑ
تُو کیا بتائے کہ تیری وہاں گذر نہ ہوئی

میری جنوں کی حکایت ظلوم وجہول
وہ محوِ دید ہوں اپنی مجھے خبر نہ ہوئی

تمیزِ کعبہ و بُت خانہ میں اسیر رہی
تیری جبیں تو شناسائے سنگِ در نہ ہوئی

وہ بولے تیرا نالہ ہے مری لبیک
خدا کا شُکر مری آہ بے اثر نہ ہوئی

مقامِ ہجر میں رو رو کے ہی تڑپتی رہی
مرے مقام سے آگاہ چشمِ تر نہ ہوئی

تلاشِ یار نظامی جو نَحنُ اَقرَبُ کا
سمجھ میں آیا یہ نقطہ تو دردِ سر نہ ہوئی

وہ جو عین ہو کے آتے تو کچھ اور بات ہوتی

وہم دوئی مٹاتے تو کچھ اور بات ہوتی

آنکھیں میری جمال کے قابل اگر نہیں

دل میں مرے سماتے تو کچھ اور بات ہوتی

بے صورتی ہی آئی ہے صورت میں پھر تو دید

ہر رنگ میں دکھاتے تو کچھ اور بات ہوتی

اُس شمع رُو پہ جل کے حکایت جنوں کی ہم

خود جو اُنہیں سناتے تو کچھ اور بات ہوتی

کیا جا رہے ہو دیکھنے کعبے کو زاہدو

خود کو جو دیکھ پاتے تو کچھ اور بات ہوتی

پہلو میں اُن کے درد کی لذت سے بے قرار

آنسو جو ہم بہاتے تو کچھ اور بات ہوتی

وصل و دُوئی سے پاک نظامیؔ کا ہو کے عین

کچھ سُنتے اور سُناتے تو کچھ اور بات ہوتی

اک شان پہ دم نکلے اک شانِ مسیحائی
اِس بزم کی رونق ہے اُس شوخ کی رعنائی

آگاہ نہیں خود سے کوئی بھی دو عالم میں
آئینۂ ہستی میں ہے کون تماشائی

گردابِ بلا اندر گردابِ بلا حائل
بے پایاں حقیقت ہے ہر قطرے کی گہرائی

پُر کیف نگاہوں سے میخانہ برستا ہے
مے نوش ہے ہر ذرّہ گردش میں ہے مینائی

ہر پردۂ صورت میں محبوبِ حقیقت ہے
معشوق بھی ہرجائی عاشق بھی ہے ہرجائی

خود بین نگاہوں کا آئینہ دو عالم ہے
اپنی ہی شناسائی ہے اُس کی شناسائی

زیبائشِ حُسن و قبح خود اس کی تجلّی ہے
خوبی پہ نہیں موقوف اُس خوب کی خوبائی

لیلےٰ کا بھی محمل بس، چاک گریباں ہے
اُس دشتِ جنوں کے ہم مشہور ہیں صحرائی

اُس نقشِ قدم کا ہی ادنیٰ سا کرشمہ ہے
ہوتی ہے نظامیؔ کی قدموں پہ جبیں سائی

بغمزہ محفل آرائی بغمزہ حشر ارزانی

عجب ایں جلوہ فرمائی عجب ایں فتنہ سامانی

جہانِ زندگانی از جمالِ یار روشن است

عدم را از عدم دانی، قدم را از قدم دانی

عجب ایں ظالم و جاہل جمالِ یار را مظہر

کہ ایں جا عقل قربان است بر تقدیرِ نادانی

بجز تائیدِ جبریلی نداند ایں کسے رازے

کہ موجود از وجود آمد کہ آمد از کجا فانی

پریشانم پریشانم پریشانم پریشانم

کہ از وحدت سوئے کثرت ظہورِ ما پریشانی

غلامی غلامانِ در محبوبیت دارم

نظامی سلسلہ دارم سگِ محبوبِ سبحانیؒ

بُت سازی و بُت شکنی ہے قصہ بُنیادی

یہ جلوۂ پوشیدہ وہ جلوۂ ایجادی

مژدہ اے جنوں سر، اے وحشتِ فرہادی

آباد ہوئی دل میں پھر حسرتِ بربادی

گر عشق ستمگر ہے تو حسن بھی کافر ہے

سرکارِ محبت میں آیا ہوں میں فریادی

دل وحشت و ارماں سے جنگل ہے نہ بستی ہے

بربادی کی بادی، آبادی کی آبادی

دُھل جائے نہ کیوں یارب ناپاکیٔ عصیاں سب

آنکھوں نے جھڑی بن کر رحمت تیری برسادی

اب وقتِ نظارہ ہے منت جنبشِ مژگاں ہو

مستی بھری آنکھوں نے نرگس کو یہ سمجھادی

بُت خانے میں کعبہ کی تعمیر ہے کیا طرفہ

معمار ہیں کعبے کے بُت خانے کے بُنیادی

جب ان کے تصوّر میں پرواز کیا دل نے

سیّد کو اسیری میں ملنے لگی آزادی

تیرے جلوے ہیں میری زندگانی
میری یہ مختصر سی ہے کہانی

خرامِ یار کا نقشِ قدم ہوں
دلیلِ راہ ہوں باقی نہ فانی

نشاں میرا کہیں ملتا نہیں ہے
مکاں تیرا ہے تیری لامکانی

محبت سرمدی ہے غیر فانی
مکانی ہے نہ یہ نقشِ زمانی

نظامی را جمالِ زار دیدی
تو در آسودگی اُو را چہ دانی

ردیف

”ے“

عدم ہمیشہ عدم رہا ہے وجود جبکہ عدم نہیں ہے
تیری ادائیں رہیں سلامت مٹا دے مجھ کو یہ غم نہیں ہے

کسی ادا سے بنایا مجھ کو کسی ادا سے مٹایا مجھ کو
ظہور اس کا ہے ہر ادا میں کہو یہ اس کا کرم نہیں ہے

ھُوَ ھُوَ ہو یا اَنتَ اَنتَ، اَنا اَنا ہو کہاں دُوئی ہے
اشارے سب ہی اُسی طرف ہیں کہیں بھی تُو اور ہم نہیں ہے

جمال اپنا ہی دیکھنے کو ظہور میں جب وہ آگئے ہیں
نظر وہی ہے نظر میں وہ ہے یہ دیکھ لینے سے کم نہیں ہے

یہ سازِ ہستی جو نغمہ زن ہے کسی کا ہے شوقِ نے نوازی
وہ ساز مَیں ہوں مگر یہ میری نوا نہیں ہے یہ دم نہیں ہے

جمال بے پردہ سامنے ہے تجلیاں ہی تجلیاں ہیں
تری وہ جنت ہے اے نظامی کہ جس میں باغِ ارم نہیں ہے

سمجھ میں آ نہیں سکتا کہ آخر بے نمو کیا ہے
اگر سمجھنا ہے اِس کو سمجھ کہ تُو کیا ہے

ہے قطرہ قطرہ ہم آغوشِ بحرِ بے پایاں
تری تلاش ہے کیا تری جستجو کیا ہے

وہ رنگ خود ہی اور رنگ آفریں بھی ہے
کوئی حسین ہے بے پردہ رنگ و بُو کیا ہے

تلاش جس کی ہے وہ ہے مگر نہیں ہُوں میں
میری ہے خام نگاہی یہ آرزُو کیا ہے

میرے تو جیب و گریباں کی دھجیاں نہ رہیں
جنوں کی خیر ہو اب حاجتِ رفو کیا ہے

ذلیل ہو کے بھی پردہ نہ ترا فاش کیا
جو بے نقاب ہو تو میری آبرُو کیا ہے

کسی کی یاد میں تازہ ہے آنسوؤں سے وضُو
رہا جو یاد سے غافل تو پھر وضو کیا ہے

نہ غیر یار نظامیؔ نہ غیرِ یار کوئی
وُہی وُہی ہے وُہی اس میں گفتگو کیا ہے

اب تو اُن کو میری پہچان نظر آتی ہے
راہ مشکل تھی جو آسان نظر آتی ہے
چشم و ابرو، خط و خال و قد و قامت ناپید
صورتِ یار تو اب جان نظر آتی ہے
میری ہستی کا نشاں ملتا نہیں ڈھونڈے سے
اُن پہ پہلے سے ہی قربان نظر آتی ہے
اُن کی وہ شان ہے جس چیز کو میں دیکھتا ہوں
کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِی شان نظر آتی ہے
عشق جب منزلِ جاناں میں قدم رکھتا ہے
عقل کچھ اس جگہ نادان نظر آتی ہے
پیش کش کیا ہو میری جان میری جان نہیں
اُن کو دیکھوں تو میری جان نظر آتی ہے
لے گئی ایک نظر اُن کی نظامیؔ سب کچھ
زندگی بے سر و سامان نظر آتی ہے

ہر اک ذرہ لیلائے محمل نشیں ہے
تعیّن کے پردے میں کوئی حسیں ہے
انہیں دیکھنا دیکھ کر اُن میں گمنا
یہی میری دُنیا یہی میرا دیں ہے

میری یاد باقی رہے گی کہ جب تک
ترے در پہ میرا نشانِ جبیں ہے
مجھے باتوں باتوں میں سمجھا گئے وہ
کہ میرے سوا کوئی ہرگز نہیں ہے

کہاں غیرِ حق ہے نہ اوّل نہ آخر
نہ ظاہر کہیں ہے نہ باطن کہیں ہے
وُہی ہے وُہی ہے وُہی ہے وُہی
نہ کوئی مکاں ہے نہ کوئی مکیں ہے

تجھے عشق و مستی میں پایا وگرنہ
سمجھ میں جو آتا ہے تُو وہ نہیں ہے
تصوّر میں اُن کے یہ عالم ہے اپنا
حسیں ہے حسیں ہے ہر اک شے حسیں ہے

سراپا تُو ئی ہے سراپا تُو ئی ہے
نظامیؔ نہیں ہے نظامی نہیں ہے

گُل گُل پہ ہے بہار جو رونق چمن کی ہے
رنگِ جمالِ یار ہے بُو پیرہن کی ہے

اے حُسنِ یار تیری اداؤں کی خیر ہو
موت و حیات تیری ادا بانکپن کی ہے

بے پردہ ہو کے جس کو مٹایا ہے یار نے
کیا ایسے مٹنے والوں کو حاجت رسن کی ہے

مرتا ہے ایک تیری ادا پر جو لاکھ بار
کیا اِس شہیدِ ناز کو حاجت کفن کی ہے

ہے ذرّہ ذرّہ تیرے ہی فیضِ وجُود سے
رونق تیرے جمال سے اِس انجمن کی ہے

تیرا سُخن ہے نَحنُ اَقرَبُ کہاں ہوں میں
مجھ کو مجال کب تیرے تابِ سُخن کی ہے

محوِ جمالِ یار نظامیؔ وہ حُسنِ یار
تصویر ہُو بہُو تیرے رُتے سخن کی ہے

حریمِ یار میں گر ناز ہے نیاز بھی ہے

کہ حسن و عشق سے محمود ہے ایاز بھی ہے

نگاہِ عشق نے بے تاب ہو کے جب دیکھا

اُٹھا کے پردہ کہا کھُل نہ جائے راز بھی ہے

غلط خیال نہ کر میرے آشیاں سے مجھے

جو لامکاں پہ اُڑے یہ وہ شہباز بھی ہے

تیری نگاہ حقیقت سے آشنا ہے اگر

اُسی کا جلوہ یہ جلوہ گہِ مجاز بھی ہے

جُھکا جو سر تو تیرے در پہ غیر پر نہ جُھکا

سرِ نیاز کو سجدوں پہ کچھ تو ناز بھی ہے

عجب نہیں کہ فرشتوں نے اُس کو سجدہ کیا

یہ خاک وہ ہے ترے در سے سرفراز بھی ہے

نہیں نظامیؔ جاں سوختہ فقط واعظ

کہ اس کے حال میں پوشیدہ سوز و ساز بھی ہے

حریمِ یار میں گر ناز ہے نیاز بھی ہے
کہ حسن و عشق سے محمود ہے ایاز بھی ہے

نگاہِ عشق نے بے تاب ہو کے جب دیکھا
اُٹھا کے پردہ کہا کھُل نہ جائے راز بھی ہے

غلط خیال نہ کر میرے آشیاں سے مجھے
جو لامکاں پہ اُڑے یہ وہ شہباز بھی ہے

تیری نگاہ حقیقت سے آشنا ہے اگر
اُسی کا جلوہ یہ جلوہ گہہ مجاز بھی ہے

جُھکا جو سر تو تیرے در پہ غیر پہ نہ جُھکا
سرِ نیاز کو سجدوں پہ کچھ تو ناز بھی ہے

عجب نہیں کہ فرشتوں نے اُس کو سجدہ کیا
یہ خاک وہ ہے ترے در سے سرفراز بھی ہے

نہیں نظامیؔ جاں سوختہ فقط واعظ
کہ اس کے حال میں پوشیدہ سوز و ساز بھی ہے

تقریر سے حرف و صوت سے جو بات عبارت ہوتی ہے
وہ بات میری منزل میں نہیں جو بات حکایت ہوتی ہے

جب حُسن شباب پہ ہوتا ہے آنکھوں سے شراب برستی ہے
مستی میں طوافِ میخانہ مستوں کی عبادت ہوتی ہے

جب منزلِ یار کے فاصلے سب سمٹے ہوں رگِ جاں تک آکر
پھر میری سماعت آخر میں اُن کی ہی سماعت ہوتی ہے

رہتے ہوں جو عینِ نظر ہو کر آتے تو نظر کیسے آتے
اِک ذوقِ نظارہ ہوتا ہے بے چوں سی زیارت ہوتی ہے

جب ظاہر و مظہر ایک ہیں تو ہر صورت قابلِ سجدہ ہے
جب لفظ کی صورت ہو معنیٰ قرآں کی تلاوت ہوتی ہے

ہر صورت رہ گذر تیری ہر صورت نقشِ قدم تیرا
پھر کعبہ و بُت خانہ کیا ہیں ہر سمت حقیقت ہوتی ہے

اے یار نظامی تو جب کہ آئینہ جمالِ یار کا ہے
پھر دید سے تیری دید اُس کی لاریب امانت ہوتی ہے

دیکھ کر بیتابیٔ شانِ کرم
ذرّہ ذرّہ جھولیاں پھیلائے ہے

میری تکمیلِ تصوّر دیکھنا
میری صورت میں نظر وہ آئے ہے

ذرّے ذرّے کو سمجھ کر آستاں
سر میرا بے ساختہ جُھک جائے ہے

دیکھنے کو ہر طرف اپنا جمال
ہر تجلّی آنکھ بن کر آئے ہے

ایک دُنیا سامنے آنکھوں کے ہے
دُوسری دُنیا کو دل للچائے ہے

لاکھ سر اور ایک نقشِ پائے ناز
مٹ نہیں سکتا جبیں کٹ جائے ہے

جوشِ دریا کی کرمی دیکھنا
موج میں ساحل بھی ڈوبا جائے ہے

زندگی پُوچھو تو ہے ساحل سے دُور
موج دریا سے جو لپٹی جائے ہے

دیکھتا ہوں ہر قدم اُٹھنے کے بعد
نقشِ پا بن کر نشاں مِٹ جائے ہے

جس کو کہتے ہیں سیّد فریبِ چشم ہے
شانِ بیرنگی کوئی دکھلائے ہے

حسین اور ہو پردہ کمال یہ بھی ہے

نہ تاب لا سکے پردہ جمال یہ بھی ہے

سراپا خود ہی تماشا ہو اور تماشائی

نظر وہ پھر نہ آئے سوال یہ بھی ہے

ذلیل بر سرِ بازار ناپسند و حقیر

تری نگاہ کے ماروں کا حال یہ بھی ہے

مٹا کے رکھ دے جسے تری اک ادائے حسن

پکار دے وہ اَنَا الحق مآل یہ بھی ہے

محال کیا جو صورت میں آئے بے صورت

وہ بے مثال ہے گر بے مثال یہ بھی ہے

ستم وہ مجھ پہ کریں یا کریں کرم مجھ پر

وہ جان لیں مجھے لطف و نوال یہ بھی ہے

ہلاکِ تیغِ جفا ہیں ہزار ہا لیکن

جو جاں نواز ہو تیغِ ہلال یہ بھی ہے

ہزار سامنے جل کر ہوئے ہیں خاک اگر

نہ ہو گا خاک نظامیؔ محال یہ بھی ہے

ہر ایک رنگ میں ہی آشکار دیکھا ہے
جمالِ یار تجھے بار بار دیکھا ہے

ترا لباس بدلنا مجھے بھلا نہ سکا
کہ ذرّے ذرّے میں آئینہ دار دیکھا ہے

کوئی بھی تیرے سوا جب نہیں ہے تجھ کو ہی
مقامِ دید میں بے اختیار دیکھا ہے

ترے ہے قرب و معیت میں عاشقوں کا یہ حال
مقامِ وصل میں بھی بے قرار دیکھا ہے

جو پوچھا میں نے پتہ اُن کا پیرِ کامل سے
کہا نظر کو تری عینِ یار دیکھا ہے

حجاب اپنا بنی خود ہی چشمِ آئینہ ساز
اسے فراق میں یوں اشکبار دیکھا ہے

نظامی سامنے اپنے جمالِ یار رہا
جلانا پردوں کا پروانہ وار دیکھا ہے

در حقیقت وہ نہیں ہے جو نظر آتا ہے
ہاں وہ بے رنگ ہی صورت میں مگر آتا ہے

اُن کے پہلو میں بھی تسکین نہیں ہے مجھ کو
میں تڑپتا ہوں جو دل درد سے بھر آتا ہے

راہ ملتی ہے ترے نقشِ قدم سے اُس کو
جو مُسافر بھی سرِ راہ گذر آتا ہے

میری منزل کی خبر کیا ہے خردمندوں کو
کوئی دیوانہ ہی لے کر یہ خبر آتا ہے

دیر ہو یا کہ حرم سر کو جہاں رکھ دوں میں
ترے ہی نقشِ قدم پر مرا سر آتا ہے

میری منزل میں مقامات بہت اور بھی ہیں
راہ گذر میں میری اللہ کا گھر آتا ہے

ہو وہ بے پردہ جو ہے اس کیلئے پردہ بھی
ہے وہ پردہ کہ وہ بے پردہ نظر آتا ہے

سجدہ ریزی ہو میری غیر کے در پر کیسے
ذرہ ذرہ جو نظر تیرا ہی در آتا ہے

ہے نظامی کا یہ دعویٰ کہ نہیں تیرے سوا
تو ہی آتا ہے نظر جو بھی نظر آتا ہے

میرے ہونے سے نہ ہونے میں کمال اچھا ہے
قطرہ مل جائے جو دریا میں مآل اچھا ہے

جس کو ہر حال ستاتا رہے احساسِ دُوئی
ہجر اچھا ہے نہ اُس کو یہ وصال اچھا ہے

تیری زُلفوں کے تصوّر سے جو پہنچے رُخ تک
ایک ہی جست میں وہ دامِ خیال اچھا ہے

لوگ کہتے ہیں تُو ہے اور میں کہتا ہوں نہیں
لوگ کچھ بھی کہیں لیکن مرا حال اچھا ہے

میں نہیں جانتا یہ زشت ہے کیا خوب ہے کیا
دیدۂ عشق سے دیکھو تو جمال اچھا ہے

اُنکے چہرے پہ ہے بکھری ہوئی یوں زُلفِ دراز
ہو اگر ذوقِ اسیری تو یہ جال اچھا ہے

دل سے مٹ جائے نظامؔی نہ ترے حسن پہ کیوں
ہر ادا اچھی ہے اور چہرے پہ خال اچھا ہے

ذرّے ذرّے میں دلربائی ہے
دل میں صورت کسی کی آئی ہے

منزلِ عشق سر پہ آئی ہے
حُسن کو شوقِ خود نمائی ہے

چشمِ ظاہر کی کج ادائی ہے
ورنہ ہر چیز میں خدائی ہے

ذرّہ ذرّہ ہوا منزلِ مقصود
جذبۂ دِل کی رہنمائی ہے

بعد مرنے کے وصل کی اُمید
عرصۂ حشر بن کے آئی ہے

اس نے بنا کے مجھ کو آئینہ
مری تقدیر آزمائی ہے

اس کو منظور وہ کریں نہ کریں
عشق پابندِ جبہ سائی ہے

حسن پابند ہو نہیں سکتا
ہے وفا یا کہ بے وفائی ہے

آج مستوں میں شور ہے شاید
چشمِ ساقی شراب لائی ہے

چاک دامانیاں ہیں گردیدہ
زلف اُن کی بکھر کے آئی ہے

ہو کے حاضر کہا نظامی نے
حسُن کی تیرے بس دہائی ہے

شمعِ محفل ہے کوئی عشق کا افسانہ ہے
اہتمامِ دمِ عیسےٰ غمِ پروانہ ہے

جل گئے نقشِ بتاں آتشِ سوزاں سے سبھی
اب میرے دل میں حرم ہے نہ صنم خانہ ہے

ہر نفس شوقِ بتاں میں ہے یہ محوِ ثبات
بُت شکن میں وہ تصور میں یہ بتخانہ ہے

تو اگر اُس کا ہُوا سارا جہاں تیرا ہے
تیرا یہ قول مگر قولِ حکیمانہ ہے

ہر صفت میری ہوئی تیری اداؤں میں فنا
جس کو کہتے ہیں نیستاں میرا کاشانہ ہے

میری منزل میں بہت ہی تھے حجابات مگر
اُٹھ گئے جس سے وہ اک لغزشِ مستانہ ہے

مجھ سے رخصت ہُوا جب میرا فریبِ احساس
پالیا میں نے تو کہنے لگے دیوانہ ہے

کس خمستاں کا یہ قطرہ ہے کہ اب تو ساقی
میری مستی کا گدا اگر تیرا میخانہ ہے

منحصر تیرا کرم میرے عمل پر ہی نہیں
اپنے بندوں پہ کرم شانِ کریمانہ ہے

کھو گئے ہوش و خرد تیرے تصور میں اگر
پھر نظامیؔ تو ہر حال میں فرزانہ ہے

قسمت میری تو ان دنوں کچھ سازگار ہے
آنکھوں میں یار ہے میرے دل میں بھی یار ہے

جو کچھ بھی دیکھتا ہوں مجھے اعتبار ہے
تیرے سوا ہے کون کہاں غیر یار ہے

بت خانہ ہو کہ میکدہ ہو دیر یا حرم
وقفِ خرامِ ناز ہر اک رہگذار ہے

مستی میں غیرِ یار کو سجدہ نہ ہو سکا
دیوانہ تیرا کس قدر یہ ہوشیار ہے

بے صورتی میں اُس کی نہ فرق آسکا کوئی
گر بزمِ یار صورتِ آئینہ وار ہے

ہے ذرہ ذرہ شوقِ محبت میں بے قرار
مٹنے کے بعد مجھ کو تیرا انتظار ہے

آنکھوں سے اشک بنکے بہا خونِ زخمِ دل
کیا آشنائے درد میری چشمِ زار ہے

جاذب ہے حُسن یا کہ میرا شوقِ دید ہے
حسرت ہے بار بار تڑپ بار بار ہے

کیا بندۂ جمال نظامیؔ کو ہو گیا
دیکھے بغیر صبر نہ دیکھے قرار ہے

پردے میں ناز نیں کوئی محوِ خرامِ ناز ہے
نقشِ قدم سے رہگذر سجدہ گہہ نیاز ہے

حُسن کی بارگاہ میں ناز نہ کر نیاز پر
خم ہیں ہزاروں غزنوی ناز گہہ ایاز ہے

آئینۂ مجاز میں خود ہی وہ جلوہ گر ہیں یا
خود ہی وہ حسنِ یار دیکھ، آئینۂ مجاز ہے

عشق کا اضطراب ہے رکعت و سجدہ و رکوع
دید کسی کی اصل میں ورنہ میری نماز ہے

ظاہر ہے کائنات میں ذرہ بذرہ جابجا
پھر بھی درونِ پردہ ہے راز درونِ راز ہے

جبکہ شکستہ پا تھا میں منزلِ یار دُور تھی
جب سے شکستہ دل ہوا وہ ہے سرِ نیاز ہے

اسکی نگاہ اصل ہے میری نگاہ آئینہ
آئینہ عکسِ آئینہ جلوہ ہی جلوہ ساز ہے

عشق سے مُجھ کو کام ہے ان کو قبول ہو نہ ہو
دیکھ نظامیٔ حزیں کس کا حریمِ ناز ہے

قصۂ حشر و ازل اک حُسن کا انداز ہے
ابتدائے عشق ہے اور انتہائے ناز ہے

آپ ہی اپنے تصوّر میں نیاز و ناز ہے
خود ہی جلوہ خود حجاب و خود ہی جلوہ ساز ہے

رشتۂ عشق و محبت عقدۂ اسرار ہے
کُھل گیا تو ناز ہے پردے میں ہے تو راز ہے

دیکھنا یہ ایک دن ہو کر رہے گا بے نقاب
پردۂ حسنِ ازل اک حشر کا آغاز ہے

بُت کدہ میری نظر میں کعبۂ مقصود ہے
سجدہ گاہِ عاشقاں ہے، نقشِ پائے ناز ہے

خواب میں کچھ دیکھتا ہوں یا فریبِ حسن ہے
یہ جو ہر ساعت نیا جلوہ، نیا انداز ہے

ہر قدم پہ لاکھ جانیں مِٹ مِٹ کے پھر پیدا ہوئیں
ذرّہ ذرّہ ناز بردارِ نیاز و ناز ہے

کسی کا دیکھنا مجھ کو بھلا معلوم ہوتا ہے
میرا دل آج کل بیگانہ سا معلوم ہوتا ہے

مجھے زخمِ جگر میں درد سا معلوم ہوتا ہے
مرض سمجھا تھا میں جسکو دوا معلوم ہوتا ہے

مجھے منزل میں اب آرام سا معلوم ہوتا ہے
کہ ہر ذرّہ اُسی کا نقشِ پا معلوم ہوتا ہے

کسی کا دل میں اب نقشہ جما معلوم ہوتا ہے
کہ ہر صورت میں نقشِ دلربا معلوم ہوتا ہے

میرا سر اُن کے قدموں پہ گرا معلوم ہوتا ہے
بتا اے جذبۂ دل تجھ کو کیا معلوم ہوتا ہے

محبّت روز افزوں ہے جنُوں بھی بڑھتا جاتا ہے
مجھے اِس حال میں نالہ رسا معلوم ہوتا ہے

میری وہ منتظر آنکھیں ابھی تک منتظر ہی ہیں
وہ آ کر جا رہے ہیں مجھ کو کیا معلوم ہوتا ہے

میری بیتابیاں منزل پہ بھی کم ہو نہیں سکتیں
جنوں کچھ قربِ منزل میں سوا معلوم ہوتا ہے

جہانِ عشق میں ہے مضطرب کوئی سرِ منزل
جہانِ حسن میں کچھ شور سا معلوم ہوتا ہے

سمندر تا بلِ ساحل مرا طوفاں ہے بے پایاں
سمندر اب تو مجھ میں ڈوبتا معلوم ہوتا ہے

بہت دن سے تمنّا تھی وہ آئیں گے سکوں ہوگا
وہ آئے پھر بھی دل وحشت زدہ معلوم ہوتا ہے

ہزاروں سر ہیں فرشِ راہ خرامِ ناز کے سائل
نشاں میرا تو پہلے ہی مٹا معلوم ہوتا ہے

نیستاں جس کو کہتے ہیں نظامیؔ اس کا راہی ہے
کہ اُس منزل میں ہر اک لاپتہ معلوم ہوتا ہے

کسی دل کو نگاہِ یار جب آباد کرتی ہے
متاعِ زندگی کو موت سے آزاد کرتی ہے

نقاب اُٹھنے سے اب تک ہے مری وحشت کا یہ عالم
وہی سجدے جبینِ شوق اب تک یاد کرتی ہے

اُدھر فرصت نہیں پے بہ پے جلووں کی شدّت سے
اِدھر قاتل سے رہ رہ کر تڑپ فریاد کرتی ہے

نقابِ رُخ پکار اُٹھا کہ جل کر خاک ہو جاؤں
تجلّی ماسویٰ کو اس طرح برباد کرتی ہے

جلا کر خاک کر دیتی ہے مرنے بھی نہیں دیتی
محبّت مرنے والوں پر عجب بے داد کرتی ہے

نظامیؔ خاک کے ذرّے کسی دل کا فسانہ ہیں
کسی کے خاک ہو جانے کو دُنیا یاد کرتی ہے

ہر ادا اُن کی میری تقدیر ہے
محوِ نظارہ ہر اک تدبیر ہے

میرا مرنا آگیا اُن کو پسند،
موت پھر قاتل کی دامنگیر ہے

دے رہا ہے ان کی منزل کا پتہ
نقشِ پا جو بھی ہے اک تحریر ہے

جس کو دیکھو ہے وہی سینہ سپر
تیر بھی اُن کا عجب اک تیر ہے

دیکھ کر صیّاد کو جو خود بخود
آگیا زد میں وہی نخچیر ہے

اُن پہ ناحق قتل کا الزام ہے
ان پہ نہ مرنا بھی اک تقصیر ہے

ذرّہ ذرّہ آستانِ یار تک
ہر گدائے حسن کی تقدیر ہے

اے نظامی بارگاہِ حسن کا
ہر گدا سُلطانِ عالمگیر ہے

کبھی جو حسن تیرا پردہ دار ہوتا ہے

جمال پردوں میں بھی آشکار ہوتا ہے

قسم خدا کی جو تو جلوہ بار ہوتا ہے

ہر ایک جلوہ نظر میں نگار ہوتا ہے

تیرا وہ جلوہ نیا ہے اس لئے ہر دم

وہ ذوقِ دید ہے جو بار بار ہوتا ہے

طواف کرتا ہوں مستی میں ذرّے ذرّے کا

میری نگاہ میں جب روئے یار ہوتا ہے

عذابِ حشر سے بڑھ کر عذاب ہے فزوں

عذاب جو کہ شبِ انتظار ہوتا ہے

کسی خاک پہ مشقِ خرام کا ہے نشاں

وہ نقشِ پا جو سرِ راہ گذار ہوتا ہے

کسی کی راہ میں لٹ کر ہوتے ہیں خاک نشیں

کسی کا شوق سے یوں انتظار ہوتا ہے

فریبِ حسن سے ہوتا ہے یوں فریبِ نظر

ظہورِ جلووں کا آئینہ وار ہوتا ہے

تو ڈوب جا کہ نظامیؔ ہے ڈوبنا مقصود

جو ڈوب جائے وہی بے کنار ہوتا ہے

میرے حرم کدہ پہ جبیں لامکاں کی ہے
اک یادگار یہ بھی میری داستاں کی ہے

سر پہ میرے جو خاک تیرے آستاں کی ہے
رفعت میری نظر میں کہاں آسماں کی ہے

ہر حال میں مراد ہے صیاد کی رضا
بندِ قفس کی ہے نہ طلب آشیاں کی ہے

سجدہ گہہ ملائکہ جلوہ گہہ حبیب
آرائشِ جمال میرے خاکداں کی ہے

آرائشِ چمن کی اُسے، فکر مجھ کو یہ
اب شاخِ آشیاں پہ نظر باغباں کی ہے

خیرات بٹ رہی ہے سرِ بزم حسن کی
تاثیر میرے نالہ و طرزِ فغاں کی ہے

ہے ذرّہ ذرّہ نقشِ خراماں لئے ہوئے
اِس رہگذر میں خاک کسی کارواں کی ہے

ہو جائے اک اشارے سے دل جس کا خُون خُون
کیا دردمندِ عشق کو حاجت سناں کی ہے

شوریدہ سر نظامئِ خستہ تلاش میں
منزل قدم قدم پہ اُس بے نشاں کی ہے

میرے دردِ دل کا حاصل میرا ذوقِ بندگی ہے
رہے دردِ دل سلامت یہی میری زندگی ہے

مجھے دل کی دھڑکنوں سے شبِ غم جو دل لگی ہے
کوئی حشر آرہا ہے یہ جو صُبح آرہی ہے

تیری کیا کرم نوازی تیری کیا ستم گری ہے
تیری شانِ بے نیازی میرے دل کی بے بسی ہے

میری کیا یہ زندگی ہے میری کیا یہ بندگی ہے
تیرا ہے کرم یہ مجھ پر تیری بندہ پروری ہے

کوئی حسرتوں کی دُنیا اس کی اُجڑتی دیکھے
کسی در پہ عمر جس کی رو رو گذر گئی ہے

میری خاکِ منتظر پر کبھی ہو گذر خُدارا
جو غبارِ راہ بن کر وہیں اُڑ کے رہ گئی ہے

تیری رہ گذر میں جاناں میں وہ خاکِ رہ گذر ہوں
تیرے ہر خرام پر جو تیرا نقشِ پا بنی ہے

میری مُدتوں کی اُمید میری عُمر بھر کی حسرت
ہوتے بے نقاب جب وہ میری ہوش کھو گئی ہے

میں جو بن کے مِٹ رہا ہُوں میں جو مِٹ کے بن رہا ہُوں
کسی شوخِ فتنہ گر کا یہ کمالِ دلبری ہے

ترا نقشِ پا نظامیؔ ہے یہ خاکِ پا مدامی
رہے مشقِ خوش خرامی ترا در تری گلی ہے،

نگاہِ عشق سے ذوقِ سلیم ہوتا ہے
کمالِ ذوق سے عزمِ صمیم ہوتا ہے

عصائے موسیٰ کی تخصیص ہی نہیں کوئی
ارادہ عشق کا ضربِ کلیم ہوتا ہے

خیال آتے ہی آتش کدہ ہوا گلزار
خیالِ یار بھی بس ابراہیم ہوتا ہے

عجب نہیں ہے کہ پتھر ہو گیا پانی
نگاہِ حسن سے مہ بھی دو نیم ہوتا ہے

جمالِ یار ہے حسنِ بشر پہ متجلی
نگاہِ مرد سے قلبِ عظیم ہوتا ہے

ہوائیں کھل گئی اُسکی کہیں وہ زلفِ دراز
جو آج شہرۂ بوئے نسیم ہوتا ہے

عجب نہیں ہے نظامیؔ سے بوئے یار آئے
کہ گل بھی اصل میں بوئے ندیم ہوتا ہے

دل و نگاہ میں صورت کسی کی رہتی ہے
جمالِ یار سے یوں دل لگی سی رہتی ہے

میری نگاہ کو فرصت نہیں ہے جلووں سے
کہ آن آن میں جلوہ گری ہی رہتی ہے

نظر میں غیر سمائے کہاں کہ وہ صورت
نگاہ بن کے نظر میں سمائی رہتی ہے

فریبِ دید اُنہیں حشر میں بھلا نہ سکا
کہ جن کو اُن سے یہاں آشنائی رہتی ہے

کبھی جو پھول میں آئے تو پھر ہیں کانٹے میں
ہمیشہ مجھ سے فریب آزمائی رہتی ہے

برونِ ذات نکل کر کہیں بھی جا نہ سکا
محیط بن کے ہر اک شے پہ چھائی رہتی ہے

کمال یہ ہے نظامی کہ ظہور کے باعث
ہر ایک جلوے میں صورت نمائی رہتی ہے

میری خرد حجاب ہے میری نظر حجاب ہے
ہوش و خرد سے ہے پرے ورنہ وہ بے نقاب ہے

ہو کر قریب تر مرے تُو نے تو مجھ کو پا لیا
میں جو نہ تجھ کو پا سکا ہستی مری خراب ہے

سوز و گداز عشق کا میرا مقام اور ہے
جس کی تڑپ نماز ہو میرا وہ اضطراب ہے

تیری نوائے الست نے میرا تو کام کر دیا
جاں میری گداز ہے دل میرا آب آب ہے

وصل و فراق و قرب سب لفظ ہی لفظ ہیں تمام
پاک وہ ہے دُوئی سے ایک ہے بے حساب ہے

کھول دیئے ہیں میکدے ساقیٔ چشمِ مست نے
بزم میں اک نگاہ سے دورِ شرابِ ناب ہے

خود تو لیا ہے نازِ حسن مجھ کو دیا ہے دردِ عشق
مجھ کو قبول کیوں نہ ہو اُس کا یہ انتخاب ہے

واہ نظامیٔ حزیں تیری نظر میں حسن و عشق
حسن ہے لاجواب ہے عشق ہے لاجواب ہے

محوِ حیرت ہوں یہ کس کی شوخیٔ تحریر ہے

نقش جو بھی ہے اس نقاش کی تصویر ہے

خاک پہ میری کسی نقشِ قدم کا ہے نشاں

گویا خاکِ آستاں سے ہی میری تعمیر ہے

ذرّہ ذرّہ کوئے جاناں میں ہے سنگِ آستاں

مجھ سے لے کر تا نیستاں حسن کی جاگیر ہے

ہر خرام اُن کا جبینِ شوق کی تقدیر ہے

سر بسجدہ نقشِ پا پہ ہر میری تدبیر ہے

زلفِ جاناں کا کہاں تک سلسلہ ہے کیا خبر

جس کو دیکھو وہ اسیرِ حلقۂ زنجیر ہے

میرا سینہ چاک چاک اور اُن کا پردہ چاک چاک

شرحِ حسن و عشق ضبطِ آہ کی تاثیر ہے

داغِ دل آشفتگی سے ہوگا آتش فشاں

طور جل کر آج چشمِ دید کی تنویر ہے

آج ہے اُن کی طرف سے دعوتِ دیدارِ عام

صورِ اسرافیل میری آہ کی تاثیر ہے

بختِ خوابیدہ میرا آخر کھلا تو یُوں کھلا

اک قیامت خیز میرے خواب کی تعبیر ہے

اے نظامیؔ وہ کہاں سلطانِ خوباں تو کہاں

پھر یہ دعوائے عشق کا کتنی بڑی تقصیر ہے

نشانِ نقشِ قدم جو کسی کی راہ میں ہے
دلیلِ منزلِ جاناں میری نگاہ میں ہے

وہ بات ارض و سما او نہ مہر و ماہ میں ہے
جو بات حضرتِ انساں کی بارگاہ میں ہے

نہ تاجِ شاہ نہ وہ فقر کی کلاہ میں ہے
سرِ نیاز کو جو ذوق تیری گردِ راہ میں ہے

ہزار سال میں طے ہو سکے نہ جو منزل،
وہ طے ہوئی یہ اثر میری ایک آہ میں ہے

عبث تلاش ہے سدرہ پہ حضرتِ جبریلؑ
وہ دردِ عشق کسی اور درسگاہ میں ہے

فقیر کو جو تیرے در کی ہے گدائی میں
نہ تخت و تاج نہ شاہی کی عز و جاہ میں ہے

نیازِ عشق نظامیؔ ہے مائلِ سجدہ
کسی کا نقشِ قدم میری سجدہ گاہ میں ہے

اس کی صورت نحن اقرب جا گزینِ گوش ہے
آتنا بے پردہ ہُوا مجھ سے کہ اب روپوش ہے

تیری محفل میں یہ کیسا شغلِ ناؤ نوش ہے
کوئی بے خود کوئی دیوانہ کوئی مدہوش ہے

جس کے ایک جلوے سے انجمن کی فضا بے ہوش ہے
وہ تصوّر میں ہمارے زینتِ آغوش ہے

تیری فیاضی کے صدقے تیری رحمت کے نثار
آج میخانے میں جس کو دیکھئے مدہوش ہے

حشر کے دِن بھی میرے عصیاں نہ رسوا ہو سکے
معصیت ہاتھوں کا اک تُو ہی تو پردہ پوش ہے

ماجرائے دردِ دل کس کو سُنائیں ہم نشیں
انجمن میں کون ایسا ہے کہ جس کو ہوش ہے

آپ مظہر کو نہ سمجھیں فارغِ عقل و حواس
جتنا وہ بے ہوش ہے اتنا ہی اس کو ہوش ہے

سر پہ میں احسان قاتل کا اُٹھاؤں کس طرح
مجھ سے نظامیؔ ناتواں کو سر بھی بارِ دوش ہے

نگاہوں میں بھرا وہ میکدہ ہے
کہ محوِ خوابِ مستی بتکدہ ہے

جہانِ رنگ و بو آخر یہ کیا ہے؟
جمالِ یار بے پردہ ہوا ہے

یہ مانا تو نظر آتا نہیں ہے
مگر یہ جو نظر آتا ہے کیا ہے؟

گذر گاہِ محبت ہے یہ عالم
میرا سر ہے کسی کا نقشِ پا ہے

کچھ ایسا ان دنوں میں کھو گیا ہوں
کہ ہر شے دلرُبا ہی دلرُبا ہے

کوئی سمجھے نہ سمجھے ہے مُسافر
شناسا ہے کوئی آشنا ہے

ہوا کیا مجھ سے گر پردہ میں ہیں وہ
محبت اب تو پہلے سے سوا ہے

رہِ تاریک میں جو گم گیا ہو
نشاں اُس کارواں کا اب ملا ہے

مجھے آواز آتی ہے اِدھر آ
یہ کون اس راہ میں نغمہ سرا ہے

میرا بے قید ہونا وہ چمن میں
قفس میں مجھ کو پھر یاد آگیا ہے

کھنچے جاتے ہیں خود ہی سُوئے منزل
نگاہِ یار محشر آزما ہے

نظامی سن جرس کی ہے یہ آواز
کوئی ہے کارواں اور جا رہا ہے

مجھ کو ہر دید میں دیدار نظر آتا ہے
یعنی ہر چیز میں وہ یار نظر آتا ہے

کل تو پہچان سکے یا نہ سکے
آج دیکھو سرِ بازار نظر آتا ہے

اُس نے پوچھا مجھے ظاہر باطن دیکھا؟
عرض کی میں نے کہ سرکار نظر آتا ہے

مظہرِ سرِّ الٰہی ہے جو سرِّ انساں
دیکھئے خود کو پُر اسرار نظر آتا ہے

ہر تجلّی کا نیا رنگ نئی صورت
کسی کو اک شکل میں دوبار نظر آتا ہے؟

میرے سجدوں کے لئے قبلہ عبادت کیلئے
مجھ کو ہر سمت رُخِ یار نظر آتا ہے

عشق نے ایسا نظامی کو کیا ہے کافر
کفر کے حال میں دیندار نظر آتا ہے

عشق جب سوزشِ دردِ نہاں سے اُٹھتا ہے

نغمۂ صورِ سرافیل جاں سے اُٹھتا ہے

دیکھ لیتا ہوں مگر فرصتِ اظہار نہیں

جو بھی پردہ کہ رُخِ ضُوفشاں سے اُٹھتا ہے

گر کے سجدے میں کبھی عمر بھر ہی اُٹھ نہ سکا

سر وہ کیا ہے جو تیرے آستاں سے اُٹھتا ہے

سُن تو لیتا ہوں میں ہر کارواں کا شورِ جرس

وہ اور ہے جو میرِ کارواں سے اُٹھتا ہے

مکتب و مدرسہ، تعلیم و تعلم سے ہے پاک

علم یہ وہ ہے کہ ہر لحظہ جاں سے اُٹھتا ہے

اُس کی منزل کو بھلا سدرہ نشیں کیا سمجھے

جس کا پہلا ہی قدم لامکاں سے اُٹھتا ہے

اے نظامیؔ تُو کہاں اور کہاں دامِ خیال

جا کے پہنچا ہے کہاں اور کہاں سے اُٹھتا ہے

میری صورت میں ہُو بہُو وہ ہے
ذرّے ذرّے میں رُو برُو وہ ہے
جس کو میں نے پُکارا وہ نِکلا
ہر اشارہ کہ ما و تُو وہ ہے
مجھ کو کہتا ہے پھُول پھُول یہی
سارے گلشن میں رنگ و بُو وہ ہے
باتوں باتوں میں کہہ گیا ہے کوئی
میں بھی وہ ہوں سمجھ کہ تُو وہ ہے
میری نسبت سمجھ ہے کیا اُن سے
بحر وہ ہے تو آب جُو وہ ہے
دربدر کیوں تلاشِ یار میں ہُوں
ہر جگہ وہ ہے کُو بکو وہ ہے
خود ہی منزل ہے خود ہی رہبر ہے
ہے وہ منزل تو جستجو وہ ہے
مجھ کو احساس ایسا ہوتا ہے
میری ہر بات گفتگو وہ ہے
وقف ہو جا نظامیؔ خستہ
زندگی وہ ہے آبرُو وہ ہے

جہاں مست از مستیٔ یک خرامے
کہ میخانہ ریزد گامے بگامے

بیا ساقیا دہ چنیں تیز جامے
فروشم بیک جرعہ ہستی تمامے

نگاہم بُود عینِ حُسن و جمالش
نگاہم شدہ وقتِ دیدار دامے

نہادم سرِ خود بہ آں پائے نازش
چوں بینم جمالش بہر ذرہ عامے

نگارے ازل تا ابد قامتِ خوش
رُخ و زلف آرائشِ صبح و شامے

چوں من سرِّ آنست و آں سرِّ من
منم در جہاں ایں سبب ذوالکرامے

ترا تاج سر خاکِ پائش نظامی
ترا خوش ترا از ہر دو عالم مقامے

بخاکِ کوُئے تو دارم مقامے
کہ روزے سوئے ما باشد خرامے
جمال ارزاں مکن اے جانِ جاناں
کہ در عشقت جہاں در اہتمامے
بہرِ جلوہ منم گردیدہ خاطر
چہ خوش تو شائقِ مشقِ خرامے
جبیں سائم بسنگِ آستانت
چوُں جبریلِ امیں داری غلامے
لبت شیریں اگر آید بہ جُنبش
کلام اللہ شد شیریں کلامے
مقامِ دیدنی دارد نظامیؔ
کہ در پہلوئے یارم تشنہ کامے

بیا ساقی بدہ جامے شرابے — کہ در مستی بیفتد صد حجابے

ہزاراں جانِ بیداری تصدق — اگر بینم ترا اے جاں بخوابے

گذشتہ را و آئندہ بدانم — منم خوانندۂ اُم الکتاب

چنیں ذوقِ تماشائے تو دارم — کہ جاں دادم بہ بینم یک ثوابے

عدم را چوں نوازی از وجودے — نگاہے سُوئے من خانہ خرابے

اگرچہ تو مرا سوزی بغمزہ — بسوزم باز خواہم بے نقابے

کمالِ عاشقی ناکامیِ عشق — چہ داند دردِ دل را کامیابے

ترا خواہم بہر حالے کہ خواہی — نہ بینم من ثوابے نے عذابے

بدُشنامے بیا یا تُرش رُوئے — کرم دارد ہزاراں یک عتابے

شدی ہرگاہ نظامی صاحبِ دل — بخاکِ زیر پائے بُوترابے

محشر بداماں فتنہ بجوئے | دل بُردہ جانم آں شوخ روئے
شہرے بہ شہرے کوئے بکوئے | ہر صبح و شام در جستجوئے

بزلفِ خراماں نکہتِ موئے | جانم فدائے ہر رنگ و بوئے
او در مقامِ غمزہ و نازے | شورے بعالم از ہا و ہوئے

در شوقِ زُلفے دلہا اسیرند | بہر پیچ زُلفے بہر تارِ موئے
ایں چہ تماشا وصلِ تو خواہم | تو بحرِ بے حد من آبِ جوئے

ابروئے خم چوں محرابِ مسجد | بہ چشمِ تو در وے جامم و سبوئے
مدِ مقابل آئینہ داری | گویا کہ مشقِ ستمِ رُو بروئے

مستِ خرامے در دست جامے | در کعبہ شیخے رندِ سبوئے
دیر و حرم چہ کعبہ و مسلماں | نقشِ خرامے آں فتنہ خوئے

نازک خرامی سوئے نظامیؔ
بر خاکِ کویت افتادہ روئے

پردہ اُٹھ جائے تو پھر کیا کیجیے
اُن کو ہر صورت میں دیکھا کیجیے

میرے نہ ہونے کو رُسوا کیجیے
اپنے ہونے کا تو چرچا کیجیے

کعبہ و بتخانہ میں ڈھونڈے ہے کیا
دل میں اپنے اُس کو ڈھونڈا کیجیے

چشمِ تر کا گر تُجھے پانی ملے
زخمِ دل کو اس سے دھویا کیجیے

جب کہیں موجود غیرِ حق نہیں
بے خطر حق حق کا نعرہ کیجیے

دل میں وہ ہیں یا کہ دل ہیں وہ
عقل کو اِس جا پہ چھوڑا کیجیے

اے نظامی اس کا دامن تھام کر
چھوڑیئے اپنا نہ چارہ کیجیے

جو تو نہیں ہے تو رُخ پر ذرا نقاب تو دے
نظر جو آتا ہے کیا ہے؟ ذرا جواب تو دے

کہاں سے لے کر کہاں تک ہے نقشِ پا اُن کا
وفورِ سجدہ کبھی فرصتِ حساب تو دے

جسے ہیں کہتے مئے لَا اِلٰہَ اِلّا ھُو
تیری جو آنکھ سے پیدا ہو وہ شراب تو دے

مقامِ وصل میں احساسِ ماو تو کیا ہے؟
مقامِ وصل میں تڑپوں وہ اضطراب تو دے

میں جاگتا ہوں حقیقت میں خواب ہے یہ مری
جو جاگتا ہو حقیقت میں ایسی خواب تو دے

ٹھہر سکے گا نہ ہرگز کبھی بھی غیر اللہ
مٹا کے حرفِ دُوئی تیغِ لا کو آب تو دے

ہے کائنات کا ہر ذرّہ تیرا بابِ کرم
نظرؔ نظامی کو اللہ فتح باب تو دے

جذبۂ دید مجھے دردِ سراپا کر دے
وہ مجھے دیکھنے آئیں وہ تماشا کر دے

چشمِ عالم سے اگر پردہ ہی منظور ہے تو
دل میں بس کر مرے سرشارِ تماشا کر دے

جذبۂ عشق عطا کر کہ تیرا غلبۂ حسن
قابلِ دید بنا کے مجھے بینا کر دے

کیوں نہ ہو تیری محبت کا نتیجہ ہے یہی
قیس بن کر کوئی آئے اُسے لیلے کر دے

ضبط ہے میرا تیری لاج وگرنہ اے شوخ
میں وہ محمل ہوں کہ اُٹھ جائے تو رسوا کر دے

مجھ سے مجبور سے کیوں عہدِ ازل تھا باندھا
میں تو گستاخ سہی تو ہی اسے ایفا کر دے

اے مردِ عشق وادئ سینا بھی چھوڑ دے
جلووں میں کھو کے ذوقِ تجلی بھی چھوڑ دے

وہ غلبۂ جنوں ہے کہ لیلیٰ ہوا ہوں میں
وہ قیس ہوں جو منزلِ لیلےٰ بھی چھوڑ دے

اے مردِ پاکباز وہ پیدا خلوص کر
ذوقِ طلب کو چھوڑ تمنا بھی چھوڑ دے

آیا ہے خود ہی بن کے تماشا کوئی حسیں
اے محوِ دید ذوقِ تماشا بھی چھوڑ دے

رمزِ فَاَیْنَمَا سے ملا مجھ کو یہ سبق
بُت خانہ گر ہے چھوڑا تو کعبہ بھی چھوڑ دے

مجھ کو ملا ہے درد کی دُنیا میں وہ مقام
جبریلؑ کو ملے تو وہ سدرہ بھی چھوڑ دے

ان کی نظر سے اپنی نظر کو ملا کے پی
مستِ جمال ساغر و مینا بھی چھوڑ دے

منت کشِ دوا ہی نہیں ہے مریضِ عشق
اے دردمندِ عشق مسیحا بھی چھوڑ دے

گر عشق نے کیا ہے نظامیؔ تجھے قبول
دُنیا اگر ہے چھوڑی تو عقبےٰ بھی چھوڑ دے

اپنی تقدیر کوئی کیا جانے | یہ معمہ ہے وہ خدا جانے
زخم دل کا ہے یہ خدا حافظ | دردِ دل آپ کی بلا جانے

دل دیا آپ کو مبارک ہو | کیوں دیا آپ کی ادا جانے
ہم تو اب ہو چکے تمہارے ہی | آپ کس کے ہو یہ خدا جانے

لٹ گئے کسی کے دین و دنیا | کوئی مستِ شباب کیا جانے
جس کو فرصت نہیں اداؤں سے | خاک میرا وہ مدعا جانے

جو بھی کرنا تھا آپ نے وہ کیا | چھوڑیئے اب میری قضا جانے
خوش رہو آپ کی ہو خیر مدام | اِس کا بدلہ تیری جفا جانے

میری ناکامیاں خدا شاہد | اس کو کیا نالۂ رسا جانے
ہم کو اُس بے وفا سے اُلفت تھی | بے وفائی کو کیا وفا جانے

ہے نظامیؔ کو ڈوبنے کی خبر
راہِ ساحل تو ناخُدا جانے

محفل میں اُن کی درد سُنانے چلے گئے
گویا کہ اپنا آپ جلانے چلے گئے

میں اُن کا راز دار تھا وہ میرے راز دار
ہر بزم میں وہ میرے بہانے چلے گئے

ہر ذرّہ ذرّہ منزلِ جاناں کا تھا نشاں
یوں ہی تلاش کرتے ٹھکانے چلے گئے

میری بقا کا راز اِسی میں چھپا ہے بس
جلوے اُسی کے اُس میں سمانے چلے گئے

ورنہ ہمارا کام وہاں کیا تھا بزم میں
ہم اُن کے ساتھ راز چھپانے چلے گئے

محشر میں جب وہ آئے تو اُن کے ستم تمام
ہم اپنے نام لکھ کے دکھانے چلے گئے

کل کی ہے بات جبکہ نظامیؔ تھے نغمہ سنج
اُن کو گذر گئے ہیں زمانے چلے گئے

جب سے خیالِ غیر سے ہم پاک ہو گئے
پردے جمالِ یار کے سب چاک ہو گئے

کیا پُوچھتے ہو اُن کی نظر کی کرامتیں
زندہ ہُوتے بہت سے بہت خاک ہو گئے

مٹنے کا خوف دُوریٔ منزل میں تھا ہمیں
جتنے قریب ہو گئے بے باک ہو گئے

اچھا ہوا کہ بزم میں اُن کی جو غیر تھے
پردہ ابھی اُٹھا تھا کہ سب خاک ہو گئے

پُرخار راہ ساتھ ہی یہ غلبۂ جنُوں
خود ہی لباس اپنے سبھی چاک ہو گئے

ہم بھی تو سر بکف ہیں کفن دوش پر لئے
کیا ہو گیا جو راہ خطرناک ہو گئے

مُدّت ہُوئی نظامیٔ خستہ بھی مٹ چکے
پُرزے بھی اُڑ چکے خس و خاشاک ہو گئے

جس طرف جھومتے محشر میں وہ ذیشان گئے
سب گنہگار تہہ سایۂ دامان گئے

جس طرف بڑھتے وہ اونٹوں کے حدی خوان گئے
ساتھ ہی نصرت و اقبال کے سامان گئے

ہم جئے تیرے لئے اور مرے تیرے لئے
للہ الحمد کہ دنیا سے مسلمان گئے

عقل میں آنہ سکے آنکھ جسے پا نہ سکے
تیری پہچان ہے یہ ہاں تجھے پہچان گئے

ہے فنا میرے لئے اور بقا تیرے لئے
ہم تمہیں جان گئے ہم تمہیں پہچان گئے

میرا ہر نقشِ قدم بنتا گیا دیر و حرم
جس طرف کھینچتے مجھ کو میرے ارمان گئے

عقل والے تو اسی عقل کی دنیا میں رہے
عرش سے پار سنا ہے تیرے انجان گئے

تو بلندی سے ہے بالا تو ہے پستی سے بری
کون سی جا پہ نہیں حضرتِ انسان گئے

تیری محفل میں نظامی ہی پریشان نہیں
یہ پریشان گئے وہ بھی پریشان گئے

مستیوں کے خُم کے خُم اور ساتھ میخانے گئے
بزمِ مے میں جس طرف نظروں کے پیمانے گئے

ہم کو ہے معلوم ان کا جب کہ اندازِ خرام
وہ بدل کر بھی لباس آئے تو پہچانے گئے

ہم بھی اُن کے، جاں بھی اُنکی، سر بھی اُنکا ہے عجب
آستانِ یار پر ہم لے کے نذرانے گئے

ہو رہا ہے اس قدر ہر آن شدّت سے خرام
کوئی کیا جانے کہ آئے کون کیا جانے گئے

عشق کی منزل میں کیا ہے لیلیٰ و محمل کا راز
عقل والے دیکھئے مجنوں کو سمجھانے گئے

منزلِ جاناں کی جا کر کون لائے گا خبر
شمع پر ہی جل بُجھے جو بھی کہ پروانے گئے

کون کہتا ہے نظامی ہوش کھو دیتے ہیں وہ
منزلِ جاناں میں پھر کیسے وہ دیوانے گئے

آج سنتے ہیں یہاں حشر کے ساماں ہوں گے
وہ یہاں آئیں گے بے پردہ خراماں ہوں گے

حشر میں جن کے لئے دید کے ساماں ہوں گے
ہم ہی وہ ظالم و جاہل تیرے ناداں ہوں گے

کتنے ارمان تھے جو نکلے ہیں مگر بعدِ فنا
خاک کے ذرّے تڑپتے ہوئے ارماں ہوں گے

حشر میں نکلیں گے وہ تاجِ شفاعت لے کر
ہم گنہگار تہہ سایۂ داماں ہوں گے

خود میں جب دیکھا تجھے دیکھا نہ خود کو پایا
راستے اب تو تیری دید کے آساں ہوں گے

سنگِ درِ منزلِ جاناں میں ہر اک ذرّہ ہے
یوں ہی سجدے میرے وقفِ درِ جاناں ہونگے

اُن کے آنے کی خبر سُن کے نظامی نے کہا
مٹ گیا میں تو کہاں کاش وہ مہمان ہوں گے

بُتکدے جلوہ گہہ یار نظر آنے لگے
اُن کے جلوے سرِ بازار نظر آنے لگے

اِس قدر ہو گیا میں اُن کے تصور میں فنا
اُن کی صورت در و دیوار نظر آنے لگے

ہر گذر گاہ سے وہ ایسے خراماں گذرے
سجدہ گاہ کوچہ و بازار نظر آنے لگے

لامکاں سے بھی پرے دیکھ رہا ہوں خود کو
اب تو مجھ کو میرے اسرار نظر آنے لگے

جلوہ گر ایسے ہوتے ہیں کہ اَنا سے پہلے
میری ہستی بھی سرِ دار نظر آنے لگے

خاک ہو کر بھی میری دید کی حسرت نہ گئی
اُڑتے ذرّے پئے دیدار نظر آنے لگے

اِس قدر مجھ کو ہے محبُوب جمالِ محبُوب
مجھ کو خود میں وہی اطوار نظر آنے لگے

اے نظامیؔ ہے محبّت کا نتیجہ ظاہر
تو بھی سر تا بہ قدم یار نظر آنے لگے

غمزے نئے نئے ہیں گریباں نئے نئے

ہوتے ہیں حسن و عشق کے ساماں نئے نئے

مُجھ کو ہیں اُن کی دید کے ارماں نئے نئے

ہوتے ہیں کیونکہ وہ بھی تو ہر آن نئے نئے

مارا کبھی تو زندہ کیا مشقِ ناز سے

مُجھ پر ہیں اُن کے عشق کے احساں نئے نئے

ہر آن میں لباس بدلتا ہوں اک نیا

دستِ جنوں کو چاہیئے داماں نئے نئے

تُجھ کو تو چشمِ شوق نے پہچان ہی لیا

بدلو لباس چاہے میری جاں نئے نئے

میرے لئے خزاں بھی فریبِ بہار ہے

ہر آن کھِل رہے ہیں گلستاں نئے نئے

جان آفریں ہے دیکھ نظامیؔ خرامِ یار

وہ ہو رہے ہیں جلوے خراماں نئے نئے

اُٹھ کے حرم سے جلوہ گہہ دِل میں ہم گئے
سب کچھ لُٹا کے یار کی محفل میں ہم گئے

میرے جنُوں کو دیکھ کے زنداں کو کیا ہُوا
جب کم نصیب شوقِ سلاسل میں ہم گئے

آسان ہو گئیں میری دُشواریاں تمام
مشکل سے جب کہ اور ہی مشکل میں ہم گئے

سمجھے تھے اپنے آپ کو سب کچھ مگر یہ کیا
کچھ نہ رہا جوان کے مقابل میں ہم گئے

منزل قدم قدم پہ قدم چُومتی رہی
کچھ اس طرح سے جذبۂ کامل میں ہم گئے

شورِ ازل بپا کیا خود ہی بلا کہا
گُل سے گذر کے شورِ عنا دل میں ہم گئے
نقشِ خرامِ ناز کو پایا اُسی جگہ
جس جس جگہ تجسّسِ قاتل میں ہم گئے

دیکھا کہ حُسنِ یار ہے اب شوقِ دید میں
آئینہ بن کے صورتِ قابل میں ہم گئے

ڈھونڈا کرے نگاہ جنوں پر جنوں رہے
اے قیس یونہی پردۂ محمل میں ہم گئے

مجھے بحرِ بے کراں کو تلاطم کا شوق ہے
موجوں میں آ کے دامنِ ساحل میں ہم گئے

ملتا ہے ذرّہ ذرّہ نظامیؔ کا ہم نوا
جُوں جُوں تلاشِ یار کی منزل میں ہم گئے

جو میکدہ سے ترے کر پی کے بادہ خوار چلے
حرم سے شیخ بھی مستوں کے ہمکنار چلے

جو اپنے سر پہ لیے خاکِ کُوئے یار چلے
تو خاکساروں میں چھپ چھپ کے تاجدار چلے

یہ کہہ رہا ہے مجھے ہر قدم پہ ذوقِ سجُود
چلے چلو کہ جدھر نقشِ پائے یار چلے

خبر نہیں کہ کہاں بُتکدہ، کہاں ہے حرم
میں جا رہا ہوں جدھر تیری رہ گذار چلے

رہا معاملہ یوُں حسن و عشق میں باہم
وہ شمع وار چلے ہم بھی شمع وار چلے

رہی نہ کشتی نہ ساحل نہ ناخدا اسے غرض
کہ جب کنارے سے ہم سوُئے بے کنار چلے

نہ تیرے رازِ محبت کو فاش ہم نے کیا
جو رازدار ہی آئے تو رازدار چلے

کلی کلی میں وہی رنگ بھر دیا ہم نے
چمن میں ہم جو لیئے رنگ و بُوئے یار چلے

کہا ہے تُو نے نظامیؔ کو ظالم و جاہل
اُٹھا کے تیری امانت کا ہم جو بار چلے

تیری راہ میں زندگی بھر چلے
ابھی راہ میں ہیں مگر مر چلے
اداؤں سے اُن کی ہے کون آشنا
سرِ بزم بے پردہ ہو کر چلے
تیری راز داری تیری پردہ داری
یُوں ہی چند دِن ہم بسر کر چلے
کسی کی محبّت کا ہے کارخانہ
فقط ہم تو آتے ہیں آ کر چلے
تیرے در سے آگے کوئی در نہیں ہے
وہ کافر ہے جو چھوڑ کر در چلے
غنی تُو مگر بے نوا ہم فقیر
تیرے راہ کی خاک سر دھر چلے
نظامی چلے گا جدھر لے چلے تو
یہی راستہ تھا کہ جس پر چلے

جہاں کا تاج ملے فقر کی کلاہ ملے

سرِ نیاز کو جو تیری گردِ راہ ملے

پُرانی ہو چکی اب داستانِ جلوۂ طور

نگاہِ شوق سے اک بار پھر نگاہ ملے

فلک سے پار ہو عرشِ بریں پہ جا پہنچے

میری نگاہ کو دِل کی طرف جو راہ ملے

تڑپ ہو سجدے میں اتنی کہ سر جھکاتے ہی

جبینِ شوق سے اُٹھ اُٹھ کے سجدہ گاہ ملے

تیرے فقیر ہیں وہ جن کے آستانوں پر

کھڑے ہیں چھُپ کے گداؤں میں بادشاہ ملے

تیری وہ شانِ کرم ہے کہ بیگناہ کو آج

گنہگاروں میں چل کر تیری پناہ ملے

تلاش کرتے ہیں سدرہ پہ حضرتِ جبریلؑ

کہیں جو درد محبّت کی درسگاہ ملے

میری فنا و بقا جلوۂ عروج و نزول

جُدا وہ مجھ سے ہوئے گاہ اور گاہ ملے

چھُپایا دامنِ رحمت نے جب نظامیؔ کو

گنہگاروں میں چھُپ چھُپ کے بے گناہ ملے

کون بے پردہ وہ دیکھو سرِ بام آیا ہے
کوئی نخچیر سرِ حلقۂ دام آیا ہے

میں سمجھتا ہوں کہ ہے کون میری صورت میں
نام لینے کو تو یوں میرا ہی نام آیا ہے

کربلائیں ہیں کہیں وادئ ایمن ہے کہیں
کوئی کرتا ہوا یوں مشقِ خرام آیا ہے

منزلِ یار میں آخر یہ مقام آیا ہے
یار کا میری زباں بن کر پیام آیا ہے

تیرے ہونے سے ہوا ہونا ہی ہونا ہر جا
میرا نہ ہونا تیرے ہونے کے کام آیا ہے

دید ہوگی انہیں عشاق کریں گے سجدہ
حشر برپا ہے کوئی بر سرِ عام آیا ہے

ساقیا آج پلا اور نظامی کو شراب
پی گیا تشنگی میں جو تیرا جام آیا ہے

گُل کھِلے آج نیستاں میں بہار آئی ہے
بُوئے گُل رنگِ چمن انجمن آرائی ہے

رُخ پہ آراستہ گیسو ہیں شہادت دیتے
خود ہی آئینہ میں وہ حُسن تماشائی ہے

مجھ کو سجدوں سے غرض دیر ہو یا کعبہ ہو
میری وحشت نہیں یہ تو بھی تو ہرجائی ہے

کوئی کافر نہیں اور کوئی بھی دیندار نہیں
کُفر و ایماں بھی تو اُس شوخ کی رعنائی ہے

تُجھ کو لایا جو یہاں تیرا ہی تھا شوقِ ظہور
میری اُمید تیرے شوق سے بر آئی ہے

کفر کیسے ہو الگ جب کہ کہیں غیر نہیں
خال چہرے پہ ترے حسن کی زیبائی ہے

شجر سے اِنّی اَنَا اللّٰہ کی صدا جب آئی
دیکھئے پھر تو نظامی کی بھی بن آئی ہے

تڑپا جو عشق بزم میں محشر بپا کیے
خلوت میں حسنِ یار کے پردے اُٹھا کیے

حیرت میں ہوں کہ بزم میں بیٹھے ہیں وہ کہاں
حالانکہ ہر طرف ہی اشارے ہوا کیے

خاموشیوں میں عالمِ ہُو کے سمے کا کیف
ہم خود سے بھی صدائے ہُوَ ہُو سنا کیے

کیا خوب دیکھنا ہے کسی کا بشوقِ دید
خود آئینہ میں آپ سے خود کو جُدا کیے

پامال ہو کے سر بھی مرا نقشِ پا ہُوا
عُشاق عمر بھر یہیں سجدے کیا کیے

بے تاب حُسن اور جلایا کچھ عشق نے
یوں راز مجھ پہ عشق و محبت نے وا کیے

سب راز کھول کر ہیں نظامی نے رکھ دیے
بنتی نہ تھی جو بزم میں مجھ کو حیا کیے

دِل بے تاب نظارہ اگر دیوانہ ہو جائے
تصور میں ہر ایک ذرّہ تیرا کاشانہ ہو جائے

میری بے تاب پیشانی میں یہ تاثیر رکھی ہے
کروں پتھر پہ گر سجدہ درِ جانانہ ہو جائے

نظر آنے لگیں جلوت میں جلوے رُوئے جاناں کے
میرا دل گوشۂ خلوت میں اگر بیگانہ ہو جائے

کیئے ہیں اس لیئے سجدے درِ جاناں تلک پیہم
رقم ہر ذرّے ذرّے پر میرا افسانہ ہو جائے

کلیم اللہ سے پوچھو شرابِ دید کی مستی
کہ صدقے ہر نگاہِ ناز پر مے خانہ ہو جائے

نظر سے معنی و صورت کی گر تفریق مٹ جائے
وہی اللہ کا گھر ہے وہی بُت خانہ ہو جائے

وہی اوّل وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن
وہی مَظہر وہی مُظہر وہی بُت خانہ ہو جائے

رموزِ نَحنُ اَقرَب میں ہیں پوشیدہ معانی وہ
اگر کھُل جائیں عالم پہ ہر اک دیوانہ ہو جائے

حقیقت آشنائے عالمِ لاہوت ہے انساں
ولیکن اپنی ہستی سے اگر بیگانہ ہو جائے

حقیقت مقتضی صورت کی ہے تو پھر عجب کیا ہے
ظہورِ معنوی گر صورتِ بتخانہ ہو جائے

نظامیؔ سرِّ انساں کو چھپا رہنے دے سینے میں
تڑپ اُٹھے گا ہر ذرّہ کہیں افسانہ ہو جائے

جو بھی جلوے تیرے اس رہگذر سے گذرے
نقشِ پا چھوڑتے نظارے نظر سے گذرے

منزلِ عشق میں جو تری نظر سے گذرے
پا گئے تیری خبر اپنی خبر سے گذرے

روز و شب مشرق و مغرب کے نہیں ہیں پابند
ہم تو اب گردشِ ہر شام و سحر سے گذرے

کیا ہے قطرہ جو گوہر بن کے ہُوا غیرِ محیط
میں وہ قطرہ ہوں کہ جو ذوقِ گہر سے گذرے

کفر و ایماں کی کہاں عشق میں ہوتی ہے تمیز
یہ وہ طوفاں ہے اُمڈ آئے تو سر سے گذرے

کارواں چلتے رہے نقشِ قدم کے پیچھے
وہ نشاں چھوڑ گئے ہیں کہ جدھر سے گذرے

منزلِ یار میں آسان ہوئی اُن کی تلاش
ذرّہ ذرّہ مجھے کہتا ہے کہ ادھر سے گذرے

دل میں جاتے ہی کیا اور ہی طوفاں برپا
یہ وہ جلوے ہیں کہ جو دیدۂ تر سے گذرے

تری منزل تو نظامیؔ ہے بہت دُور ابھی
کیا مسافر ہے کہ جو ذوقِ سفر سے گذرے

بے پردہ یار غمزۂ رعنا لئے ہوئے
ہے ذرّہ ذرّہ ذوقِ تماشا لئے ہوئے

ہے حسنِ یار کیا کیا تجلّی لئے ہوئے
بیتِ صنم لئے ہوئے کعبہ لئے ہوئے

قامت پہ میں نثار قیامت پہ میں نثار
محشر کا ہے ازل سے تقاضا لئے ہوئے

کیا پوچھتے ہو حضرتِ انساں کا مرتبہ
ہے یہ جمالِ یار سراپا لئے ہوئے

مستی میں کھل نہ جائے کہیں رازِ حسن و عشق
ہر ہر ادا ہے ساغر و مینا لئے ہوئے

سیرِ چمن کو آیا کوئی جاں فزا ہے آج
نرگس ہے آج دیدۂ بینا لئے ہوئے

غش کھائیں گے کلیم جلے گا ضرورِ طور
دیدار کا ہے عشق تقاضا لئے ہوئے

ہو جا نثار ان پہ نظامیؔ ہزار بار
وہ آگئے ہیں صورتِ زیبا لئے ہوئے

میری جبیں کو درِ نبیؐ سے گر خُدا سرفراز کر دے
یقیں سمجھو کہ کیا ہے دُنیا جہاں سے بھی بے نیاز کر دے

کہاں وہ حبشی غلام ادنیٰ کہاں یہ جنّت مقام اعلیٰ
اگر اُٹھا دے نظر غلاموں پہ پل میں بندہ نواز کر دے

اگر ہو چہرے سے نُور افشاں رہے نہ سُورج میں تاب و طاقت
دو ٹکڑے ہو جائے چاند پھٹ کر اگر اشارۂ ناز کر دے

دُعا نظامیؔ کی ہے الٰہی اگر یہ منظُور پیش کش ہو
میرے خیالوں میں رنگ بھر دے میرے بیاں کو دراز کر دے

مورِ حقیرِ تاجِ سلیماں لئے ہوئے — سر ہے غبارِ منزلِ جاناں لئے ہوئے

ہے حسنِ یار زلفِ پریشاں لئے ہوئے — اور عشق بھی ہے چاکِ گریباں لئے ہوئے

آخر کسی کی آمد نے محشر بپا کیا — وہ کھچ رہے ہیں حشر بداماں لئے ہوئے

کتنا ملیح ان کی نگاہوں کا تیر ہے — ہر زخمِ دل ہے میرا نمکداں لئے ہوئے

محفل میں چاک اُن کا نقابِ ازل ہُوا — پہنچا جو عشق چاکِ گریباں لئے ہوئے

بیٹھے ہیں زیرِ پردہ دبائے ہوئے وہ حشر — اُٹھ شوقِ دید حشر کے ساماں لئے ہوئے

مٹی میری بھی قبر میں سُن کر تڑپ اُٹھی — وہ آرہے ہیں درد کا درماں لئے ہوئے

پامالیوں کے شوق میں گذرا ہے کوئی شوخ — ہر راہ گذر ہے نقشِ خراماں لئے ہوئے

چلتے ہیں بزمِ ناز کی رونق رہے مدام — ہم شمع وار دیدۂ گریاں لئے ہوئے

مرتا ہوں اُنکی ایک ہی ترچھی نگاہ پر — گردن پہ اپنی قتل کا احساں لئے ہوئے

مجھ کو تو بحرِ غم کا کنارہ نہ مل سکا — ڈوبا ہُوا ہوں آنکھ میں طوفاں لئے ہوئے

روکا نگاہِ ناز کو تُو نے غضب کیا — میرا جگر تھا لذتِ پیکاں لئے ہوئے

روتی ہے میرے حال پہ ویرانیٔ جہاں — بیٹھا ہوں گھر میں اپنے بیاباں لئے ہوئے

دیوانگی پہ اپنی نظامی کو ناز ہے
کھویا ہُوں میں تصوّرِ جاناں لئے ہوئے

تیری محفل میں بپا شورِ قیامت رکھے
بے نیازی تیری اللہ سلامت رکھے

پھر بھی اُٹھے گی جبیں میری ترے در سے
ہر ادا تیری اگر لاکھ قیامت رکھے

مار کر زندہ کیا خاک نہ کیوں ہونے دیا
جَور سے تیرے کوئی خاک محبت رکھے

تُو کرے مجھ پہ کرم یا کہ ستم ہے یہ دُعا
سر مرا سجدوں کی در پر ترے عادت رکھے

بے حجابی ہے تیری میری فنا کا سامان
دل میں کیا خاک کوئی دید کی حسرت رکھے

تیری منزل میں بھٹکنے نہ دیا جس نے مجھے
نقشِ پا کو ترے اللہ سلامت رکھے

کشتۂ ناز و ادا مجھ کو کہیں لوگ تمام
کاش مجھ سے کوئی اتنی تو عداوت رکھے

میری آنکھوں کی طرح کاش ترے رُخ کا نقاب
حُسن کی تاب نہ لا سکنے کی طاقت رکھے

ہو نظامیؔ یہ تجھے اپنی قسم مشقِ خرام
عمر بھر سر مرا قدموں کی سعادت رکھے

وہ اشک کیا جو کسی چشمِ تر میں کھو جائے
لہو وہ کیا جو نہ ٹپکے جگر میں کھو جائے

وہ اس طریق سے پردوں میں چھپ کے ہیں دیکھتے
کہ ہزار جان فریبِ نظر میں کھو جائے

جہانِ عشق میں وہ نالہ ہائے پُر غم ہیں
ہزار حشر بھی جن کے اثر میں کھو جائے

خیال تھا کہ انہیں بار بار دیکھیں گے
وہ کیا کرے جو فقط اک نظر میں کھو جائے

خرامِ ناز کے ملتے ہیں ہر قدم پہ نشاں
وہ کون ہے جو تری رہگذر میں کھو جائے

کمالِ ضبط سے سینہ ہے تار تار مرا
اُٹھے جو آہ تو دردِ جگر میں کھو جائے

وہی وہی ہے نظامیؔ جہاں میں سر تا قدم
وہ باخبر ہے جو اپنی خبر میں کھو جائے

جب عشق تلاشِ یار میں ہو اور حُسن فسوں گر ہو جائے
پھر کیوں نہ عدم سے ہستی میں ہر چیز برابر ہو جائے

وہ ناز سراپا ہو جائیں میں شوق سراپا ہو جاؤں
ہر محمل لیلےٰ بن جائے ہر ذرّہ تیرا در ہو جائے

منزل پہ پہنچ کر منزل کو پہچان لیا منزل ہے وہی
جس منزل میں ہر رنگ میں وہ بیرنگ مگر ہو جائے

پہچان تیری کیا کام کرے جو تو نے اسے پہچان لیا
پہچان تو یہ ہے اُس کو بھی پہچان تری گر ہو جائے

میں اپنی نگاہ سے دیکھتا ہوں گر اُس کی نگاہ سے دیکھوں میں
پھر میری نظر کا پردہ بھی کیوں خاک نہ جل کر ہو جائے

نزدیک ہوں میں خود سے جتنا اس سے بہت نزدیک ہیں وہ
ہستی سے گذر کر دیکھ ذرا دیدار میسّر ہو جائے

جب کوئی محل غیر نہیں بے صورت ہی بے صورت ہے
پھر کیوں نہ نظامی صورت میں ظاہر وہ مصوّر ہو جائے

مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زباں سے — خبر لانا ہے گویا لامکاں سے
نہیں معلوم آیا ہوں کہاں سے — وہاں جانا ہے آیا ہوں جہاں سے

اسیری میں تصوّر گلستاں کا — قفس میں ہے تعلق آشیاں سے
انہیں کیسے ہوتی پہچان مری — شکایت ہے مجھے یہ رازداں سے

چلے آئیں مرے نقشِ قدم پر — بچھڑ کر رہ گئے جو کارواں سے
جلا کر رکھ دیا سب کچھ ہوا کیا؟ — مجھے کچھ کام ہے سوزِ نہاں سے

ہے خود ہی باغباں اور خود ہی گلچیں — مجھے یہ پوچھنا ہے باغباں سے
ازل سے بھی بہت پہلے کا قصہ — تعلق ہے مرا اُس داستاں سے

نظامی رہ گیا سجدے میں ہی سر
جبیں اُٹھتی نہیں ہے آستاں سے

کسی کے نقشِ قدم پر سرِ نیاز رہے
الٰہی تا بہ ابد یوں خرامِ ناز رہے

یہ آرزو ہے کہ سر زیرِ پائے یار رہے
کسی کا نقشِ قدم بن کے سرفراز رہے

مجھے قرار نہ ہو حسن بے نیاز رہے
حریمِ ناز میں یوں عمر بھر نماز رہے

سبق یہ عشق نے مجھ کو دیا دوام دوام
فراق و وصل میں یکساں تیرا نیاز رہے

ہزار طور جلیں یا کلیم غش میں رہے
نگاہِ شوق سے ملتی نگاہِ ناز رہے

میری نگاہ میں ہے حسن و عشق اور ہی شے
کہ میرے رنگ و سخن کا یہ امتیاز رہے

وہ سجدہ کر کہ ترے شوقِ سجدہ ریزی سے
مقامِ شوق میں سنگِ درِ نیاز رہے

چھپا ہے پردہ صورت میں اس لئے وہ جمال
کہ ہو کے صاف عیاں پھر نہاں یہ راز رہے

بنی ہے شمع جمالِ انجمن کی آرائش
کہ بزمِ عشق میں پیدا یہ سوز و ساز رہے

دکھا وہ شان کہ ہو یادِ عشق پھر تازہ
ترا افسانۂ محبت رقم طراز رہے

سمجھ لیا ہے نظامیؔ نے کیا ہے مدِ ظلِ
کمندِ لطف و کرم گیسوئے دراز رہے

کسی کی دید کی مستی ہے عمر بھر کے لئے

کہ ذرّے ذرّے میں ہے دید ہر نظر کیلئے

کہیں ہو جس جگہ ہو بُت کدہ ہو کعبہ ہو

میرے تمام ہی سجدے ہیں ایک در کیلئے

کئے ہیں سجدے اُسے دیکھ کر برنگِ مجاز

نہیں تڑپتے کسی اور منتظر کے لئے

نشانِ دیر و حرم کو سمجھ لیا میں نے

تیرے ہیں نقشِ قدم تیری رہ گذر کیلئے

مقامِ دید میں حق الیقیں ہو جب حاصل

کہیں بھی غیر نہیں چشمِ حق نگر کے لئے

قفس سے لے کے تیرا آشیاں ہے سیر تری

ملے جو طاقتِ پرواز بال و پر کے لئے

ہزاروں سوز بھرے دردِ دل کے عالم سے

گذرنا پڑتا ہے اک آہ کو اثر کے لئے

ہزار آتشِ نمرود سے ہو سوزِ جگر

تو ایک آنسو نکلتا ہے چشمِ تر کے لئے

مری نظر سے نظامیؔ جو وہ نگاہ ملی

میری نگاہ نے بوسے مری نظر کے لئے

کل قیامت میں نہ کیوں ہو گا عیاں میرے لئے
ہر قدم رکھتا ہے میری داستاں میرے لئے
ایک سجدہ کر گیا طے منزلِ دیر و حرم
بن گیا ہر ذرّہ ذرّہ آستاں میرے لئے
بن گیا سجدوں کی کثرت سے میرا ہر نقشِ پا
کارواں چلتے ہیں، منزل میں نشاں میرے لئے
گو قفس میں تیلیاں کتنی ہیں لیکن کچھ نہیں
چار تنکے ہیں چمن میں آشیاں میرے لئے
لے ہی جائے گا کسی منزلِ مقصود پر
پا بہ جولاں پھر رہا ہے آسماں میرے لئے
وسعتِ دامن میں خود ہی اُلجھ کر رہ گئے
ورنہ تھے بے چارہ دستِ ناتواں میرے لئے
سر اُٹھائے سے بھی ترے قدموں سے اُٹھتا نہیں
تجھ پہ قرباں سر بھی ہے بارِ گراں میرے لئے

میرے نصیب کی گردش ہے آسماں کے لئے

اِسی بلا کا نتیجہ ہے سب جہاں کے لئے

تمام رات ہی گنتا ہوں دل کو پکڑے ہوئے

میرے یہ زخم ستارے ہیں آسماں کے لئے

سرِ نیاز کو کرنا ہے آج وقفِ سجُود

تُو جلوہ گاہ کی صورت میں آستاں کے لئے

زمینِ دیر ہو یا ہو زمینِ بیتِ حرام

میرے ہیں سجدے اُسی ایک آستاں کیلئے

پڑی کہاں کی ہے ہم آئے قید رہنے کو

قفس میں تنکے چُننے جائیں آشیاں کے لئے

لپٹ کے دامنِ عشاق سے پہنچ جاؤں

جو خاکِ راہ بنوں گردِ کارواں کے لئے

بڑے شوق سے اُمید ہے نظامی کو

میری اُمید بر آئے گی خواجگاں کے لئے

جو ہوتے ہم تو تیرے خود کو رُوبرو کرتے
مٹا کے تم مجھے اپنا سا ہُو بہُو کرتے

تلاشِ یار میں منزل کے فاصلے بھی گئے
جو تُو ہی تُو ہے تو پھر کس کی جستجو کرتے

گیا وہ وقت اشارے تھے وہ کیے تیری طرف
رہے نہ ہم ہی تو پھر کون تُو ہی تُو کرتے

کہاں سے لاؤں گریباں کا ایک تار نہیں
جو مِرے چاک گریباں کو تُم رفو کرتے

جنونِ عشق ہیں سب راہ تیرے پانے کے
جو پا لیا تو بھلا کس کی آرزو کرتے

مقامِ وصل میں اس لئے تڑپتے رہے
وہ بے نمود ہے ہم کو بھی بے نمو کرتے

مٹا کے غیر کو ہم نے ہے وہ وضو سازا
کہ بار بار رہیں ہم کہاں وضو کرتے

گذر گئے ہیں نظامی تو ایسے منزل سے
تلاش اپنی نہ اُس کی نہ ما و تُو کرتے

نہ ہم بھی آج تمنائے رنگ و بُو کرتے
اگر وہ خود ہی نہ آئینہ رُوبرُو کرتے

نہ ہم ہی ہوتے نہ تیری ہی جستجو کرتے
ازل سے پہلے جو تم ہی نہ آرزو کرتے

مجھے وہ اپنا سا کب تک نہ ہُو بہُو کرتے
تمام عمر گئی ایک تُو ہی تُو کرتے

کسی لباس میں ظاہر وہ رنگ و بُو کرتے
ظہور کرتے تو کیسے وہ بے نمو کرتے

نقاب اُٹھتے ہی کہتے لَنْ تَرانِیْ وہ
بغیر پردہ نہیں ہم سے گفتگو کرتے

اسی میں وادیٔ ایمن اسی میں جلوۂ طور
کہو کلیم سے دل ہی کی جستجو کرتے

حضورِ حُسن میں شب بھر میں اس لئے رو دیا
نہیں تلاوتِ قرآں بے وضو کرتے

گئے تھے کل جو تیرے میکدہ سے تشنہ مے
پلا پلا کہ وہ آئے سبُو سبُو کرتے

بُتوں کی آج پرستش نہ کوئی بھی کرتا
اگر وہ پردہ کی پہلے ہی سے خو کرتے

اٹھایا سر کو میرے تُو نے اپنے قدموں سے
جو کام تُو نے کیا کاش وہ عدُو کرتے

بغور دیکھئے شائد وہی نظامی ہو
وہ کون وجد میں پھرتے ہیں ہاؤ ہُو کرتے

وہ ہو کے میرے عینِ نظر دیکھتے رہے
کیا دیکھتے ہم ان کو مگر دیکھتے رہے

میری جبیں نہ اُٹھ سکی گر کر کبھی مدام
سجدے تڑپ تڑپ تیرا در دیکھتے رہے

خود ہی وہ نقش ہم ہیں گذرگاہِ یار میں
سجدے میں جس پہ اپنا ہی سر دیکھتے رہے

کچھ ایسے کھو گئے ہیں تصور میں یار کے
اُس کو ہی ہم نے دیکھا جدھر دیکھتے رہے

کچھ قیدِ سمتِ قبلہ کے پابند ہم نہیں
آیا نظر جدھر وہ اُدھر دیکھتے رہے

اپنی طرف سے اپنی طرف جا رہے ہیں ہم
منزل میں اُن کی ہم یہ سفر دیکھتے رہے

گُم کردہ راہ عقل نظامیؔ نہ پا سکی
حیرت زدہ تو ہو گئے پر دیکھتے رہے

نہ آتا گر وہ صورت میں تو ہم اُس کو کہاں پاتے
نہاں رہتا حقیقت میں تو ہم اُس کو کہاں پاتے

ہے معنیٰ بے گماں معنیٰ مگر ظاہر ہے لفظوں میں
نہ آتا گر عبارت میں تو ہم اُس کو کہاں پاتے

اگر حسنِ ازل کی داستان ہوتی نہ اس طرح
بیاں میری حکایت میں تو ہم اُس کو کہاں پاتے

کمالات و صفاتِ حسن کی شانیں نہ گر ہوتیں
عیاں میری شرافت میں تو ہم اُس کو کہاں پاتے

لباسِ حسنِ خوباں میں حسیں بن کر اگر آتے
نہ وہ ملکِ شہادت میں تو ہم اُس کو کہاں پاتے

گذر کر عرش کی پہنائیوں سے یوں نہ وہ آتے
میرے دل کی جو وسعت میں تو ہم اُس کو کہاں پاتے

نظامی حُبِّ ذاتی کا تقاضا ہے ظہور اُس کا
نہ آتے گر محبت میں تو ہم اُس کو کہاں پاتے

بصد نیاز و ادب ہم جو سُوئے یار چلے
کھچے ہوئے وہ مری سمت نوبہار چلے

ترے بغیر نہ گُل نہ بُوئے گل کچھ بھی نہیں
چلے بھی آؤ کہ ہستی کا کاروبار چلے

بوقتِ دید مرا کچھ نشاں رہے نہ رہے
بڑے ہی شوق سے تیرِ نگہ کا وار چلے

لگی ہے دُنیا و دُوں میں یہ عُمر کی بازی
کوئی نہ جیت سکا سب کے سب ہی ہار چلے

بوقتِ ذبح کہا لذّتِ شہادت نے
گلے پہ تیغ تمنّا ہے بار بار چلے

تمہارے پہلو میں روتے رہے تڑپتے رہے
یہ چند روز اسی طرح ہم گذار چلے

تمہارے پاس رہے تو بھی بے قرار رہے
چلے نظامیؔ خستہ تو بے قرار چلے

سلام و استغاثہ
بہ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

سلام بہ بارگاہِ خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

(جو آپ نے حج کے موقعہ پر حاضر ہو کر پیش کیا)

السّلام اے مبتدا و منتہا — السّلام اے مقتدا و پیشوا

السّلام اے واقفِ علمِ لدن — السّلام اے رازدارِ امرِ کُن

السّلام اے شاہدِ ربّ العلیٰ — السّلام اے مصطفےٰ و مجتبےٰ

السّلام اے مظہرِ نور و وجود — السّلام اے مظہرِ علم و شہود

السّلام اے شہپارِ لامکاں — السّلام اے مقتضائے کُن فکاں

السّلام اے نقشِ حبِّ کبریا — السّلام اے صورتِ ظلِّ خدا

السّلام اے صاحبِ اسرارِ دلق — برزخِ کبریٰ میانِ حق و خلق

السّلام اے پیشوائے جبرائیلؑ — السّلام اے فخرِ موسیٰؑ و خلیلؑ

السّلام اے راحتِ جانِ حزیں — السّلام اے رحمت اللعالمین

السّلام اے ناظرِ قلبِ حقیر

ایں نظامیؔ گنہگار و فقیر

استغاثہ ببارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

"سید و سرور محمدؐ نورِ جاں   بہتر و مہتر شفیعِ مجرماں"

اے خدا کے لاڈلے محبوبِ ربّ

آئے ہیں ہم جھولیاں پھیلائے سب

بہرِ حق بھر دے ہماری جھولیاں

"سید و سرور محمدؐ نورِ جاں   بہتر و مہتر شفیعِ مجرماں"

اے کمالِ زندگی تجا و داں

رُوحِ اعظم جانِ عالم جانِ جاں

مالک و مولائے مکاں و لامکاں

"سید و سرور محمدؐ نورِ جاں   بہتر و مہتر شفیعِ مجرماں"

عاجز و مسکین و ناکارہ ہیں ہم

کچھ نہیں ہیں سخت بیچارہ ہیں ہم

آپ ہی ہیں چارۂ بے چارگاں

"سید و سرور محمدؐ نورِ جاں   بہتر و مہتر شفیعِ مجرماں"

کیا کہیں کیا کچھ ہیں ہم اور کیا ہیں ہم

جانتے ہو جو بھی ہیں اور کیا ہیں ہم

رازدارِ سرِّ حق سرِّ نہاں

"سید و سرور محمدؐ نورِ جاں   بہتر و مہتر شفیعِ مجرماں"

میرے مولا میرے آقا میری جاں

میرے ملجا میرے ماوا مہرباں

ہو تمہیں دراصل مقصودِ جہاں

"سید و سرور محمدؐ نورِ جاں بہتر و مہتر شفیعِ مجرماں"

آستاں تیرا کمالِ کبریا

مظہرِ شانِ جمالِ کبریا

تیری گلیاں ہیں محبت کا نشاں

"سید و سرور محمدؐ نورِ جاں بہتر و مہتر شفیعِ مجرماں"

تیرے در سے کون ہے خالی پھرا

تیرے در سے کیا نہیں کس کو ملا

کوئی منگتا ہو کہ ہو شاہِ جہاں

"سید و سرور محمدؐ نورِ جاں بہتر و مہتر شفیعِ مجرماں"

جنبشِ لب کی مجھے جرأت کہاں

نطق کو کہنے کی کچھ قدرت کہاں

آنکھ کو دیدار سے فرصت کہاں

"سیّد و سرور محمدؐ نورِ جاں بہتر و مہتر شفیعِ مجرماں"

المدد یا سرورِ دُنیا و دِیں

المدد یا رحمت اللعالمیں

المدد یا شاہدِ ربِّ جہاں

"سید و سرور محمدؐ نورِ جاں بہتر و مہتر شفیعِ مجرماں"

المدد اے باعثِ ایجادِ کُل

المدد اے صاحبِ ارشادِ کُل

المدد اے قادرِ جلب البیاں

"سید و سرور محمدؐ نورِ جاں   بہتر و مہتر شفیعِ مجرماں"

المدد اے مالک و مولائے کُل

المدد اے سید و والائے کُل

المدد اے مقتدائے کُن فکاں

"سید و سرور محمدؐ نورِ جاں   بہتر و مہتر شفیعِ مجرماں"

المدد اے مرکز

المدد اے مرکزِ پرکارِ عشق

المدد اے مظہرِ اسرارِ عشق

المدد اے رازدارِ رازداں

سید و سرور محمدؐ نورِ جاں   بہتر و مہتر شفیعِ مجرماں"

طُول ہو جائے نہ عرضِ مدعا

اے نظامیؔ ہے یہ بزمِ مصطفےٰ

بس ادب سے بند کر اپنی زباں

"سید و سرور محمدؐ نورِ جاں   بہتر و مہتر شفیعِ مجرماں"

استغاثہ ببارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

"اے ہزاراں جبرائیلؑ اندر بشر بہرِ حق سوئے غریباں یک نظر"

ما گنہگاریم عاجز بے خبر

بے سروساماں بے رختِ سفر

راہ پیچیدہ و پُر خوف و خطر

"اے ہزاراں جبرائیلؑ اندر بشر بہرِ حق سوئے غریباں یک نظر"

در فسوق و در فجور عمرم گذشت

رو سیاہ ام روئے من روشن نگشت

آمدہ از پُر گناہاں سربسر

"اے ہزاراں جبرائیلؑ اندر بشر بہرِ حق سوئے غریباں یک نظر"

رو بداماں آمدہ شرمندہ ام

ہاں ولے در بندگیت زندہ ام

من کمینہ تو شہِ والا قدر

"اے ہزاراں جبرائیلؑ اندر بشر بہرِ حق سوئے غریباں یک نظر"

چوں بہ بینم سوئے خود درحیرتم

از سگانِ تو کمینہ یک سگم

کے بمالم بر درت رخسار و سر

"اے ہزاراں جبرائیلؑ اندر بشر بہرِ حق سوئے غریباں یک نظر"

از طریقِ شوق من آگاہ نیم
از حریمِ عشق من ناواقفم
از ادب گاہِ محبت بے خبر
"اے ہزاراں جبرائیلؑ اندر بشر بہرِ حق سوئے غریباں یک نظر"

در حریمِ قدس من نو واردم
آں درِ پاکت من نالائقم
خیرہ عقل و خیرہ چشم و خیرہ سر
"اے ہزاراں جبرائیلؑ اندر بشر بہرِ حق سوئے غریباں یک نظر"

چشم آلودہ بتو آوردہ ام
قلب آزردہ بتو آوردہ ام
من نجس ناپاک تُو پاکیزہ تر
"اے ہزاراں جبرائیلؑ اندر بشر بہرِ حق سوئے غریباں یک نظر"

تو شہنشاہ من کمینہ بردہ ام
لیک از لطفِ شما پروردہ ام
از نگاہِ لُطف سوئے من نظر
"اے ہزاراں جبرائیلؑ اندر بشر بہرِ حق سوئے غریباں یک نظر"

بر درت فریادہا آوردہ ام
از احبّا عرضہا آوردہ ام
اے کریما سوئے مسکیناں نگر
"اے ہزاراں جبرائیل اندر بشر بہرِ حق سوئے غریباں یک نظر"

جملہ عالم را پناہ بے یقیں

بارگاہ رحمۃ للعالمیں

اے فدائے تو غم محمود شاہ گر

"اے ہزاراں جبرائیلؑ اندر بشر بہر حق سوئے غریباں یک نظر۔

استغاثہ ببارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یارسول اللہ بہ بیں بیکسی ساماں شدہ
نالۂ شبگوں بفرقت رشتۂ داماں شدہ

چوں بصحرا رفت خارِ دشت بر بوسیدہ پا
ہاں بخلوت کس میرسی خانہ زنداں شدہ

اے جنوں گیری بہ بازو می بری یا شہر یار
تا بہ کسے در ہجرِ شاں خواہی سرگرداں شدہ

کہ بسر کارِ مدینہ می رسانی ایں خبر
مُدت شد عاشق در ہجرِ تو حیراں شدہ

ہر کہ آں گشتہ غلامِ شاہِ بطحائی بدل
بے گماں مقبولِ حق فخرِ شہنشاہاں شدہ

یارسول اللہ فدایت جان و دل ایں چہ عجب
بے نقاب آئی بہ محفل خسرو جاناں شدہ

خوش نصیبم گرامانت نعت خوانِ تو شدہ
مغفرت لازم شدہ بس ایں سبب نازاں شدہ

سلام ببارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

مصطفٰے جانِ عالم پہ لاکھوں سلام
حضرتِ رُوحِ اعظم پہ لاکھوں سلام

انبیاء جس کے در پہ سلامی ہوئے
فخرِ عیسٰیؑ و آدمؑ پہ لاکھوں سلام

عرش نے جس کے تلووں کو بوسہ دیا
اُس مکرم معظم پہ لاکھوں سلام

وقت گذرا ہے جو آپ کی یاد میں
ایسے ہر لحظہ و دم پہ لاکھوں سلام

ہر مرض ہو گیا دُور پی کر جسے
صاحبِ آبِ زم زم پہ لاکھوں سلام

عمر بھر روئی جو عاصیوں کے لئے
آپ کی چشمِ پُرنم پہ لاکھوں سلام

اس کی خاکِ قدم پہ کروڑوں درُود
اس کی رفتارِ ٹھم ٹھم پہ لاکھوں سلام

جس کا مشتاق حق، یاد کی ہے قسم
آپ کے گیسوئے خم پہ لاکھوں سلام

جس کی ہر مسکراہٹ پہ بخشش نثار
ان لبوں کے تبسم پہ لاکھوں سلام

عرض ہے یہ نظامیؔ کی اللہ سے
بھیج محبوبِ اکرم پہ لاکھوں سلام

سلام، استغاثہ اور مدح

ببارگاہِ اولیائے کرام

سلام

بہ بارگاہِ غریب نواز خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ

السلام اے مطلعِ انوارِ چشت
السلام اے رہبرِ اہلِ بہشت

السلام اے رازدارِ ھَلْ اَتیٰ
السلام اے سترِ سرِّ اولیاء

السلام اے نفخۂ جانِ جہاں
السلام اے رازدارِ کُن فکاں

السلام اے نفخۂ جاں آفریں
السلام اے سرورِ دُنیا و دیں

السلام اے ساقیٔ جامِ الست
السلام اے از جمالِ یار مست

السلام اے پیکرِ حسن و جمال
السلام اے ماحیٔ کفر و ضلال

السلام اے نورِ جاں نورِ بصر
السلام اے چشتیاں را تاجِ سر

السلام اے خواجۂ سنجر ولی
ناز پروردہ حسینؑ ابنِ علیؑ

ہو قبول اب تو نظامی کا سلام
آپ کا ہے یہ غلامانِ غلام

مدح بارگاہِ گنج شکرؒ

اے فریدالدین وحقِ گنج شکرؒ
ہم غریبوں پر کرم کی ہو نظر

اے خدا کے لاڈلے روشن ضمیر
آتے ہیں در پہ ترے تیرے فقیر

اے نگاہِ یار کے فیض وکرم
نور سے تیرے ہیں روشن جان ودم

مانگتے ہیں حسن کی خیرات ہم
لاتے ہیں در پر ترے حاجات ہم

دل میں ہے مدت سے اک حسرت بھری
دیکھ لوں بے پردہ شانِ دلبری

لاتے ہیں در پر ترے فریاد ہم
چاہتے ہیں بے کسی کی داد ہم

کون ہے در سے ترے خالی پھرا
اے غریبوں بیکسوں کے مدعا

کچھ نہیں دل میں مرے اس کے سوا
تجھ سے تجھ کو مانگتا ہوں اے شہا

آپ ہیں شانِ معین الدین حسنؒ
شاہِ قطب الدینؒ کے فخرِ زمن

مانگتا ہوں وہ جو ہو شایانِ شان
ہیں گدائے بے نوا تو جانِ جاں

اے نظامی ختم کر اب داستاں
ہے سخی گنج شکرؒ کا آستاں

استغاثہ ببارگاہِ غریب نوازؒ

حضور اپنے ہی جُود و نوال کا صدقہ
کرم ہو حُسن کا صدقہ جمال کا صدقہ

عطا ہو اپنے فریدؒ اور قطبِ عالمؒ کے
مقامِ عشق اور مقامِ وصال کا صدقہ

غلام خُوب ہیں اور آپ خُوب سے خُوب
ہیں خُوب سارے ترے خط و خال کا صدقہ

کچھ اپنی شانِ کریمی کی دولتوں سے دے
کچھ اپنے شیخ سخی لج پال کا صدقہ

ترے فقیر ہیں شاہوں کے شاہ میں ہوں غریب
غریب کو ملے کچھ اُن کے حال کا صدقہ

پیار آتا ہے، رحمت کو گیسو و رُخ پر
اُتارتی ہے تیرے بال بال کا صدقہ

غریب میں ہوں تیری شان ہے غریب نواز
ملے گا حضرتِ عثمانؒ کے حال کا صدقہ

تیری نظر سے نظامی ہے ہر طرح فارغ
ملا ہے مجھ کو کسی مردِ حال کا صدقہ

مدح بہ بارگاہِ گنج شکرؒ

حضورِ گنج شکرؒ ہیں نیاز کوش ہیں ہم
کہ ہم نشینِ خداوندِ پردہ پوش ہیں ہم

کھلا ہے میکدہ مشغولِ نا و نوش ہیں ہم
نہ فکرِ فردا نہ محوِ خیالِ دوش ہیں ہم

یہی ہے جائے پناہ اور یہی ہے جائے اماں
کہ پردہ پوش ہے تو اور گناہ کوش ہیں ہم

درِ کریم سے اتنا ملا ہے بے انداز
غلام آپ کے شاہوں کے دوش دوش ہیں ہم

درِ فریدؒ نظامیؔ ہے آسرا اپنا
سرِ نیاز ہے سجدے میں سر فروش ہیں ہم

استغاثہ ببارگاہِ غریب نوازؒ

(جو آپ نے ۱۹۵۸ء میں اجمیر شریف حاضر کو پیش کیا تھا)

رہا عمر بھر ہی مجھ کو تیرے نام کا سہارا
اِسی طرح رات گذری اسی طرح دن گذارا

سخی اور بھی ہیں بے شک یہ جہان چھان مارا
ہُوا منگتوں کا آخر تیرے در پہ ہی گذارا

کھڑا دیر سے ہُوں در پر مجھے بھیک دو خدارا
یہ ہے لاج بھی تمہاری ہے فقیر بھی تمہارا

تیرے در پہ آگئے ہیں تیری مہربانیاں ہیں
نہ یہ دید کے ہیں لائق نہ یہ قابلِ نظارہ

تیرے آستاں نے رکھ لی میری لاج بے بسی کی
یہی آخری تھی کوشش یہی آخری تھا چارہ

تیرے در سے پل رہے ہیں کئی شاہ اور گدا بھی
چہ شود اگر نوازی زنگاہ ایں گدا را

تیرے در پہ ہوں میں لایا ترے قطب دیں کا صدقہ
کہ جو لاڈلا ہے تیرا ہے تیرے جگر کا پارہ

تیرا در رہے سلامت تیرے در کی خاک سے ہے
یہ ہماری کج کلاہی یہ ہمارا ناز سارا

ذرا دیکھ اے نظامی کہاں خاک بوس تو ہے
تیری ہے بُلند قسمت ہے عروج پر ستارہ

در مدح آستانِ فریدؒ

ریاضِ روضۂ جنّت ہے آستانِ فریدؒ
خوشا کہ بخششِ یزداں ہے باغبانِ فریدؒ

کلی کلی سے مہکتی ہے آج بُوئے فریدؒ
بہار لائی ہے ہر سمت گلستانِ فریدؒ

کہاں کہاں سے گذرا ہے کہاں سے گذریگا
ہے لامکاں بھی گذرگاہِ کاروانِ فریدؒ

علیؑ فاطمہؓ حسنؑ و حسینؑ احمدؐ پاک
ہیں آج پنجتن پاک مہمانِ فریدؒ

نشانِ منزلِ محبوب ان سے ملتے ہیں
مقیمِ منزلِ جاناں ہیں بندگانِ فریدؒ

زباں زباں پہ ہوا نعرۂ فریدؒ بلند
زبانِ خلق پہ خود حق ہے مدح خوانِ فریدؒ

طفیلِ صابرؒ و محبوبؒ ہے کرم مجھ پر
کہ ہے یہ پیشکشِ ادنیٰ مدح خوانِ فریدؒ

قبول ہے میرا مطلع ببارگاہِ فریدؒ
فریدؒ راز ہے اور میں ہوں راز دانِ فریدؒ

درِ فریدؒ نظامی ہے بارگاہِ اماں
ہزار بار مبارک ہو عاشقانِ فرید

مدح ببارگاہِ گنج شکرؒ

رہے آستاں سلامت رہے برقرار شاہی
کہ تمہارے ناز پر ہے یہ ہماری کج کلاہی

تیرے در پہ سرنگوں ہیں شاہوں کے تاجِ شاہی
تیرے فقر پر تصدق ہے ہزار بادشاہی

تیرا گلستانِ کلیر ہے بہارِ خُلد گاہی
گُلِ نوبہار تیرا محبوب ہے الٰہی

تیرا نعرۂ فریدی ہے قبول بارگاہ میں
میرے کان میں ہے آتی یہ صدائے صبح گاہی

تیرا روضہ قصرِ جنّت تیرا باب بابِ جنت
یہی ہے خدا کا فرماں ہے نبیؐ کی یہ گواہی

رہے یُونہی تیرے در پر مستوں کی بھیڑ ساقی
رہے یُوں ہی دَور میں بس تیری مے بھری صراحی

ذرا دیکھ اے نظامیؔ ہے یہ درگہہ فریدی
کہیں بٹ رہی ہے جنت کہیں بٹ رہی ہے شاہی

مدح ببارگاہِ فریدؒ

رہے بلند الٰہی یہ عزو جاہِ فریدؒ
کہ آسرا ہے غریبوں کا بارگاہِ فریدؒ

گنہگارو! چلے آؤ وقتِ بخشش ہے
ہے قصرِ جنّتِ فردوس خانقاہِ فریدؒ

ہزار بگڑا مقدر ہے فکر ہی کیا ہے
بنائے دیتی ہے پڑتی ہے جب نگاہِ فریدؒ

مقامِ شوق میں سجدے نثار ہوتے ہیں
حریمِ عشق و محبّت ہے جلوہ گاہِ فریدؒ

غریب و بیکس و بے زر و فقیر و بے چارہ
گنہگار نظامیؔ ہے دادخواہِ فریدؒ

استغاثہ ببارگاہِ گنج شکرؒ

سرِ نیاز ادب سے جھکائے بیٹھے ہیں
درِ فریدؒ پہ نظریں جمائے بیٹھے ہیں

تیری نگاہِ کرم کی اُمید پر لاکھوں
گنہگار تیرے در پہ آئے بیٹھے ہیں

تیرے کرم کا بھروسہ لئے ہوتے ہیں ہم
وگرنہ آہ کو ہم آزماتے بیٹھے ہیں

فقیرِ بے سروساماں گدائے گنج شکرؒ
یہی ہم اپنا مقدر لکھائے بیٹھے ہیں

تیری نگاہ میں ہے نفخۂ حیات بھرا
ہم اپنے مردہ دِلوں کو جلائے بیٹھے ہیں

خُدا کا شُکر کہ جن کے ہیں سامنے اُنکے
ہم اپنا حال اُنہیں کو سُنائے بیٹھے ہیں

نگاہیں در پہ لگی ہیں سب انتظار میں ہیں
نظامیؔ صابری ہر سمت آئے بیٹھے ہیں

مدح ببارگاہِ گنج شکرؒ

گنج شکرؒ کی بارگاہ جلوہ گہہ نیازِ عشق
منزلِ عشق دراز ہے آپ ہیں شاہ بازِ عشق

حضرتِ بے نشاں کہاں اور کہاں یہ آستاں
پہنچا کہاں ہے کہاں سلسلۂ درازِ عشق

منزلِ عشق میں تیرا اس لئے نام ہے فرید
حُسن کو تجھ پہ نازِ حُسن، عشق کو تجھ پہ نازِ عشق

جوشِ عشق کے سبب باعثِ کُن فکاں ہُوا
حُسن کی بارگاہ میں آپ کا سوز و سازِ عشق

تیرے حریم ناز کی خاک ہے سجدہ گاہِ ناز
جیسے کہ تُو نے کی ادا ہوتی ہے یُوں نمازِ عشق

ہے یہ نظامیؔ فقیر تیری نگاہ کا اسیر
بخش دے اسکو اے کریم تاب و تب و گدازِ عشق

استغاثہ بہ بارگاہِ غریب نواز
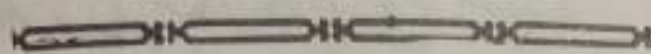
میرے لجپال میری لاج کو پالو خواجہ
آپ کا ہوں مجھے دامن میں چھپالو خواجہ
یوں تو میں قابلِ دربار نہیں ہوں لیکن
لوگ کہتے ہیں مجھے تیرا نبھالو خواجہ
خاکِ اجمیر ہے سرچشمۂ فیضِ عالم
اپنے در سے مجھے خالی نہیں ٹالو خواجہ
آپ ہیں بحرِ کرم قطرۂ ناچیز ہوں میں
دامنِ موج میں قطرے کو سمالو خواجہ
کچھ نہیں مانگتا گر مانگتا ہوں تو اتنا
آپ کا میں ہوں مجھے اپنا بنالو خواجہ
لوگ مجھ کو نہ کہیں آپ کا ہو کر ہے خراب
میری بگڑی ہوئی تقدیر بنالو خواجہ
میں نظامی ہوں مجھے قطبِ زماںؒ کا صدقہ
شیخ عثمانؒ کے لئے مجھ کو سنبھالو خواجہ

مدح بہ بارگاہِ گنج شکرؒ

گنج شکرؒ کا آستاں رونقِ بزمِ کائنات

میری مراد ہے یہی ہے یہی مقصدِ حیات

تُو ہے جمالِ کبریا تو ہے جمالِ مصطفےٰﷺ

پرتوِ حُسن سے تیرے کر دِ زہے تیرا درِ نجات

خُلد ہے تیرا فیضِ عام وہ تو ملے گا بے سوال

میرا سوال عشق ہے میرا سوال تیری ذات

تیری نوائے سوز میں آتش ہے سوز و سازِ عشق

حسنِ ازل ہے بے نقاب جلوہ فگن تجلیات

مجھ کو بھی اے کریم دے گرمیٔ سوز و سازِ عشق

میری نظر جدھر اُٹھے خاک ہو جل کے غیرِ ذات

کیسے رہیں گے نا اُمید در پہ تیرے پہنچ کے جب

وسعتِ دامنِ فریدؒ ہفت سما و شش جہات

تیرا نظامیؔ فقیر تیری نگاہ کا اسیر

تیری نگاہ سے حیات تیری نگاہ سے ممات

مدح ببارگاہِ گنج شکرؒ

بہت سی آرزوئیں ہیں بہت سی ہیں تمنائیں
تیرے در سے نہ ہوں پوری تو بتلاؤ کہاں جائیں

گنہگارو چلے آؤ درِ جنت ہے کھلنے کو
فریدؒ پاک کی بخشش کے آؤ مل کے گُن گائیں

انہی کے نام سے ہوتی ہے جب مُشکل کشائی تو
لبوں پر پھر نہ کیوں گنجِ شکرؒ کا نام ہم لائیں

تیرے محبوبؒ وصابرؒ کے ہیں ہم سب جی میں آتی ہے
پکڑ کر اُن کے دامن کو تیرے در پر چل جائیں

یہ مانا اور بھی ہوں گے سخی دُنیا میں بیش وکم
تیرے ہو کر تیرے کہلا کے کیوں غیروں کے در جائیں

عجب ہی شان ہے دیکھو تیرے در کے فقیروں کی
گداگر بن کے دروازوں پہ شاہانِ جہاں آئیں

نظامی ان کے گرداگرد مستانوں کا جُھرمٹ ہے
فریدؒ پاک ساقی ہیں چلو مے پی کے گُم جائیں

مدح بہ بارگاہِ گنج شکرؒ

فریدؒ زیرِ نگین آسماں ہے تیرے
کرم کہ زیرِ تصرف جہاں ہے تیرے
درِ کریم پہ آئے ہیں مانگنے کو فقیر
وہ دے مجھے کہ جو شایانِ شاں ہے تیرے
پیامِ احمدؐ مُرسل، زبانِ خواجۂ نظامؒ
کہ مِلکِ خُلدِ بریں بے گماں ہے تیرے
بُلندیوں کو تیری فرش والے کیا جانیں
کہ زیرِ نقشِ قدم آسماں ہے تیرے
کہا خُدا نے نظامیؔ سے مشکلوں میں تیری
یہ نام وہ ہے جو وردِ زباں ہے تیرے

مدح ببارگاہِ گنج شکرؒ

چلو کہ آج بلاتے ہیں گنج شکرؒ کریم
خزانے آج لٹاتے ہیں گنج شکرؒ کریم

شریکِ عُرس تمام ہیں اولیائے کرام
ہمیں یہ مژدہ سُناتے ہیں گنج شکرؒ کریم

اُٹھو کہ آج کریمی پہ ہیں سخی داتا
گدا کو شاہ بناتے ہیں گنج شکرؒ کریم

نقیر ہم تو گدا گر ہیں فیضِ عالم کے
ہمیں تو جو بھی دلاتے ہیں گنج شکرؒ کریم

پکڑ کے اُن کا جو دامن پکارتے ہیں اُنہیں
نصیب اُن کے جگاتے ہیں گنج شکرؒ کریم

ولی ہیں اور علیؑ کے یہ لاڈلے ہیں علیؒ
دہی تو شان دکھاتے ہیں گنج شکرؒ کریم

قبول آج نظامی کی ہو گئی فریاد
گلے سے آج لگاتے ہیں گنج شکرؒ کریم

مدح بہ بارگاہِ گنج شکرؒ

میرے خواجہ گنج شکرؒ یا فریدؒ
میرا کعبہ ہے تیرا در یا فریدؒ

سُنو مری فریادِ افسانۂ غم
ہے نذرانۂ چشمِ تر یا فریدؒ

ہے تفسیرِ یہ آیۂ فَاذْکُرُوْنِیْ
ہے یہ جو اِدھر اور اُدھر یا فریدؒ

ادب سے گذرتی ہے در سے ترے
ہے وردِ نسیمِ سحر یا فریدؒ

تیری دید ہے مظہرِ ذاتِ حق
ہے میرا ذوقِ نظر یا فریدؒ

یہی راستہ بخششِ حق کا ہے
پکارے ہے ہر رہ گذر یا فریدؒ

نظامیؔ تیری زندگی وقف ہے
پکارے جا شام و سحر یا فریدؒ

مدح بہ بارگاہِ گنج شکرؒ
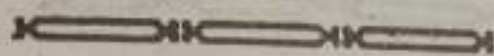
فریدؒ پاک میرے قبلہ و میرے کعبہ
میرے کریم میرے آقا و میرے مولا

مجھے تو جو بھی ملا ہے تمہارے در سے ملا
بہشت بھی ہے ملا اور مصطفےٰؐ و خدا

کمال یہ ہے کہ پھر بھی رہے غریب نواز
تمہارے در پہ نظر آ رہے ہیں شاہ و گدا

تیری نگاہ سے دہلی ہیں اور کلیر میں
کہیں ہے صابرِ کلیرؒ کہیں حبیبِ خدا

کسی کو خالی بھی رکھا ہے تو نے میرے کریم؟
گناہ گاروں کی بخشش ہے تری جود و سخا

مقامِ فقر کی دیکھو بلندیاں یہ ہیں
گدائے خواجہ شہنشاہ، تاج و تخت عطا

نظامی خاک کے ذروں پہ کر جبیں سائی
یہی وہ در ہے کہ مَن دَخَلَہٗ اٰمِنَ ہے جزا

مدح بہ بارگاہِ گنج شکرؒ

(یہ آپ کا آخری کلام ہے، مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۷۱ء)

تمہارے در پہ مرا سر کیوں سجدہ بار ہے یہ
کہ مقامِ منتہئ سجدہ ہے حسنِ یار ہے یہ
تیرے فقیر ترے در سے اُٹھ کے جائیں کہاں
کہ اہلِ خُلد کی راحت بھری دیار ہے یہ
تیرے خدا کی قسم اور تیرے در کی قسم
کہ تیری راہ گذر حق کی راہ گذار ہے یہ
نصیب جس کے تیرے در کی خاک ہوتی ہے
قسم خُدا کی جہانوں کا تاجدار ہے یہ
نہ تاج و تخت کی پرواہ نہ شان و شوکت کی
کہ تیرے کُوچے کا سر پہ لئے غُبار ہے یہ
کہیں ہے صابرِ کلیرؒ کہیں نظام الدینؒ
کِھلے ہیں پھول تیرے باغ کی بہار ہے یہ
تیرا نظامی عقیدت کے پھول لایا ہے
قبول ہو میرا نذرانہ افتخار ہے یہ

مدح بہ بارگاہِ گنج شکرؒ

یہ آپ کا آخری کلام ہے - مورخہ ۲۰ر فروری ۱۹۷۱ء

نہ ہیں مکاں کے لئے اور نہ لامکاں کے لئے
مرے ہیں سجدے تیری خاکِ آستاں کے لئے

میری نگاہ تیرے آستاں پہ پڑتی ہے
نگاہ میری جو اٹھتی تھی آسماں کے لئے

تیرے ہیں قرباں کہ یہ تیرا نقد سودا ہے
کہ حشر میں تیرا وعدہ نہیں جناں کے لئے

مجھے تو فکر ہی منزل کی کیا ہے منزل میں
کہ میرِ قافلہ ہو میرے کارواں کے لئے

تیرے ہی سامنے دم توڑ جاؤں حسرت ہے
فغاں یہی ہے اجازت ہو گر فغاں کے لئے

تیرا ہی درد میری زندگی کا حاصل ہے
تیرا ہی در ہے میری مرگِ ناگہاں کے لئے

تیرا نظامیؔ تیرا نام لے کے جیتا ہے
کہ تیرا نام وظیفہ ہے حرزِ جاں کے لئے

مدح ببارگاہِ گنج شکرؒ

(یہ آپ کا آخری کلام ہے مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۷۱ء)
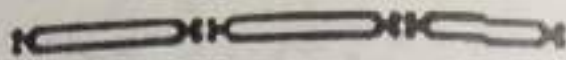
تیرے در پہ میرا ہو سر جھکا تیرا آستانِ نیاز ہو
تیرا حسن ہو میرا عشق ہو یہی سوز ہو یہی ساز ہو

تیرے رعبِ حسن سے اے سخی میں خاموش ہوں تیرے روبرو
مجھے اتنی بھیک تو کر عطا تجھے اپنے دین پہ ناز ہو

تیرے جوشِ داد کو دیکھ کر میری ناتوانی مچل گئی
میری ناتوانی کو دیکھ کر تیرا اور دست دراز ہو

یہی رسمِ خلد ہے اے سخی کوئی جو بھی مانگے وہی ملے
کوئی رہ نہ جائے فقیر اب تیرا بابِ خلد جو باز ہو

یہ دعا ہے حشر میں جب اٹھوں میرا ہاتھ ہو تیرے ہاتھ میں
تیرا جوش، جوشِ کرم رہے تیرا دست، دستِ دراز ہو

تیرے چشتیوں کو خدا کرے تیرے دم سے وقت نصیب ہو
وہی وعدہ بخشش و عفو کا تیرے بابِ خلد کا راز ہو

کبھی اے نظامیؔ باوفا کوئی ہو کے دیکھے فرید کا
وہی عشق و مستی کا سوز ہو وہی دردِ دل سے گداز ہو

مدح بہ بارگاہِ گنج شکرؒ

دروازہ بخششوں کا کھُلا ہے فریدؒ کا
جنت بھی آج صدقہ لٹا ہے فریدؒ کا

بخشش کی حق نے تیرے غلاموں کو دی خبر
تُو ہے خدا کا اور خدا ہے فریدؒ کا

کیا کیا ملا ہے در سے تیرے کیا حساب ہے
جو کچھ ملا ہے صدقہ ملا ہے فریدؒ کا

کیوں میکدے میں آج ہے شورِ اَنا اَنا
مستوں نے آج جام پیا ہے فریدؒ کا

حق بھی زبانِ خلق پہ کہتا ہے یا فریدؒ
ذکرِ خدا وہ ذکرِ خدا ہے فریدؒ کا

مسعودؒ میں نہیں ہوں کہا سرِ حق ہوں میں
دل میں مرے وہ نقشہ جما ہے فریدؒ کا

مردِ یگانہ، عارفِ ذاتِ الوہیت
تب یہ خدا سے رُتبہ ملا ہے فریدؒ کا

قطب جہاںؒ ہو اپنے نظامیؔ پہ اک نظر
روزِ ازل سے مدح سرا ہے فریدؒ کا

مقامِ فریدؒ

زباں پہ مستوں کے ہے بار بار نامِ فریدؒ
کھلا ہے میکدہ چلتا ہے آج جامِ فریدؒ

درِ بہشت ہے جب دستِ مصطفےٰؐ سے کھلا
میری نگاہ سے پوچھے کوئی مقامِ فریدؒ

کہیں ہے صابرِ کلیرؒ کہیں نظام الدینؒ
چمک رہے ہیں ستارے بچرخِ بامِ فریدؒ

سنو سنو کہ منادی یہ کر رہا ہے کوئی
چلو چلو کہ ہے بخشش کا اہتمامِ فریدؒ

لبوں پہ نام ہے کس کا پکارتے ہیں کسے
پکارے جاؤ کہ مشکل کشا ہے نامِ فریدؒ

پیام لاتے ہیں بخشش کا سب غلاموں کو
کہ سوئے رحمتِ یزداں ہے قصدِ گامِ فریدؒ

درِ فرید سے تقدیر کو بدلوا لو
قضا و قدر پہ پڑتا ہے آج دامِ فریدؒ

وہاں ریاض اگر یہاں ہے درِ جنت
مدینہ پاک سے ملتے ہیں صبح و شامِ فریدؒ

یہ بارگاہ نظامیؒ ہے بارگاہِ کریم
تو بے مراد ہو کیسے کہ ہے غلامِ فریدؒ

استغاثہ ببارگاہِ گنج شکرؒ

رہے سلامت یہ بابِ جنت رہے سلامت یہ آستانہ
سلام لے کر تمہارے در پر غلام آئے ہیں عاجزانہ

تمہارے بندوں کا آسرا ہی تمہارا در ہے تمہارا در ہے
بتاؤ آخر کہاں ملے گا تمہارے در کے سوا ٹھکانہ

بُرے ہیں ہم یا بھلے ہیں خواجہ تمہارے ہیں جیسے بھی ہیں خواجہ
تمہارے در پر پڑے ہیں ہم تو تمہارا دستور ہے نبھانا

ہے آج مستوں کی بھیڑ ساقی تمہارے مستوں کی خیر ساقی
دے اپنی مستی کی خیر ساقی ہمیں بھی تھوڑی سی مئے شبانہ

سمجھ گیا ہوں تمہارے در پر سیاہ کاروں کی حاضری کیوں
تلاش کرتی ہے رحمتِ حق تیرے اشاروں کا ہی بہانہ

ہے شور کیسا یہ بحر و بر میں ہے ذکر کس کا یہ ہر چمن میں
مکاں میں تیری ہے یاد تازہ ہے لامکاں میں تیرا فسانہ

تیرا نظامی تیرے ہی در سے تیرے کرم کی ہے بھیک مانگے
عطا ہو ایسی کہ جیسے تو ہے مقامِ تعریف میں یگانہ

مقامِ فریدؒ
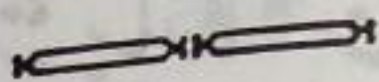
گناہ گار ہیں کیوں آج مہمانِ فریدؒ
مقامِ رحمتِ یزداں ہے آستانِ فریدؒ

سنو جرس کی آواز بندگانِ فریدؒ
رواں ہے جانبِ فردوس کاروانِ فریدؒ

بلندیوں پہ ہے دیکھو وہ آج شانِ فریدؒ
زمیں پہ آپ ہیں اور لامکاں پہ جانِ فریدؒ

گنہگار و ذرا اس طرف بھی کان دھرو
نویدِ بخشش یزداں ہے ارمغانِ فریدؒ

زبانِ پاک سے افشا ہوئے ہیں رازِ دروں
خدا کے آپ ہیں اور حق ہے رازدانِ فریدؒ

تہی خیال و تہی دست اور تہی دامن
فقیر آئے ہیں اور ہے یہ آستانِ فریدؒ

ہے ناز ان کی کریمی پہ اس لئے مجھ کو
طریقِ پاک محمدؐ ہے داستانِ فریدؒ

کرم طواف میں رحمت طواف کرتی ہے
طواف کرتے ہیں روضے کا عاشقانِ فریدؒ

نظامیؔ حشر میں کہہ کر فرید اُٹھے گا
جلو میں آپ کے ہو گا یہ مدح خوانِ فریدؒ

استغاثہ بہ بارگاہِ گنج شکرؒ
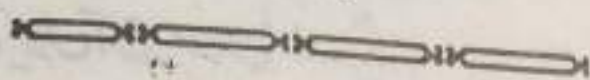
تیری پناہ میں ہم آ گئے ہیں گنج شکرؒ
تمہارے ناز پہ اِترا رہے ہیں گنج شکرؒ

نگاہِ لُطف ادھر بھی ذرا غریب نواز
غلام جھولیاں پھیلا رہے ہیں گنج شکرؒ

تُو لاجپال ہے فقیروں کی لاج پالے ہے
تمہارے گیت سخی گا رہے ہیں گنج شکرؒ

تیرے غلامؑ غلاموں کے ہیں غلام ضرور
تمہارے در کی قسم کھا رہے ہیں گنج شکرؒ

زباں پہ مرے فریدؒ اور دل میں میرے فریدؒ
دل و زباں پہ مرے چھا رہے ہیں گنج شکرؒ

گدائے بے سر و ساماں فقیر وہ ہم ہیں
جہاں میں آسرا جن کا رہے ہیں گنج شکرؒ

نیازِ عشق نظامیؔ وہ پیش کش ہے مری
قبول کرتے نظر آ رہے ہیں گنج شکرؒ

مدح بہ بارگاہِ گنج شکرؒ
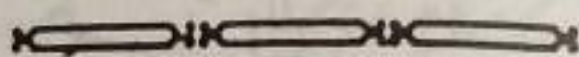
مخدوم علی احمد صابرؒ محبوبِ الٰہیؒ کیا کہنا
فیضان ترے ہیں گنج شکرؒ ہو ظلِ الٰہی کیا کہنا

سبحان اللہ کیا شانِ کرم اے خواجہ گنج شکرؒ تیری
جب جوش میں آیا تیرا کرم دی حق نے گواہی کیا کہنا

ہے تیرا تصرفِ عالم پر ہو لوحِ قضا یا لوحِ قدر
ہے تیری حکومت گنج شکرؒ اللہ کی شاہی کیا کہنا

ہر صحرا میں دریاؤں میں ہر بستی میں ہر گاؤں میں
ہیں تیری عبادت کے چرچے از ماہ تا ماہی کیا کہنا

اے ساقئ پاکپتن تیری ہو خیر ترے میخانے کی
مے نوش غضب کے میکش ہیں اور جام و صراحی کیا کہنا

عیبوں سے بھرا دامن لے کر حاضر ہے نظامیؔ قدموں میں
دھونے کو تیرے اے گنج شکرؒ عیبوں کی سیاہی کیا کہنا

مدح ببارگاہِ گنج شکرؒ

گنج شکرؒ ہو ظلِ الٰہی

دامن ہے تیرا عالم پناہی

منزل میں اپنی ہوں یوں آپ راہی

نقشِ قدم قابلِ سجدہ گاہی

خیرات اپنی سے کشکول بھر دے

قائم ہمیشہ رہے بادشاہی

مرضی ہے تیری مرضی خدا کی

ہو کے رہی بات جو تو نے چاہی

تیری گلی کی یہ ہے شان و شوکت

سر پہ گداؤں کے ہے تاجِ شاہی

لب پہ فرید اور شاہانِ عالم

کرتے ہیں قرباں قدموں پہ شاہی

ان کے کرم سے طلب کر نظامیؔ

ورنہ طلب ہے تیری کم نگاہی

مدح بہ بارگاہِ گنج شکرؒ

گنج شکرؒ ہو شاہِ تمامی
شاہوں کی شاہی تیری غلامی
کہتے ہیں اس کو روضۂ رضواں
جنّت کی بستی رحمت دوامی
اس لئے جاری ہے یوں ہر زباں پر
وردِ خدا ہے تیرا نامِ نامی
صورت ہے تیری صورت خدا کی
اسمِ الٰہی اسمِ گرامی
بھر بھر پلادو ساغر پہ ساغر
حد سے ہے گذری میری تشنہ کامی
قائم رہے تو سروں پر ہمارے
ظلِ الٰہی سایہ مدامی
سر پر مرے گردِ نعلین تیری
در ہے تیرا سجدہ گاہِ نظامیؔ

استغاثہ ببارگاہِ داتا گنج بخش علی ہجویریؒ

یا گنج بخشؒ مظہرِ نُورِ خُدا اکرم
ہر دو جہاں کے فیض ہو تم اور فقیر ہم

تم ہو حضور قبلۂ حاجات ہم فقیر
کرنے طواف آئے ہیں در ہے تیرا حرم

دیکھا ہے آزما کے مصیبت میں لاکھ بار
ہے بارگاہ تیری علاجِ غم و الم

ہو جائے اب اِدھر بھی حیات آفریں نظر
مُردہ دلوں کو زندگی بخشے ہے تیرا دم

ہند الولی نے کر دیا تیرا یہ راز فاش
ہو ناقصوں کے پیر تو سر کاملوں کے خم

گردن میں میری طوق غلامی کا ہے تیری
بے مایہ میں اگر ہوں تو لجپال تو ہے کم؟

اتنا کرم نظامیؔ خستہ پہ ہو کریم
سجدے میں سر ہو میرا تو سر پہ تیرا قدم

استغاثہ ببارگاہِ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ
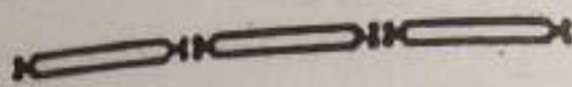
میرے داتا تیرا کرم چاہتا ہوں
میں تجھ کو ہی تیری قسم چاہتا ہُوں

فقط تیری نظر کرم چاہتا ہُوں
نہ دولت نہ جاہ و حشم چاہتا ہُوں

میری زندگی کا ہے سرمایہ کافی
تیرا درد تیرا ہی غم چاہتا ہُوں

میری تنگ جھولی سے نسبت ہی کیا ہے
کُھلا تیرا دستِ کرم چاہتا ہُوں

ہے جتنی کہ وسعت کرم میں تمہارے
نہ اس سے زیادہ نہ کم چاہتا ہُوں

تیری خاکِ در ہے میرا تاج شاہی
تیرے در پہ سر اپنا خم چاہتا ہوں

نظامی تیرے در پہ حاضر ہے داتا رحمۃ اللہ علیہ
نگاہِ کرم دم بدم چاہتا ہُوں

متفرق کلام

صدائے غم

اک دیر سے جگر میں کانٹا کھٹک رہا ہے
یا شاہِ بطحٰی تیرا چاکر بھٹک رہا ہے

ٹھنڈی ہوائے یثرب اک بار بھیج یارب
اک شعلۂ محبت دل میں بھڑک رہا ہے

رخِ والضحٰے کی تیرے کھائی قسم خدا نے
ہر ذرّۂ دو عالم جس سے چمک رہا ہے

گُل گُل پہ بیٹھی بلبل ہے نام تیرا جپتی
ہر غنچۂ چمن بھی سن کر چٹک رہا ہے

ہے موجزن جگر میں لہروں کا اک طلاطم
ہر اشک چشمِ تر سے موتی ٹپک رہا ہے

ہر برگ پہ ہے رنگت ہر پھول میں ہے نکہت
فیضِ محمدی سے گلشن مہک رہا ہے

یثرب کے رہنے والو ہو تم کو یہ مبارک
بدرِ عرب جہاں میں ہر جا چمک رہا ہے

مارا مجھے ہجر نے جلدی گلے لگا لو
در پر تیرے امانت ہر دم بلک رہا ہے

"گنج بخش فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا"

اے خدا کے لاڈلے اے نورِ چشمِ مصطفیٰ ؐ
راحتِ قلبِ علیؑ اے نورِ جانِ فاطمہ رضؓ
تیری ذاتِ پاک ہے سرتاجِ بزمِ اولیاؔ
"گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را راہنما"

ہم غریبوں کے لئے ہے آسرا تیری گلی
کوچۂ ہجویر میں ہے چلۂ ہند الولی
ہر مصیبت کی دوا حاجت روا مشکل کشا
"گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را راہنما"

تیرے در سے کوئی بھی خالی نہیں ہرگز گیا
جو بھی مانگا ہے کسی نے تیرے در سے پا لیا
میں بھی آیا ہوں تیرے در کو سمجھ کر آسرا
"گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را راہنما"

قدسیوں کو آستاں کے طوف میں دیکھا گیا
عاشقوں کو آستاں کے طوف میں دیکھا گیا
مرکزِ انوار ہے بس تیرے مرقد کی فضا
"گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را راہنما"

تیرے ٹکڑوں سے پلا ہوں اے جہاں کے دستگیر
مانگنے والے بہت ہیں اور ہوں میں بھی فقیر
تیرا میخانہ سلامت رہے اپنے ہاتھوں سے پلا
"گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را راہنما"

میرے مولا میرے آقا میرے داتا گنج بخشؒ
میرے ملجا میرے ماوی میرے داتا گنج بخشؒ
جھولیاں بھر دے فقیروں کی تیرا رتبہ ہے بڑا
"گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را راہنما"

کوئی اندازہ ہے داتا تیرے فیضِ عام کا
کوئی اندازہ ہے کسی کو کیا دیا کتنا دیا
ہے نظامیؔ بھی تیرے در کا گدائے بے نوا
"گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را راہنما

دامنِ خواجہ معین الدین حسنؒ

نہ جان و جسم مرے اور نہ میرے تن اور من
نہ کوئی زادِ سفر اور نہ کوئی زر اور دھن
نہ کوئی حسن و جمال اور نہ کوئی جائے سخن
بڑی ہی دُور ہے منزل بہت ہی راہ کٹھن
خدا کا شکر ہے اُن کا ہے ہاتھ میں دامن
کہ جن کا نام ہے خواجہ معین الدین حسنؒ

گنہگار و سیاہ کار اور حقیر و ذلیل
نہ کوئی راہ نہ منزل نہ کاروانِ دلیل
بڑی طویل ہے منزل ملی ہے عمر قلیل
بھٹک رہا تھا کسی نے کہا یہ مجھ سے سخن
کہ کوئی غم نہیں ہے اُن کا ہے ہاتھ میں دامن
کہ جن کا نام ہے خواجہ معین الدین حسنؒ

بہت پکارا اُنہیں اُن کا نام لے لے کر
بہت پکارا رکوع و سجود میں اکثر
صدا یہ آئی کہ ہاں میرا نام ہے داور
اگر ہے تجھ کو میرے در سے والہانہ لگن
پکڑ لے اُن کا محبت سے شوق سے دامن
کہ جن کا نام ہے خواجہ معین الدین حسنؒ

ہے کون جس کا علیؑ باپ نانا رسُول
ہے کون جس کی ہے ماں فاطمہؓ جنابِ بتُول
ہے کون جس نے لقب پالیا عطائے رسُول
ہے کون جس کا ہے دادا حسینؑ اور حسنؑ
ندا یہ غیب سے آتی کہ اُن کا تھام لے دامن
کہ جن کا نام ہے خواجہ معین الدین حسنؒ

جہاں میں کس کو کہا خلق نے غریب نواز
ہے آسمانِ ولایت کا بے گماں شہباز
اُس کے در پہ نظامیؔ کا ہے سلام و نیاز
کہ جس کے فیض سے پھُولا ہے چشتیوں کا چمن
زہے نصیب کہ اُن کا ہے ہاتھ میں دامن
کہ جن کا نام ہے خواجہ معین الدین حسنؒ

قبلۂ عالم خواجہ نُور محمد مہاروی ؒ

قبلۂ عالم بمن بے سرو ساماں مددے　　قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے

تیرا میخانہ سلامت رہے اِک جام نظر دے
اپنے مستوں کو ذرا ہوش سے بالا کر دے
عشق و مستی میں اُٹھیں یار کے رُخ کے پردے
بھر دے بھر دے میرے خواجہ میرا کاسہ بھر دے

قبلۂ عالم بمنِ بے سرو ساماں مددے
قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے

تیرا در جلوۂ بے چُوں و چگوں کا ہے ظہور
تیرا در موسیٰؑ دوراں کے لئے ہے طور
رَبِّ اَرِنِی کی صداؤں سے ہے بقعہ معمور
مظہرِ ذاتِ خدا تیرا جمالِ پُر نُور

قبلۂ عالم بمنِ بے سرو ساماں مددے
قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے

تیرے دم سے ہیں اسرافیلؑ ہزاروں پیدا
نفخۂ رُوح سے جانیں ہیں خراماں پیدا
تیرے رُخ سے ہے جمالِ رُخِ جاناں پیدا
عاقلِؒ قطبِ زماں شاہِ سلیمانؒ پیدا

قبلۂ عالم بمنِ بے سر و ساماں مددے
قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے

فخرِؒ عالم کی نگاہوں کا ہے بے پردہ اثر
فخر ہے تیرے غلاموں کو کہ ہے فخرؒ کا گھر
جس طرف دیکھئے ہر شان ہے اس کی مظہر
ہے نظامی کا تیرے در پہ پڑے فخر سے سر

قبلۂ عالم بمنِ بے سر و ساماں مددے
قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے

خود ہی منزل ہو گیا

گم رہِ منزل تھا میں جب مطمئن دل ہو گیا
ہر قدم میرا دلیلِ راہِ منزل ہو گیا

جو بھی چاہا سامنے تصویر بن کر آ گیا
آئینہ سازِ تصور دیدۂ دل ہو گیا

میری شب خیزی سے رونق ہے شبِ تاریک کی
سوزِ پروانہ حیاتِ شمعِ محفل ہو گیا

ایسا ڈوبا ہوں تلاشِ گوہرِ مقصود میں
بے نیازِ کشتی و دریا و ساحل ہو گیا

سارا عالم ہے نگاہِ واپسیں کا آئینہ
منفعل ہو کر فریبِ حُسن کامل ہو گیا

واہ رے نیرنگیٔ حُسنِ جہانِ دلفریب
زندگی دشوار تھی مرنا بھی مشکل ہو گیا

اک فسانہ تھا کہ کوئی زینتِ آغوش تھا
چونکتے ہی خواب سے اک نقشِ باطل ہو گیا

میری محرومی پہ رویا ناخدا بے اختیار

جب لگی کشتی کنارے غرقِ ساحل ہو گیا

چلتے چلتے تھک گیا میں منزلِ جاناں میں جب

مجھ کو پیغامِ اجل بھی خضرِ منزل ہو گیا

ہو گئی سیرِ خودی سے انتہائے بے خودی

خود سے واقف جب ہوا میں سب سے غافل ہو گیا

حُسن کو مطلوب تھی روزِ ازل سیرِ خودی

حضرتِ انسان اسی کا سیرِ حاصل ہو گیا

میری دُنیا ہے مسلسل عالمِ لاہوت تک

اک نظر دیکھا جدھر اک سیرِ کامل ہو گیا

ذرّے ذرّے میں نظر آیا جمالِ یار جب

آئینہ بن کر تصوّر اُن کے قابل ہو گیا

ہر حقیقت آشکارا ہو گئی بن کر مجاز

پردہ دارِ حسنِ صورت بن کے محمل ہو گیا

سارا عالم ہے میرے اک گوشۂ دل میں نہاں

اس لئے تفصیلِ عالم کا میں حامل ہو گیا

ہو گیا دیر و حرم سے جب حقیقت آشنا

اور ہی میری نظر میں کعبۂ دل ہو گیا

فطرتِ مجبور میں جب آگیا رنگِ ادب

میں گناہ گارِ ازل بخشش کے قابل ہو گیا

وائے حسرت قرب میں بھی دید سے محروم ہوں

بے نشاں ہونا تیرا نظروں میں حائل ہوگیا

اے نظامیؔ جب سے اپنی معرفت حاصل ہوئی

خود جرس خود کارواں اور خود ہی منزل ہوگیا

بیمارِ عشق

جو احمدِ مجتبیٰؐ کے عشق میں بیمار رہتا ہے
خداوند اُس کی بیماری کا خود غمخوار رہتا ہے

صبا جاکر مدینے میں یہ کہنا شاہِ والا سے
بلا لو ہند سے بندہ ذلیل و خوار رہتا ہے

قبر کی تنگی و تاریکی و رسوائی سے ڈر تھا
ہوا خوش جب سُنا احمدؐ کا واں دیدار رہتا ہے

ملے گی جنّت اُس کو جو محبّت ان کی رکھتا ہے
بنا جو دشمن اُن کا خود ہی فِی النّار رہتا ہے

تمہارے عشق میں جو دل فنا ہو ماءِ رحمت سے
وہ دُھل جاتا ہے گرچہ عاصی و بدکار رہتا ہے

گداتی یا نبیؐ جس کو ہوگی حاصل تیرے در کی
بشر کیا سب ملائک کا بھی وہ سردار رہتا ہے

گناہ و فسق کے دریا میں کتنی کشتیاں ڈوبیں
ہوتی جس پہ نظر تیری سلامت پار رہتا ہے

وسیلہ دو جہاں میں مجھ کو کافی ہے محمدؐ کا
نظامیؔ اُن کے دُشمن سے خدا بیزار رہتا ہے

طرح مصرعہ

"وہ کیا جانیں کیا مدعا ہے کسی کا"

تصور میں نقشہ جما ہے کسی کا
کہ ہر ذرّہ آئینہ سا ہے کسی کا

کیا چاند جس نے فلک پہ دوپارہ
یہ اعجازِ دستِ رسا ہے کسی کا

تہہ تیغ سجدہ ادا ہو رہا ہے
یہ لطفِ جفا آزما ہے کسی کا

کہیں بتکدہ اور کہیں بن کے کعبہ
یہ نقشِ خیالی کھلا ہے کسی کا

یہیں عمر بھر رقصِ عشاق ہو گا
نظر پڑ گیا نقشِ پا ہے کسی کا

کوئی زینتِ بزمِ کونین ہو گا
تقاضائے مشقِ ادا ہے کسی کا

لباسِ تعین میں پوشیدہ ہونا
یہ بر فرقِ عرش استویٰ ہے کسی کا

یہی لن ترانی میں تھا رازِ پنہاں
کہ پردے میں قربِ خدا ہے کسی کا

اُتر آئی ہے تصویر لوحِ عدم پر
تصور میں پردہ اُٹھا ہے کسی کا

نہ جھک جائے کیوں سر میرا بہرِ سجدہ
تماشائے چشمِ حیا ہے کسی کا

لباسِ تصور میں خود آ گیا ہے
مصور بھی شیدا ہوا ہے کسی کا

ہوا باعثِ نظمِ تخلیقِ عالم
کہیں حُسن خود بیں ہوا ہے کسی کا

وہ خلوت میں اعیانِ ثابت کے جلوے
خیالِ صور آشنا ہے کسی کا

نشانات باقی ہیں ہر رہگذر پر | جہاں کارواں لُٹ گیا ہے کسی کا
قسم کھائے کوئی نہ کیوں اُس زمین کی | کہ جس جا قدم آگیا ہے کسی کا
میرا دل نہ کیوں مجمعِ صد حرم ہو | مجلّائے رُدِ تے صفا ہے کسی کا
مقابل ہیں ان کے ہے آئینہ گویا | میرا دِل ہی جو لئے بنا ہے کسی کا
کسی کی یہ رفعت کا پہلا قدم ہے | سرِ عرش مہماں ہوا ہے کسی کا
یہ تلوین و تمیز سب اس لئے ہیں | کہ ہر وقت جلوہ نیا ہے کسی کا
اِذَا اَرَادَ شَیْئًا یَقُوْلُ لَہٗ کُنْ | یہ خلاقِ جہاں مشغلہ ہے کسی کا
فَلَا اُقْسِمُ اَنْتَ حِلٌّ بِھٰذَا | یہ اظہارِ رنگِ وفا ہے کسی کا

تیرے ہاتھ میں دامنِ خواجگاں ہے
نظامیؔ تجھے غم کیا ہے کسی کا

قصیدہ

حکم شد وقتیکہ اکتب یا قلم　　شد ز حکمِ رب بر لوح خسم
نقشِ رحمانی چو دم زد بر قلم　　زد ہزاراں نقش بر لوحِ عدم

از ہزاراں نقش یک نقشیکہ بود　　بر جبینِ لوح نوشتہ ز جود
خوش رعایا و راعی و خوش سلطنت　　سطوت و انصاف، جاہ و تمکنت

رحمتش افزوں چو بر تقدیر شد　　جشنِ الماس بر آں تحریر شد
خامۂ قدرت مجبورِ رضا　　بعد از تحریر پرسید از خدا

اینکہ من نوشتہ ام تحریر نام　　اے خدا حکمِ تو در حق کدام
گفت حق نویس از حکمِ خدا　　آں جگ بخت است شاہِ بے ریا

بعد ازیں برداشتہ دستِ دعا　　اے نظامی عرض کن نزدِ خدا
رحمتِ حق باد ابداً دائماً　　بر سرِ شہزادگان بر شہہ معاً

ہلالِ عید

آج وہ دیکھنے آتا ہے نظر چاند فلک پر
صبح کو عید کا پیغام یہ دیتا ہے مگر

ہے یہ خم کھاتے ہوئے خنجرِ قاتل عریاں
میری قسمت کا کہیں بل نہ ہو اس میں پنہاں

دیکھ اے چاند کئی بار تو آیا ہے نظر
مختلف رنگ میں دیکھا ہے ترا میں نے اثر

یاد ہے تجھ کو کبھی بن کے محرم آیا
ساتھ ہی اپنے شاہِ دیں کا ماتم لایا

پھر تو ہی آیا کبھی بن کے ربیع الاوّل
دی خبر تو نے کہ آتے ہیں شہہ ختمِ رُسلؐ

اُفق چرخ سے پھر نکلا تو ہی بن کے الم
چھپ گئے ہم سے تہِ خاک نبی شاہِ اُممؐ

تو نہیں آیا اُن کے لئے لے کے خبر؟
ذبحِ فرزند کو نکلے وہ خلیل داور

ہوں پریشان تیرا چہرہ تھا خدا خیر کرے
عید ہو میرے لئے یا کہ محرم ہی رہے

میرا شکوہ جو صدا بن کے سرِ چرخ گیا
تابِ شکوہ نہ ہوئی چاند ہوا یوں گویا

سن ذرا میرا تو دستور ہے آنا ہر ماہ
عید ہو یا کہ محرم ہو یا عید الضحیٰ

میری فطرت میں نہیں رنج و خوشی کا امکاں
ہیں تیری ذات میں سب عید و محرم پنہاں

میرے آثار نہیں تیرا مقدر ہے مگر
اس لئے مجھ سے کوئی شکوہ آزار نہ کر

سن کے خاموش ہوا رو بہ گریبان ہوا
بے شبہ ٹھیک ہے بے ساختہ یوں میں نے کہا

سیّدِ زار تجھے چاند سے شکوہ ہے کیا
عید ہیں خوشیاں تیری غم ہے محرم تیرا

مخمس

حسینوں کے سُنے ہر گاہ چرچے ... نگاہِ ناز کے بے پردہ غمزے
مگر جو ہو چکے تیرے ہیں تیرے ... بخاکِ کوئے تو دارم مقامے
کہ روزے سوئے ما باشد خرامے

ازل سے ہے مرے دل میں یہی دُھن ... اداؤں میں تیری ہے جلوۂ کُن
گدائے حسن کی اک التجا سُن ... جمال ارزاں مکن یا پے بہ پے کُن
جہانے دیگرے را اہتمامے

رخِ جاناں کو یوں زُلفیں ہیں ساتر ... کہ جیسے ایک ہو کثرت میں ظاہر
تو پھر کیا ہو مسلماں یا کہ کافر ... بہر جلوہ منم گردیدہ خاطر
چہ خوش تو آمدہ مستِ خرامے

نہیں دل میں مرے کچھ اور حسرت ... رہے تُو اور تیرا در سلامت
مقامِ شوق میں ہے صرف ہمّت ... جبیں سائم بسنگِ آستانت
کہ تُو حسن است و من عشقِ دوامے

بہت مُدّت سے سُنتے ہیں خبر ہم ... کہ وہ آتے ہیں جانِ حسنِ عالم
سرِ راہ دیر سے بیٹھے ہیں پُرغم ... تو بے پردہ بیا تا جاں فرد شم
بروئیت یک نگاہے ناتمامے

بہت پیدا ہوئے دُنیا میں مہوش — بجا ہے ہم کریں جتنی بھی نازش
ہوا قصرِ دنی پر تُو فروکش — لبت شیریں اگر آمد بہ جنبش

کلام اللہ شُد شیریں کلامے

کہاں بے ذوق شان و شوکتِ جم — کہاں درد و محبت چشمِ پُر نم
متاعِ بے بہا ہے سوزِ پیہم — مقامِ بندگی را پختہ خواہم

کہ اینست حاصلِ سوزِ مدامے

تیری چوکھٹ ہے سجدہ گاہِ خُوباں — تیرا نقشِ قدم منشائے خُوباں
کہ ہے تو جانِ جاں مولائے خُوباں — چہ حُسنت را بگویم شاہِ خُوباں

ہزاراں ہم چنیں داری غلامے

میرا سر پائمالِ خوش خرامی — میری جاں تختۂ مشقِ دوامی
میرے دل میں وہ رہتے ہیں مدامی — مقامِ دیدنی دارد نظامی

کہ در پہلوئے یارم تشنہ کامے

عاشق رسُول کے

ڈرتے نہیں کسی سے عاشق رسُول کے

دل و جان سے فدا ہیں متوالے رسُول کے

سر دیتے ہیں جُھکا شمشیر کے تلے

کہتے ہیں دل و جان سے صدقے رسُول کے

دل سے مال و جاہ و طمطراق سے بیزار

بن گئے غلام دِل سے جتنے رسُول کے

ہے اسم میں تاثیر پروردگار کی جانب

چُنے ہوئے القاب ہیں بانکے رسُول کے

پُورا یقیں ہے ہمیں ارشادِ باری کا

ہیں شہید جو اشتیاق میں مر گئے رسُول کے

بخشی جاتی ہے زمیں جہاں آتے ہیں قدم

شاہ سوار عربی سوہنے رسُول کے

سیّدؔ کی یہ دعا ہے اے ذاتِ عزّ و جل

دم آخری محبّت میں نکلے رسُول کے

میری حالت

رات کے بعد وہی صبح نظر آتی ہے
دن کا نقشہ ہے وہی شام بھی آجاتی ہے

رات بھر دیکھتا ہوں چاند ستارے ہیں وہی
دن کو سُورج ہے وہی اُسکے نظارے ہیں وہی

آسماں بھی ہے وہی اور زمیں بھی ہے وہی
دل مرا بھی ہے وہی چشمِ حزیں بھی ہے وہی

رات کو نیند نہیں دن کو وہ آرام نہیں
دل کو وہ اب چین نہیں سامنے گلفام نہیں

ہے نظامی بھی وہی اور وہی قلب ونظر
مضطرب غم سے ہوئے جاتے ہیں احساس مگر

طائرِ لاہُوت

کہاں ہے اے طائرِ لاہُوت آشیانہ تیرا

فرشتے چوُمیں جسے ہے وہ آشیانہ تیرا

ظہورِ کُن سے بھی پہلے ہے داستان تیری

بپا ہو جس سے قیامت وہی ہے فسانہ تیرا

وجُود غیر کہاں ہے نہیں تو بھی نہیں

حسین ہے پردہ میں کوئی فقط بہانہ تیرا

کہاں یہ عالمِ سفلی کہاں وہ مقامِ احدیت

پیامِ وحدت و کثرت ہے آنا جانا تیرا

گناہ کرے کوئی اور سزائے جرمِ کو تُو

کیا ہی خوب ہے اندازِ عاشقانہ تیرا

بُتوں کو اِس لئے کرتا ہوں رات دن سجدے

پردہ نگاہوں سے ہو جائے نقشِ پانہ تیرا

میری نگاہ میں دیر و حرم برابر ہے

قریب تر رگِ جاں سے جب ٹھکانہ تیرا

کبھی جو سامنے آتے تو منزلِ مقصود

میری جبیں ہی رہے گی یا آشیانہ تیرا

دُعا

یارب میری دُعاؤں میں کچھ بھی اثر نہیں
کیوں میرے حالِ زار پہ کرتا نظر نہیں

غیروں کے در پہ جا کے کروں ماجرا بیاں
مسلم ہُوں یا الٰہی کوئی بُت گر نہیں

پابندِ زُلف تیرا یہ رونا ہے سب فضول
بندہ ہے ایک اُن کا پھرا در بدر نہیں

تُو نے کہا ہے تجھ سے کہوں جو بھی کچھ ہُوا
سُنا ہے تیرے در سے کوئی اور در نہیں

جلتا ہُوں ہجرِ یار میں مَیں رات دِن مدام
کیوں تو وصالِ یار سے دیتا صبر نہیں

پہلو میں جاں میں دل میں امانت خلش یہی ہے
رگ رگ میں سارے درد ہے دردِ جگر نہیں

صدائے غم

گوارا ہو نہیں سکتی ہے دُوری شاہِ عالم کی
فغاں و آہ کی کثرت بنی ہے داستان غم کی

غضب ڈھاتی ہے شامِ غم فراقِ شاہِ والا میں
نہ آپ آتے نہ بلوایا نہ فرقت کی دوا ھم کی

نہیں چارہ کوئی نظر آتا بیمارِ ہجراں کو
بنی کیا یہ مشکل تھی نہ دردِ دل ذرا کم کی

کلیجہ کو پکڑ بیٹھا رہوں یا کہ جگر تھاموں
ادھر بارش نہیں تھمتی ہے نالاں چشمِ پُرنم کی

عجب مشکل کے ساماں ہیں نہیں آئے شاہِ عالی
گذاریں گن کے گھڑیاں اب تلک تھیں روز پُرغم کی

لگا کر پُشت پر مہرِ نبوّت حق نے فرمایا
کہ ہم نے یا محمد ﷺ آپ پر پیغمبری ختم کی

پہنا کر تاجِ لولاکی کہا ربِّ دو عالم نے
مُبارک تجھ کو پیارے بادشاہی دونوں عالم کی

اگر مر جاؤں فرقت میں بھلا اتنا تو کر دینا
ہوالے جائے یثرب میں خاک خادم کی

اگر آؤ تو جیتے جی امانت کی یہ حسرت ہے
بجھاؤں آگ دل لے کے بلائیں گیسوئے خم کی

بلغ العلیٰ بکمالہٖ

بلبِ مسیح شفائے اُو — بیدِ کلیم عصائے اُو
بسرِ خلیل عطائے اُو — ہمہ عالم است گدائے اُو
"بلغ العلیٰ بکمالہٖ — کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہٖ — صلو علیہ و آلہٖ"

ہمہ نوریاں بہ ثنائے اُو — ہمہ فرشیاں بدعائے اُو
ہمہ عرشیاں بہ بلائے اُو — ہمہ فرش و عرش برائے اُو
"بلغ العلیٰ بکمالہٖ — کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہٖ — صلو علیہ و آلہٖ"

بوجود عشق جوانیٔ — بعیاں آب روانیٔ
بسخن درست معانیٔ — بماہ و مہر ضیائے اُو
"بلغ العلیٰ بکمالہٖ — کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہٖ — صلو علیہ و آلہٖ"

بحضورِ خواجۂ انبیاءؑ — ایں ندائے سیّدِ بے نوا
بادائے خوش بہ ثنائے اُو — کہ بخواند سعدیؒ خوشنوا
"بلغ العلیٰ بکمالہٖ — کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہٖ — صلو علیہ و آلہٖ"

میرے مولا خدا کے پیارے نبیؐ

اب تو پیمانۂ صبر لبریز ہو جانے کو ہے
کب وہ دن آئے گا یارب موت بھی آنے کو ہے
ہوگا میرا سفر سوئے دیارے نبیؐ
میرے مولا خدا کے پیارے نبیؐ

یُوں تو ہیں سب انبیاؑ اعجاز دکھلاتے رہے
جا کے کوہِ طور پہ مُوسیٰؑ بھی غش کھاتے رہے
کیا چاند کو تُو نے دو پارے نبیؐ
میرے مولا خدا کے پیارے نبیؐ

شوقِ طیبہ نے مجھے زخمی کِیا ہے اس قدر
کون کھائے رحم اب جُز تیرے میری آہ پر
دیوے مجھ کو دکھا جو دیارے نبیؐ
میرے مولا خدا کے پیارے نبیؐ

ہے لکھا جس جا ہو وے محفلِ خیرالبشر
اس جگہ کو گھیر لیتے ہیں فرشتے سربسر
وہاں تشریف لاتے ہیں پیارے نبیؐ
میرے مولا خدا کے پیارے نبیؐ

تب میں سمجھوں دُعا مقبول بیشک ہو گئی
جب مدینہ میں امانت کی رسائی ہو گئی
میرے دل میں بسی ہے دیارِ نبیؐ
میرے مولا خُدا کے پیارے نبیؐ

بس اِسی بات نے ہر بُت کو کرایا سجدہ

بس اِسی بات نے ہر بُت کو کرایا سجدہ
کہ ذرّے ذرّے میں صورت ہے ہُوبہُو تیری

کون مسجد میں ہے اور کون ہے بُت خانے میں
جام و ساغر میں کوئی اور ہے میخانے میں

کون زنّار میں ہے تسبیح کے سو دانے میں
شمع جلنے میں کوئی اور ہے پروانے میں

کوئی کلیر میں ہے اجمیر کے کاشانے میں
جائے سجدہ میں کوئی اور ہے جُھک جانے میں

غور جب خود میں کیا غیر نہ پایا کوئی
سارے عالم میں نظر غیر نہ آیا کوئی

بس اسی بات نے ہر بُت کو کرایا سجدہ
کہ ذرّے ذرّے میں صورت ہے ہُوبہُو تیری

جس کو مارا ہے تیری شوخی و رعنائی نے
اُس کو زندہ نہ کیا نازِ مسیحائی نے

بُت کو سجدہ بھی کیا کعبہ میں ماتھا رگڑا
کیا کہوں کیا نہ کرایا تیری ہرجائی نے

خود بخود جھک کے لگی کرنے صراحی سجدے
جب چھلک جام میں ڈالی تیری زیبائی نے

بُت گری کر کے ہُوا آپ بُتوں میں مستور
پا لیا بُت میں تجھے سیّدِ سودائی نے

جب کھُلی آنکھ اُٹھا پردہ تو دیکھا ہرجا
اُٹھ گیا ساجد و مسجُود کا باہم جھگڑا

بس اِسی بات نے ہر بُت کو کرایا سجدہ
کہ ذرّے ذرّے میں صورت ہے ہُو بہو تیری

مسافرِ بطحا

الوداع اے مسافرِ بطحا
ہے خوشا وقت زائرِ بطحا

تیرا دِل شاہدِ بہارِ حبیب تیرا سر جوششِ خمارِ حبیب
تیری آنکھوں میں انتظارِ حبیب ہو مبارک تجھے دیارِ حبیب

الوداع اے مسافرِ بطحا
ہے خوشا وقت زائرِ بطحا

جب تُو پہنچے دیارِ بطحا میں حاضری ہو حضورِ مولا میں
عرض کرنا حضورِ والا میں ہم تڑپتے ہیں دُور دُنیا میں

الوداع اے مسافرِ بطحا
ہے خوشا وقت زائرِ بطحا

اُن مسرت بھری فضاؤں میں جلوۂ ناز کی جلاؤں میں
پیاری پیاری حسیں اداؤں میں یاد رکھنا ہمیں دُعاؤں میں

الوداع اے مسافرِ بطحا
ہے خوشا وقت زائرِ بطحا

فیض ہے نسبت نظامیؔ کا شاہِ نادرؒ کی بس غلامی کا
تجھ کو رُتبہ ملا پیامی کا اُس درِ پاک کی غلامی کا

الوداع اے مسافرِ بطحا
ہے خوشا وقت زائرِ بطحا

لیکن تُو چیزے دیگری

مظہرِ حسنِ ازل اے جانِ جاں شاہِ اُمم
رحمۃ العالمین اے خاصۂ شانِ کرم
تجھ پہ قرباں اے کمالِ حُسن کے فیضِ اتم
باعثِ ایجادِ عالم صاحبِ لوح و قلم
"آفاقہا گردیدہ ام مہرِ بُتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری"

تو وہ شمعِ نور ہے روشن ہوا جس سے عدم
سب حسینانِ جہاں کے سر پہ ہے تیرا قدم
حُسن کی سرکار میں بس عشق کی گردن ہے خم
طوف میں کہتا ہوں یُوں کھا کر تیرے قد کی قسم
"آفاقہا گردیدہ ام مہرِ بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری"

تھے بہت حیراں جنابِ عشق کی منزل میں ہم
آنکھ تھی بیتاب دل آزار سے پُر درد و غم
جستجوئے یار میں آتے نظر اکثر صنم
دِل کسی پر بھی نہ آیا ہاں مگر شاہِ اُمم

"آفاقہا گردیدہ ام مہرِ بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری"

آفتاب و مہتاب حُسنِ خُوبانِ ارم
حُسنِ یُوسف ہے دمِ عیسٰیؑ یدِ بیضا بھی ہم
حُسن والے اور بھی ہیں اس جہاں میں بیش و کم
حُسن کی تیرے ہی بس اللہ نے کھائی قسم

"آفاقہا گردیدہ ام مہرِ بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری"

تھا وہ بیرنگی کا عالم اور تھی صورت عدم
جوش میں آئی خیالِ دید سے شانِ کرم
کھینچ لایا تصوّر میں تیرا نقشِ قلم
بن گئی صورت تیری آئینۂ حُسنِ قدم

"آفاقہا گردیدہ ام مہرِ تباں وَرزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری"

اے شہنشاہ و فقیر و بادشاہ و محتشم
تیرے در پر ہیں ادب سے حضرتِ جبریل خم
مقتدا و پیشوا و رہنما و جان و دم
چھوڑ کر در کو تیرے جائیں کہاں اے جان ہم

"آفاقہا گردیدہ ام مہرِ تباں وَرزیدہ ام
بسیار خُوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری"

عرش و کرسی، سب جہاں، لوح و قلم
مہرِ تاباں ایک ذرّے کا، تیرے فیض و کرم
ذوق سے پڑھ اے نظامی بندۂ شاہِ اُمم
خوب ہی فرما گئے ہیں خسروِ شیریں رقم
"آفاقہا گردیدہ ام مہرِ بتاں ورزیدہ ام
بسیار خُوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری"

مثنوی سیّد

۱- اے کمالِ زندگیٔ جاوداں — رُوحِ اعظم جانِ عالم جانِ جاں

۲- رازدارِ کُنتُ کنزاً مخفیاً — پردہ دارِ عالمِ باطن معاً

۳- رُوحِ اعظم برزخِ کبریٰ توئی — عقلِ اوّل حضرتِ اعلیٰ تُوئی

۴- حضرتِ اُمّ الکتاب و نُورِ جاں — مصدرِ تفصیلِ علمی بے گماں

۵- شاہد و مشہود، مستورِ قلم — جانِ عالم، مظہرِ فیضِ اتم

۶- مظہرِ نورِ وجود، علم و شہُود — قابل و آئینۂ ذاتِ وجود

۷- مبتدائے جملہ اسما و صفات — آفریدہ از تو جملہ کائنات

۸- در حقیقت مجمل و مبہم تُوئی — در جزء تفصیل ہم، قائم تُوئی

۹- چوں شدہ فیضِ تو عالم آفریں — شُد وجودت رحمۃ اللعالمین

۱۰- مطلعِ انوارِ عالم نورِ تُو — قول لولاک لما مشہودِ تو

۱۱- ایستادہ درمیانِ حق و خلق — یک جہت خلق است دیگر عینِ حق

۱۲- مراۃ الذات اے جان بُودۂ — از جمالِ خویش حق بستودۂ

۱۳- چوں بکثرت نقطۂ وحدت شُدی — دائرہ و نقطۂ مرکز تُوئی

۱۴- برزخے داری کہ از وے عالمے — می شود پیدا و پنہاں ہر دمے

۱۵- برزخے داری کہ جملہ انبیاءؑ | فیض دارند از توبے چون وچرا
۱۶- انبیاء، و اولیا تفصیلِ تو | از کمالِ حق شدہ تکمیلِ تو
۱۷- لِی مَعَ اللّٰہ شانِ خود فرمودہٖ | من ندانم بندہٖ یا حق توئی
۱۸- ذرہ ذرہ و فرد فردِ کائنات | از تو روشن است بینم شش جہات
۱۹- آدمؑ و موسیٰؑ و عیسیٰؑ جملگاں | بر یکے نورِ تو ہست اندر جہاں
۲۰- از کمالاتِ نبوّت گویم ایں | برزخے داری کہ ختم المرسلین
۲۱- آں مقامِ غیبِ مطلق بے نمو | بود آں دم ہستی ساجد لَہٗ
۲۲- در عدم بودند جملہ اسماءؔ و صفات | در احد معدوم جملہ کائنات
۲۳- نے قدیر و نے علیم و نے رحیم | نے جلال و نے جمال و نے کریم
۲۴- حاضر و موجود بودند آں دمے | جملہ اسماءؔ و صفات و عالمے
۲۵- ہاں ولے ثابت نبودند در عدم | ایں صفات و لوحِ محفوظ و قلم
۲۶- لابشرطِ شئ وجودی بود او | لابشرط شئ و لے مِن حَیثُ ھُوَ
۲۷- نے احد بود او نہ اُو ذاتِ احد | پاک از اعداد و پاک از قید و حد
۲۸- لاتعین لاتقید بے حصر | از وجودِ غیر او پاکیزہ تر
۲۹- بود مِن حَیثُ ھُوَ موجود او | ایں وجودِ خارجی لَیسَ لَہٗ
۳۰- ایں قدر گویم بذاتِ پاکِ او | لَیسَ فِی عِلمٍ لِکَیفَ کانَہٗ
۳۱- از وجودے خارجی پاکیزہ تر | واز خیالی و عملی و عقلی صُوَر

۳۲۔ مطلق خالی از قیدِ اطلاق — ایں ہمہ تنزیہہ و تشبیہہ و فراق

۳۳۔ نے اُو مجمل نے مفصل بلکہ غیب — ہاں و لے موجود او خالی ز ریب

۳۴۔ از علومِ ظاہری مَنزَدْ لَہٗ — ہیچ لفظے کَیْفَ کَانَ ذَاتُہٗ

۳۵۔ ثابت، معلوم، علم و عقل نے — ایں عرض و جوہر، مثال و شکل نے

۳۶۔ مُبدأِ کُل بُود آں ذاتِ قدیم — مرجعِ کُل نیز آں ذاتِ عظیم

۳۷۔ اوّل و آخر، بطون و ظاہری — ذاتِ اُو لیکن ما بینیم ظاہری

۳۸۔ در مقامِ غیبِ مطلق بے نمو — من ندانم کَیْفَ کَانَ ذَاتُہٗ

۳۹۔ علم و عقل و ہوش اینجا دُور اند — در مقامِ غیب کُل معذور اند

۴۰۔ الغرض اُو در عمیٰ موجود بُد — مطلقاً دارد نہ غیرے ذاتِ خود

۴۱۔ خواست چوں حق در شدن آں سِرِّ ذات — اُو بر آوردن کمالات و صفات

۴۲۔ آں نقابِ لاتعین برکشید — خود برائے خود برآمد بہرِ دید

۴۳۔ آں کمالات کہ ذاتِ حق بداشت — از جمالِ خویش اُو آئینہ ساخت

۴۴۔ چوں بدید آں ذاتِ حُسنِ خویش را — در کمالات و صفاتِ بے بہا

۴۵۔ شُد دریں معلوم آنکہ غیب بُد — بر جمالِ خویش حق مشتاق شُد

۴۶۔ آنکہ بس معدوم، مستہلک بدند — مجمل و مبہم، ہم ثابت شدند

۴۷۔ اولیں چیزے کہ بس معلوم شُد — رُوحِ اعظم عقلِ کُل مفہوم شُد

۴۸۔ برزخِ کبریٰ بگویند نیز آں — حضرتِ اُمّ الکتاب و نورِ جاں

۴۹- باعثِ ایجادِ عالم مبتدا　　فخرِ عالم نورِ حق خیر الوریٰ

۵۰- وحدتِ حق نورِ ذاتِ کبریا　　حضرتِ محمود احمد مصطفےٰ

۵۱- ایں تجلی مرآۃ الذاتِ بُود　　مظہرِ نور و وجود و علم و شہود

۵۲- ایں تجلی سرِ ذاتِ بے نمو　　در حقیقت شُد سراپا حمدِ اُو

۵۳- ایں تجلی شُد کمالِ مصطفےٰ　　سر بسر آئینۂ ذاتِ خدا

۵۴- ایں تجلی حمد را مشکور شُد　　نامِ احمدؐ زیں سبب مشہور شُد

۵۵- ایں تجلی مجمل و مبہم چنیں　　بے تمیزِ بَعضُہَا عَنْ بعض تریں

۵۶- مظہرِ تفصیلِ علمی است چُوں　　مظہرِ تو قبل آں بے چگوں

۵۷- نے باحدیت ازیں بُعد و فراق　　بلکہ ثابت است فوق الطلاق

۵۸- نیز نام ایں تجلی بُد قلم　　کہ ازیں تفصیلِ علمی شُد رقم

۵۹- نقشِ رحمانی چو دم زد بر قلم　　زد ہزاراں نقش بر لوحِ عدم

۶۰- ایں تجلی در کمالات و صفات　　ہست بہرِ ذات آئینۂ ذات

۶۱- از وجودِ ذاتِ حق خارج نمود　　بلکہ ذہنی صورتے ذاتِ وجود

۶۲- ایں تجلی غیرِ حق محصول نیست　　گر بگویم صورتِ معقول نیست

آؤ تمہیں ہم پی سے ملائیں

ہر صورت میں بے پردہ ہے　　غیر کہاں جس میں وہ چھپا ہے
خود ہے نظر خود نظارہ ہے　　خود ہی دیکھیں دید کرائیں

آؤ تمہیں ہم پی سے ملائیں
غیریت کا وہم مٹائیں

ہر جا ہے جلوہ ہی جلوہ　　ہے ظاہر یا ہے پوشیدہ
بُت خانہ ہو یا ہو کعبہ　　سب ہیں اُس کی ناز ادائیں

آؤ تمہیں ہم پی سے ملائیں
غیریت کا وہم مٹائیں

زُلف سنوارے غازہ لگائے　　گھونگٹ اوڑھے مکھ کو چھپائے
نیم کرشمہ دل کو لبھائے　　عاشق اُن پر مر مر جائیں

آؤ تمہیں ہم پی سے ملائیں
غیریت کا وہم مٹائیں

ہر شے اُس کا نقشِ قدم ہے　　بُت خانہ ہے یا کہ حرم ہے
ذرّے ذرّے پر یہ رقم ہے　　ہر منزل میں اُس کو پائیں

آؤ تمہیں ہم پی سے ملائیں
غیریت کا وہم مٹائیں

دیکھنے کو یہ آب و گِل ہے　　دید کی منزل کا حاصل ہے
خود راہی ہے خود منزل ہے　　اپنے آپ میں اُس کو پائیں

آؤ تمہیں ہم پی سے ملائیں
غیریت کا وہم مٹائیں

جام نگاہوں کا ہے جاری　　مستی پر ہے مستی طاری
ہر میخوار کے لب پر جاری　　پیتا جا جب تک وہ پلائیں

آؤ تمہیں ہم پی سے ملائیں
غیریت کا وہم مٹائیں

مُرلی دیکھو شور مچائے　　لب سے اُن کی لگ کر گائے
بجتی ہے جیسے وہ بجائے　　ہم بھی آؤ گیت سنائیں

آؤ تمہیں ہم پی سے ملائیں
غیریت کا وہم مٹائیں

نَحنُ اَقرَبُ اس کا ڈیرا　　ہر دم دم میں اُس کا پھیرا
تُو دُلہن وہ نوشہ تیرا　　گیت خوشی کے ہر دم گائیں

آؤ تمہیں ہم پی سے ملائیں
غیریت کا وہم مٹائیں

دم دم میں وہ نغمہ سرا ہے　　ہر دم کُن فیکوُن صدا ہے
مجھ پہ رازِ الست کھلا ہے　　کہہ کے بلیٰ آ یار منائیں
آؤ تمہیں ہم پی سے ملائیں
غیریت کا وہم مٹائیں

دیکھ ذرا اک بار نظامیؔ　　ہر صورت میں یار نظامیؔ
کر اپنا دیدار نظامیؔ　　گھر میں اپنے سب کچھ پائیں
آؤ تمہیں ہم پی سے ملائیں
غیریت کا وہم مٹائیں

قطعات و رباعیات

غریبم قابلِ رحمم غریبم — غلامِ بارگاہِ دو حبیبم
چہ خوش نسبت علی ؓ اباحسن است — میانِ دو کریمم خوش نصیبم

غلامِ خواجۂ ہجویر ہستم — ز لطفِ خواجۂ اجمیر مستم
فقیرِ بارگاہِ دو کریمم — کہ دارم ہر دو داماں در دو دستم

میری دُنیا میری دولت میری ثروت تم ہو
میری خوشیوں سے سوا رشتۂ اُلفت تم ہو
عید کے روز ہو جس کے لئے دل میں تڑپ
وائے حسرت وائے حسرت وائے حسرت تم ہو

ہزاروں دل ہوں تو رکھتا ہوں آرزو تیری
کبھی تو لائے گی کھینچ کے جستجو تیری
قدم قدم پہ کئے اس لئے ہزار ہا سجدے
کہ ذرّے ذرّے میں صورت تھی ہُوبہُو تیری

سب سے بیگانہ کئے دیتی ہے آکر دل میں
خلوتِ غم ہے تیری یاد بھری محفل میں
حسرت و یاس و غم و رنج و الم کا ہے ہجوم
رات بھر چلتا ہوں میں حشر کی اک منزل میں

کوئی زخم بھی ہو شفا چاہتا ہوں
مرض کوئی بھی ہو دوا چاہتا ہوں
مگر دردِ دل کو سوا چاہتا ہوں
نہ اس کی دوا نہ شفا چاہتا ہوں

ہم بھی تو سر بکف ہیں کفن دوش پہ لئے
کیا ہو گیا جو راہ خطرناک ہو گئے
مدّت ہوئی نظامیؔ خستہ کہاں رہے
پرزے بھی اُڑ چکے خس و خاشاک ہو گئے

"ذِکر و فِکر"

خطباتِ نظامیؒ (مراتبِ نزول)

حاملِ شریعت، شہبازِ طریقت فقیر الی اللہ ابو الحقائق پیر سید امانت علی شاہ صاحب چشتی نظامیؒ کے ایمان افروز خطبات کا یہ مجموعہ ایمان مجمل "اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ کَمَا ھُوَ بِاَسْمَآئِہٖ وَصِفَاتِہٖ" کی نہایت سلیس تفسیر ہے۔ حضورؒ نے مراتبِ نزول کو سمجھانے کا پورا حق ادا کیا ہے۔ مطالعہ فرما کر اپنے ایمان مستحکم فرمائیں۔ نیز آپ کی ایک شاہکار تصنیف

"کلمہ طیّبہ"

جس میں کلمہ طیّبہ اور کلمہ خبیثہ میں فرق سمجھایا گیا ہے۔ اسلام کے بُنیادی عقیدہ، توحیدِ باری تعالیٰ کو سمجھنے اور ایمان کو مضبُوط بنانے کے لئے اس کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے نہایت ضروری ہے،

ملنے کا پتہ

آستانہ بیت الامان گنج شریف مغلپورہ لاہور نمبر ۱۵

اغلاط نامہ

"پیامِ عشق" — ایڈیشن اوّل

صفحہ	حوالہ	درست صورت
۱۳	آخری سطر	گنج مغلپورہ لاہور
۱۵	سطر ۵	پندرہ برس کی عمر میں
۲۲	شعر نمبر ۵، ۶	سرِ نیاز کی مجبوریاں ہے وجہِ سجود، نیاز مند تو گرویدۂ ثواب نہیں جو کوئی حد ہی نہیں منزلِ محبت کی، وہ کامیاب ہے اس میں جو کامیاب نہیں
۲۵	شعر ۷	رفعتِ تخیل نہیں.
۲۸	شعر ۵	جبریلِ آمیںؑ خادمِ دربارِ محمدؐ
۲۹	شعر ۲	مسند نشینِ قابَ قوسین ودنیٰ
۴۰	شعر ۶	راہ گزر میں گزری
۴۱	شعر ۱	بے پردہ وہ ہوئے
۴۲	شعر ۸	لیسَ لِلاِنسانِ اِلّا ماسعیٰ
۵۵	شعر ۴	حسنِ بے تاب دیکھ کر
۵۸	شعر ۲	شجرِ طیبہ کہ علوش زسرِ عرش بلند۔ اصلِ او اصلِ جہاں سرودرانے چہ عجب
۵۹	شعر ۳	خراب گر ہو یہ مٹی.
۶۵	شعر ۱	ہر جگہ گرتے ہیں سجدے
۷۱	آخری شعر	ہمہ نقشِ سرے رامی پرستند
۷۲	شعر ۶	کہ از یک قطرۂ نابود بحرِ بیکراں ریزد
۷۷	شعر ۵	جلے ہیں آتشِ ہجراں میں
۹۴	شعر ۲	کارِ تمامے دارم
۹۹	شعر ۴	باغباں سے ہم

صفحہ نمبر	حوالہ	درست صورت
۱۰۰	شعر ۶	میری نوائے سوز
۱۱۹	پہلا شعر	نمایاں جمالِ قدم
۱۲۹	شعر ۵	لگادیں آگ دنیا میں
۱۳۵	شعر ۲	تو میرا ہمراز ہے
۱۴۲	شعر ۶	مشقِ خرام
۱۶۵	شعر ۴	نظرے بر رخِ تو بہرِ پرستیدنِ تو
۱۷۳	شعر ۶	میں تو نقشِ امرِ وجود ہوں
۱۸۲	شعر ۱۱	فکر دورے فلک کی۔
۲۰۳	شعر ۳	ڈوبنے والوں سے ساحل کی۔
۲۰۶	آخری شعر	میرے دل کی دُنیا
۲۰۷	شعر ۷	ہوتی ہے رنگ و بُو میں جو نمودِ بے نمو کی
۲۱۲	پہلا شعر	کھچی ہے
۲۵۵	شعر ۷	ہو گیا آتش فشاں
۲۵۸	شعر ۸	جو گم گیا تھا
۲۵۹	شعر ۵	نئی صورت ہے
۲۶۰	شعر ۵	تعلیم و تعلم
۲۶۴	شعر ۳	اُم الکتاب ہے
۲۷۹	شعر ۲	مجھے بحرِ بے کراں کو
۲۸۹	شعر ۶	سیرِ چمن کو آیا کوئی جاں فزا ہے آج
۲۹۶	شعر ۳	یُوں عمر بھر نماز رہے۔
۳۰۵	شعر ۵	حسین بن کر اگر آتے
۳۹۱	شعر ۳۲	ایں ہمہ
۳۹۱	شعر ۱۴	حق در شدنِ آں سرِ ذات

اغلاط نامہ ۲

"پیامِ عشق" —— (اشاعت اوّل)

صفحہ	حوالہ	درست صورت
۴	سطر ۱۲	منظوم ارشاداتِ مبارکہ
۱۳	سطر ۳	کا بیش بہا سرمایہ ہے
"	سطر ۱۱	میرا سادہ سا یہ افسانہ
۳۰	آخری شعر	جو ضیا کہ شمس و قمر میں ہے
۳۷	پہلا شعر	آخر وہ محبت کا مقام آیا
۳۹	شعر ۴	دل میں جو ارماں آیا
"	شعر ۹	منزلِ یار ہے وہ
۴۰	شعر ۲	نقاب میں کبھی، پردہ اٹھا کے لوٹ لیا
۴۴	آخری مصرعہ	تھام کے رکھ نہ سکا
۴۶	شعر ۱۴	راہ گزر میں میں
۴۸	شعر ۳	کوئی ٹکراتا ہے پتھر سے
۶۴	شعر ۵	لئے ہوئے ہے سراسر
۷۸	شعر ۲	کہ ہر دید میں ہیں وہ آزاد ہو کر
۸۵	شعر ۲	تیرے اشاروں پہ چلیں
۱۵۲	شعر ۴	ایسی ہستی کو کہ جو حجاب بنے
۱۷۴	پہلا مصرعہ	یہ ہستی کا گماں کیوں ہو
۲۰۰	شعر ۳	تجھے کیوں یہ خوش نہ آئے
۲۰۵	شعر ۳	کس کو سنا رہا ہے کہانی عذاب کی
۲۰۸	پہلا شعر	خوشا! نصیب اُسی کی ادا نماز ہوئی
۲۰۸	دوسرا شعر	پہنچ ہی گیا